مجالس خطیب اعظم

(۷)

بانیٔ تنظیم خطیب اعظم
مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر
تنظیم المکاتب
گولہ گنج، لکھنؤ

سلسلۂ آثار خطیبِ اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

مجالس خطیب اعظم

(۷)

آسان شریعت

مجموعۂ تقاریر

بانیٔ تنظیم خطیب اعظم

مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

ناشر

تنظیم المکاتب، لکھنؤ

یو۔ پی۔ (ہندوستان)

نام کتاب	———	مجالس خطیب اعظم (۷)
تقاریر	———	مولانا سید غلام عسکریؒ
کمپوزنگ	———	محمد جواد و عدیل مہدی
سنہ طباعت	———	اکتوبر ۲۰۰۷ء
تعداد	———	ایک ہزار
مطبوعہ	———	اے بی سی آفسٹ پریس، دہلی
ناشر	———	تنظیم المکاتب، گولہ گنج لکھنؤ
ہدیہ	———	

فہرست

بسمہ سبحانہ

عرض تنظیم

خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری صاحب طاب ثراہ کی آواز میں اللہ نے جو اثر دیا تھا اس نے قوم میں دینی انقلاب پیدا کر دیا۔ ان کے پیغام کا اثر نہ صرف یہ کہ آج تک باقی ہے بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے جس کا ثبوت سامعین اور خطباء کی وہ بڑھتی ہوئی تعداد ہے جو منبر سے دین کا پیغام سنانا اور سننا چاہتے ہیں، تبلیغ دین اور تحریک دینداری کے سلسلہ میں ان کی پرخلوص کاوش کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے ادارہ ان کی مجالس کے مجموعے شائع کر رہا ہے۔

زیر نظر عشرہ ان مجالس کا مجموعہ ہے جن سے بمبئی میں خطیب اعظمؒ نے خطاب کیا تھا۔

مجالس خطیب اعظمؒ نسل نو کے لئے مفید اور ان خطباء کے لئے نمونۂ خطابت ہیں جو مذہب حق کی صداقت و حقانیت قوم تک پہنچانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔

پروردگار عالم سے دعا ہے کہ بطفیل چہاردہ معصومین علیہم السلام ہمیں توفیق دیتا رہے تاکہ ہم ترویج و تبلیغ دین کے فرائض کو بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

رب عظیم خطیب اعظمؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

بطفیل محمد و آل محمد علیہم السلام

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب، لکھنؤ

۲۵ جون ۲۰۰۷ء

خطبہ

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ٥

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ٥

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ ٥ وَالعَاقِبَۃُ لِلمُتَّقِینَ ٥ وَالجَنَّۃُ لِلمُوَحِّدِینَ ٥ وَالنَّارُ لِلمُلحِدِینَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الاَنبِیَآءِ وَالمُرسَلِینَ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ ٥ وَآلِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ المَعصُومِینَ ٥ وَاللَّعنَۃُ الدَّآئِمَۃُ عَلٰی قَاتِلِیھِم وَغَاصِبِی حُقُوقِھِم وَاَعدَآئِھِم اِلٰی یَومِ الدِّینِ ٥ اَمَّا بَعدُ فَقَد قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَھُوَ اَصدَقُ القَآئِلِینَ ٥ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ٥ یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الیُسرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ العُسرَ ٥

مجلس

(۱)

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ وَھُوَ اَصْدَقُ الْقَآئِلِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

آپ کے سامنے قرآن مجید کا جو ایک فقرہ پڑھا ہے اس میں پروردگار عالم نے ہم سے اور آپ سے ایک بات کہی ہے اور ایک ہی بات دو بار کہی ہے۔ یرید اللّٰہ بکم الیسر اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے ولا یرید بکم العسر اور اللہ تمہارے لئے مشکل اور سختی اور تکلیف نہیں چاہتا ہے تو میں سب سے پہلے آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ اتنا بھی کہہ سکتا تھا کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں اللہ اتنا بھی کہہ سکتا تھا کہ ہم تمہارے لئے سختی، تکلیف، مشقت نہیں چاہتے ہیں تو اس میں سے اگر ایک بات بھی اس نے کہہ دی ہوتی تو ہماری سمجھ میں مطلب آجاتا۔

لیکن وہ اسی ایک بات کو دو مرتبہ کہتا ہے۔ ایک مرتبہ منفی رخ سے انکار کرتے ہوئے، ایک مرتبہ مثبت رخ سے اقرار واعلان کرتے ہوئے تو پہلے اعلان کرتا ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں پھر مزید ہمارے دھڑکتے ہوئے دلوں کو اطمینان دلاتا ہے کہ ہم تمہارے لئے سختیاں نہیں چاہتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس عالم الغیب

خدا کو اس خبیر و سمیع و علیم اور باخبر خدا کو یہ بات معلوم ہے اور وہ کون سی بات ہے جو خدا کو نہیں معلوم ہے کہ انسانوں کے دلوں میں مذہب کے بارے میں شیطان کی طرف سے جو خیال جمایا جائے گا اور جس خیال کے ذریعہ انسانوں کو مذہب سے بہکایا جائے گا، مذہب سے ہٹایا جائے گا، مذہب سے دور کیا جائے گا وہ یہی ہو گا کہ مذہب تو بڑی سخت چیز ہے تو جب کسی آدمی کے ذہن میں کسی طرح یہ خیال بیٹھا دیا جائے کہ یہ کام مشکل ہے تو آدمی اس سے بچنے کے لئے راہیں تلاش کرتا ہے اور اگر یہ دماغ میں خیال بیٹھا دیا جائے کہ یہ کام آسان ہے تو آدمی اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

تو آج بھی حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں اسلام پیش کئے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ گذر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ میرے زیادہ کے لفظ پر کسی بچے کو تعجب ہو کہ ابھی تو چودھویں صدی پوری ہوئی ہے۔ پندرہویں صدی شروع ہوئی ہے لیکن صرف ان نہ جاننے والے بچوں کے لئے ایک لفظ کہنا ہے کہ یہ صدی ہجری اس دن سے شروع ہوئی ہے جس دن پیغمبرؐ نے مکہ چھوڑ کے مدینے کی طرف ہجرت کی تھی تو چودہ سو سال کے پورے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ہجرت کو چودہ سو سال پورے ہو چکے ہیں مگر نبیؐ نے ہجرت سے تیرہ سال پہلے مکے میں تبلیغ شروع کی تھی تو گویا کہ اسلام کی تبلیغ ہجری سنہ سے تیرہ سال پہلے سے ہے۔

تو اس لئے میں نے کہا کہ آج حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام پیش کئے ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں اور بظاہر نبیؐ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ بھی ہیں مگر ہمیشہ اس پوشیدگی کا راز یاد رکھئے گا کہ خدا کو ہم نہیں دیکھ رہے ہیں مگر خدا ہمیں دیکھ رہا ہے، نبی کو ہم نہیں دیکھ رہے ہیں مگر نبیؐ ہمیں دیکھ رہے ہیں، بارہ اماموں کو ہم نہیں دیکھ رہے مگر وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں خاص طور سے بارہویں امام عجل اللہ تعالیٰ

فرجہ جو آج پردۂ غیبت میں ہیں۔ ہم انھیں نہیں دیکھ رہے ہیں مگر وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

تو اس تصور کا ایک ہی فائدہ ہے کہ اگر ہمارے دل و دماغ پر یہ خیال طاری رہے کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں، ہم بیوپار کر رہے ہیں، ہم دفتر میں نوکری کر رہے ہیں، ہم گھر میں بال بچوں کے درمیان بیٹھے ہیں تو جو بھی صحیح یا غلط کام ہم کر رہے ہیں ہمارے اس کام کو خدا بھی دیکھ رہا ہے، نبیؐ بھی دیکھ رہے ہیں، امامؑ بھی دیکھ رہے ہیں اگر یہ تصور پیدا ہو جائے تو ہر آدمی کی زندگی میں خود بخود سدھار پیدا ہو جائے گا۔

تو میں آپ کے سامنے جو بات کہنا چاہتا تھا اور وہ نامکمل رہ گئی ہے، وہ یہ ہے کہ پیغمبرؐ بظاہر ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں مگر وہ ہمیں دیکھ رہے ہیں تو نبیؐ اس دنیا سے آ کے جا چکے اور نبی کو گئے ہوئے بھی تقریباً چودہ سو سال ہو گئے، دس سال کم کر لیجئے چودہ سو سال میں، مگر آج بھی ہمارے سماج میں، کافر سماج کی بات نہیں کر رہا ہوں جن کو خدا کے وجود کا انکار ہے، نبیؐ کے وجود کا انکار ہے، امامؑ کے وجود کا انکار ہے، قرآن کے کتاب اللہ ہونے کا انکار ہے، کعبہ کے قبلہ ہونے کا انکار ہے، اسلام کے دین ہونے کا انکار ہے، شریعت کا انکار ہے ان کی بات نہیں کر رہا ہوں وہ تو کافر ہیں، منکر ہیں، نہ ماننے والے ہیں۔

مگر نہیں یہ جو ہم مسلمانوں کا سماج ہے، خاص طور سے جب ہم اپنے کو خصوصی طور پر سارے مسلمان فرقوں میں سے ممتاز کرتے ہیں اس بات سے کہ ہم بارہ اماموںؑ کے ماننے والے ہیں تو آج ہم اثنا عشری شیعوں کے سماج میں بھی، آج ہم اثنا عشری شیعوں کی سوسائٹی میں بھی، آج ہمارے گھروں میں بھی یہی تصور پیدا ہو گیا ہے کہ مذہب کی پابندی بہت دشوار ہے اور اب آپ کے سامنے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ دشوار ہے تو فطری طور پر آدمی مذہب سے دور بھاگنا شروع کرے گا اور جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ مذہب کی پابندی آسان ہے تو آدمی

مذہب کے قریب آنے کے لئے تیار ہو جائے گا تو میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کا ایک درمیانی فقرہ پڑھا ہے۔اس میں اللہ نے دونوں رخوں سے بات کہی اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے، اللہ تمہارے لئے مشکلیں نہیں چاہتا ہے۔

اب اگر ہم مسلمان ہیں، اگر ہم خدا اور رسولؐ کے اوپر اعتبار رکھتے ہیں تو اب اس کے بعد ہمارے دل و دماغ میں اس خیال کی کوئی گنجائش نہیں رہنا چاہیئے کہ مذہب مشکل چیز ہے۔نہیں، مذہب آسان چیز ہے اور اگر مذہب مشکل چیز ہوتی تو اس کے لانے والے کو رحمت اللعالمین کا لقب نہ دیا گیا ہوتا۔آنے والے نبی کو نبی رحمت کے بجائے، نبی زحمت کا لقب دیا گیا ہوتا کہ مشکل مذہب لے کے آئے ہیں تو یہ تو زحمت کے لئے آئے ہیں لیکن آنے والے نبی کو جب نبیؐ رحمت کہا جارہا ہے تو یہ آسان مذہب ہے مشکل مذہب نہیں ہے۔

تو اب ایک طرف شیطان کا پیدا کیا ہوا تصور ہے کہ مذہب بہت مشکل چیز ہے اس پر عمل کرنا بہت دشوار ہے۔اس کی پابندی جان لیوا ہے اور دوسری طرف خدائے قدوس و رحمٰن کا اعلان ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں، ہم تمہارے لئے مشکلیں نہیں چاہتے ہیں۔

میرا محترم مجمع توجہ کرے گا اس بات پر کہ میں نے یہ فقرہ جہاں سے نکالا ہے بیچ میں سے اس سے پہلے کیا ذکر ہے۔اس سے پہلے ذکر یہ ہے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور جس آدمی کے سامنے رمضان کا مہینہ آجائے اس کا فریضہ ہے کہ وہ پورے مہینے کا روزہ رکھے۔البتہ اگر تم سفر میں ہو یا اگر بیمار ہو تو تمہارے لئے یہ گنجائش ہم رکھتے ہیں کہ جب تم سفر سے یا بیماری سے نجات پالو تو ان روزوں کی قضا رکھ لینا۔اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ اس اصول کا ذکر کرتا ہے کہ ہم تمہارے لئے

آسانیاں چاہتے ہیں مشکلیں نہیں چاہتے ہیں۔

تو میں آج آپ کی خدمت میں چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تذکرے کو شروع کرتے ہوئے حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حالات زندگی سے اپنی تقریر کو مربوط رکھتے ہوئے اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ حضورؐ کو سمجھنا ہے تو حضورؐ کے مذہب کو سمجھنا چاہیئے، حضور کو رحمت اللعالمین ماننا ہے تو حضورؐ کے مذہب کو رحمت ماننا چاہیئے اور ہمارے دل و دماغ میں جتنے ایسے تصورات پیدا ہو گئے ہیں کہ مذہب بڑی مشکل چیز ہے یہ سب شیطان کے پیدا کردہ تصور ہیں۔ مذہب بڑی آسان چیز ہے یہ رحمٰن کا پیدا کردہ تصور ہے۔

میں آپ کی خدمت میں تفصیلات شروع کرنے سے پہلے ایک چھوٹے سے مسئلہ سے اپنی گفتگو شروع کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ توجہ دیں گے۔ اگر آپ توجہ دیں گے تو آپ میری اس چھوٹی سی بات کی تفصیل میں محسوس کرلیں گے کہ مذہب مشکل ہے یا آسان ہے۔ اس کا لانے والا نبی رحمت ہے یا اس کا لانے والا نبیؐ زحمت ہے۔ ہم اتفاق سے ادھر کئی مہینے ایسے ملکوں میں رہے ہیں جہاں کی آبادی مسلمان ہی مسلمان ہے اور کئی مہینے کے بعد اب پھر ہندوستان آئے تو ہمارے لئے یہاں اور وہاں میں مذہبی پابندی میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوا، کیوں فرق محسوس نہیں ہوا۔

ایک مسئلہ سے آغاز کرنا چاہتا ہوں۔ نجس اور پاک۔ ہم نے ادھر اعلان کیا کسی مولوی نے منبر پہ آکے اعلان کیا نجس چیز کھانا حرام ہے۔ پاک چیزیں کھانا چاہیئے۔ وہیں سے سننے والے کے دماغ میں خیال آیا۔ مولوی صاحب آپ کو نہ دفتروں میں جانا ہے، نہ ملوں میں جانا ہے، نہ آفسوں میں جانا ہے، نہ دوستوں میں جانا ہے، نہ بیوپاریوں میں جانا ہے، نہ غیروں میں جانا ہے، آپ کو تو اپنوں میں آنا ہے، اپنوں ہی میں چلے جانا ہے، مسجد

میں آنا ہے، مجلس میں آنا ہے، کسی مومن کے یہاں آنا ہے تو آپ چاہے جو مسئلہ بیان کر لیجئے لیکن ہم کو تو سب جگہ جانا ہے لہٰذا مذہب کی پابندی تو بڑی دشوار چیز ہے کہ نجس چیز نہیں کھانا، پاک چیز کھانا۔

میں وہیں سے شروع کر رہا ہوں جہاں ہماری سماجی زندگی میں چھوٹی رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں اور یہیں سے ایک مزاج بن جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی کے دماغ میں یہ خیال جم گیا۔ اگر آدمی کے خیال میں یہ بات جم گئی کہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے ہیں کہ پاک ہی چیز کھائیں یا نجس چیز کھائیں تو پھر وہ سوچتا ہے کہ پھر جب کھانا ہی ہے تو پھر ایک مرتبہ کیا کھانا ہے۔ ایک مرتبہ کھاؤ چاہے ہزار مرتبہ کھاؤ، ہزار مرتبہ کھاؤ چاہے لاکھ مرتبہ کھاؤ تو جب ہم نے ایک نجس اور پاک کے مسئلہ میں حدود قانون شریعت کو توڑا اپنے کو آمادہ کیا تو ہمارا مزاج گناہ کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور گناہ کرتے کرتے خوف خدا ختم ہو جاتا ہے، احکام شریعت کی طرف سے احترام ختم ہو جاتا ہے پھر آگے دوسرے مسائل آئے، یہ حلال ہے، وہ حرام ہے۔ عادت بن چکی ہے گناہ کرنے کی، ہمت پیدا ہو چکی ہے احکام شریعت کو توڑ دینے کی تو اب راستہ ہی صاف ہو جاتا ہے لہٰذا آدمی گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔ قانون پر قانون توڑتا چلا جاتا ہے اور یہ جتنی گنہگار زندگی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے یہ جتنا گنہگار سماج پیدا ہوتا چلا جارہا ہے، یہ جتنی گنہگار سوسائٹی پیدا ہوتی چلی جارہی ہے یہ جہاں سے شروع ہوئی ہے۔ یہ بس وہی مسئلہ تھا کہ مذہب کی پابندی تو بہت دشوار ہے۔

اس تصور سے پہلا گناہ ہوا تھا، پہلے گناہ نے دوسرے گناہ کے لئے آمادہ کیا تھا، دوسرے نے تیسرے کے لئے آمادہ کیا تھا اور ہوتے ہوتے گناہ کرنا آسان ہو گیا، پابندیٔ دین مشکل ہو گئی۔

اب سماج ہی بے دین ہو گیا تو جب ایک حمام میں سب ہی ننگے ہو گئے تو اگر کوئی

کپڑے پہنے بھی تو ہنسنے کے قابل وہ بن جاتا ہے۔ تو میں آج آپ کی خدمت میں اسی بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے مذہب کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اس لئے ہم کو مذہب مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہم صحیح طور پر مذہب کو سمجھ لیں تو مذہب کہیں سے مشکل نہیں ہے میرے بیان کے اس عنوان کو یاد رکھئے گا کہ پروردگار عالم نے ایک بات دوہرا کے دو مرتبہ کہی ہے ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں، ہم تمہارے لئے مشکلیں نہیں چاہتے ہیں۔

میں آگے بڑھنے سے پہلے اس مسئلۂ نجاست اور طہارت کی ایک چھوٹی سی توضیح کرنے سے پہلے اپنے محترم مجمع سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ماں باپ، اولاد کے لئے مشکلیں چاہتے ہیں یا آسانیاں، تو اگر آپ نے یہ جواب دیا کہ ماں باپ، اولاد کے لئے آسانیاں چاہتے ہیں، مشکلیں نہیں چاہتے ہیں تو میں آپ کے جواب کو نامکمل قرار دوں گا۔ بلکہ میں جواب کو ان لفظوں کے ساتھ مکمل کروں گا کہ ماں باپ کے دل میں اولاد کے لئے جو جذبۂ محبت پایا جاتا ہے وہ اس منزل پر پایا جاتا ہے کہ وہ اتنی آسانیاں اولاد کے لئے چاہتے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ساری مشکلیں پالنے والے ہمارے حصے میں آجائیں اور ساری آسانیاں اولاد کے حصے میں آجائیں تو ماں باپ کے سینے میں محبت کرنے والا جو دل ہے اس کا تصور یہ ہوتا ہے، اس کا مزاج یہ ہوتا ہے، اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اولاد کو آسانی ہی آسانی چاہیئے۔ مشکل چاہیئے تو ہمارے لئے چاہیئے۔

تو میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ماں باپ کے سینے میں محبت کرنے والا دل رکھا کس نے ہے۔ اولاد کے لئے بے چین ہونے والا شخص غیر کے لئے بے چین نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک کے لئے بے چین ہونے والا دل سینے میں نہیں ہے۔ بلکہ اولاد کے لئے بے چین ہونے والا دل موجود ہے تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ دل کس نے رکھا ہے تو ایک ہی جواب آئے گا کہ جس نے ان کو ماں باپ بننے کی

توفیق دی ہے، اس خدا نے ان کے سینوں میں وہ دل رکھ دیا ہے کہ اولاد کے لئے مامتا اور محبت کا جذبہ ان میں پایا جاتا ہے تو میں بڑی توجہ کے ساتھ آپ سے ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ ماں باپ پیدائش کا ذریعہ ہیں، واسطۂ تخلیق ہیں، ماں باپ خالق نہیں ہیں اگر پیدائش کا ذریعہ بننے والے والدین کے سینے میں، دل میں ایسا محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے کہ مشکلیں ہمارے حصے میں آجائیں، آسانیاں اولاد کے حصے میں آجائیں تو جس رحمٰن و رحیم نے ماں باپ کو یہ محبت کرنے والا دل بخشا ہے۔ وہ رحمٰن اور خالق ہو کر کے اپنی مخلوق کے لئے مشکلیں چاہے گا یا آسانیاں چاہے گا۔

نہیں میں اپنی اس کہی ہوئی بات کو ایک مرتبہ پھر کہنا چاہوں گا کہ اگر ہمارے دل و دماغ کے کسی کونے میں، کسی خانے میں، کسی جگہ ایک ذرا سا خیال بھی باقی رہ گیا کہ اللہ ہمارے لئے وہ مذہب بھیج رہا ہے جو مشکل ہے، جس میں سختیاں ہیں، جس میں زحمتیں ہیں تو اس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں کہ ہم خداوند عالم کو رحمٰن و رحیم مان کے بھی، ماں باپ سے بدتر سمجھتے ہیں، برتر نہیں سمجھتے۔

یعنی ماں باپ کے بارے میں ہمارا یہ ایمان و یقین کہ یہ اولاد سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ مشکلیں اپنے لئے سمیٹ لیں گے۔ آسانیاں اولاد کے لئے رکھیں گے تو کیا پروردگار عالم جو ارحم الراحمین ہے، وہ خدانخواستہ معاذ اللہ اپنی مخلوق کے لئے ماں باپ سے بھی بدتر ہے۔

اس تصور پر اگر آپ غور کریں گے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس تصور کو اگر ہم دل و دماغ میں جگہ دے دیں تو ہم مومن نہ رہ جائیں گے، ہم مسلمان نہ رہ جائیں گے تو میں ہر سننے والے کے اسلام و ایمان کے نام پر اس سے اپیل کرتا ہوں کہ پہلے مضبوطی کے ساتھ دل و دماغ کو اس خیال پر جمائیے کہ جب خدا ماں باپ کو چاہنے والا دل دیتا ہے اور

ماں باپ مشکلیں اپنے لئے چاہتے ہیں اور آسانیاں اولاد کے لئے چاہتے ہیں تو وہ رحمٰن ورحیم خدا اپنے بندوں کے لئے ہرگز ہرگز مشکلیں چاہتا ہی نہیں ہے، آسانیاں ہی آسانیاں چاہتا ہے تو بس اس کے بعد اگر مذہب مشکل ہے تو یہ شیطانی تصور ہے۔ جس سے مومن کو بچنا چاہیئے اور یہ رحمٰن کا بھیجا ہوا تصور ہے کہ مذہب آسان ہے اب پتہ نہیں صلوات پڑھنا آپ کے لئے آسان ہے یا مشکل ہے۔

تو ہم نے ایک روز مرّہ والا مسئلہ شروع کیا، کیا؟ نجس اور پاک۔ بس یہی سامنے کی مثال میں نے اس لئے لی کہ اس مثال پر اگر آپ توجہ دے دیں تو یہیں سے راستہ طے ہو جائے کہ مذہب آسان ہے یا مشکل؟ پھر یقیناً یقیناً مذہب اس بات کی شدت کے ساتھ ہدایت کرتا ہے کہ ہرگز ہرگز نجس چیز نہ کھانا، کھانا تو فقط پاک چیز کھانا، مذہب میں اس بات کا تذکرہ بھی آتا ہے کہ اگر تم کوئی نجس چیز کھالو گے تو چالیس دن تک تمہاری کوئی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔

میں آپ کے سامنے آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ آدمی نے ایک سڑا ہوا کھانا کھالیا تو وہ کھا تو لے گا اور دوا کھا کے اچھا بھی ہو جائے گا لیکن اس سڑے ہوئے کھانے سے جو خون بن جائے گا، اتنا خون خراب رہے گا اور جب تک وہ جسم میں باقی رہے گا کوئی نہ کوئی اپنی تاثیر پیدا کرتا رہے گا تو اب اگر خراب غذا، خراب خون پیدا کر کے انسان کے جسم کو بیمار کرتا ہے تو بس یاد رکھئے گا کہ نجس غذا بھی انسان کے جسم میں داخل ہونے کے بعد اس کی روح کو بیمار کرتی رہتی ہے۔

تو میں اس سے انکار نہیں کرتا ہوں، میں پوری شدت کے ساتھ اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ نجس چیز نہیں کھائیں، نجس چیز نہیں کھائیں۔ مذہب نے حدیں یہاں تک معین کر دی ہیں کہ نجس چیز اگر ہے تو پھینک دو جانور خود آ کے کھا جائے تو

کھا جائے مگر تم جانوروں کو بلا کے نجس چیز مت کھلاؤ اگر اس چھوٹے سے مسئلہ پر آپ غور کرلیں تب میں ان ماؤں سے پوچھنا چاہوں گا جو اپنی اولاد کو بچپنے میں نجس غذا کھلا دیتی ہیں۔ ان کو یہ تصور اور احساس نہیں پیدا ہوتا ہے کہ اس نجس غذا سے بننے والا خون، بننے والا دل ودماغ، یہ مومن کا دل ودماغ بنے گا یا غیر مومن کا دل ودماغ بنے گا؟

تو میں اس میں کسی قسم کی کوئی ترمیم نہیں عرض کر رہا ہوں بلکہ اس بات کی شدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں گذارش کر رہا ہوں کہ مذہب نے پابند کیا ہے کہ پاک چیزیں کھانا اور نجس نہ کھانا۔ اگر کھانے کا ارادہ بھی ہو تو نہ کھانا، کہہ تو دیجئے زبان سے پاک چیزیں کھانا نجس چیزیں نہ کھانا، مجلس سے نکلے، مسجد سے نکلے کہا! مولوی صاحب نے تقریر کے زور میں ڈانٹ ڈپٹ کے کھینچ کھانچ کے کہہ تو دیا کہ نجس چیزیں نہ کھانا اور پاک کھانا۔ مگر یہ بتاؤ عمل کیسے کریں؟ عمل کہاں سے کریں؟ اور جہاں سے یہ بات شروع ہوئی عمل کہاں سے کریں۔ وہاں سے شیطان نے وہ مقامات گنانا شروع کئے۔ اپنے کو فلاں آدمی کے یہاں ملنے جانا ہے تو وہاں تو کھانا ہی پڑے گا تو عمل کیسے کریں تو میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے نجس اور پاک کا معیار آپ سمجھ لیں پھر دیکھئے کہ مذہب آسان ہے یا دشوار ہے۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

مذہب نے اصول یہ مقرر کیا ہے کہ ہر چیز پاک ہے کل شيء طاهر ہر چیز پاک ہے حتیٰ تعلم انه قذر یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ چیز نجس ہے تو اصل میں ہوتا کیا ہے تو اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ہم جس چیز کے بارے میں خیال کرلیتے ہیں کہ یہ چیز نجس ہے۔ آپ لفظ کے فرق پر متوجہ ہو جائیں۔ ہم جس چیز کے بارے میں خیال کرلیتے ہیں کہ یہ چیز نجس ہے تو اس نجس سے بچنا شروع کر دیتے ہیں تو ہم کو ساری دنیا نجس نظر آنے لگتی ہے اور جب ساری دنیا نجس نظر آنے لگتی ہے تو مسئلہ پر عمل کرنا مشکل

ہوجاتا ہے اور جب عمل مشکل نظر آنے لگتا ہے تو عمل تو ہو نہیں سکتا ہے لہٰذا کھاؤ تو پیٹ بھر کے کھاؤ اور جب پیٹ بھر کے کھاؤ تو عمر بھر کھاؤ اور جب ایک ہی مسئلہ توڑ دیا تو ہر مسئلہ میں حکم خدا توڑ دو لیکن اگر وہیں سے راستہ رک جائے تو آگے بھی رک جائے گا تو اب میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے کیا اصول بنایا کہ ہر چیز پاک ہے جب تک کہ ہمیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ چیز نجس ہے۔

میں آقائے محسن الحکیمؒ اعلی اللہ مقامہ کے بیان کئے ہوئے ایک فتوے کے الفاظ نقل کرتا ہوں جس سے آپ کو اس حدیث کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ ان کے الفاظ میں ایک جملہ خاص ہے۔ اس لئے میں نقل کرتا ہوں ورنہ آپ جس سے بھی پوچھیں گے مسئلہ ایک ہی ملے گا۔

انہوں نے لکھا تھا کہ غیر مسلم کے ہاتھ سے پکی ہوئی روٹی اور کھلا ہوا، سیل، بند نہیں، کھلا ہوا زیتون کا تیل اور ایسی ہی چیزیں یہ دو مثال دے کے انہوں نے کہا کہ پکی ہوئی روٹی اور کھلا ہوا زیتون کا تیل اور ایسی ہی چیزیں آپ کافر سے لے کے استعمال کر سکتے ہیں۔ خریدنے کا ذکر نہیں ہے۔ کافر سے لے کے، غیر مسلم سے لے کے آپ استعمال کر سکتے ہیں جب تک کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کافر نے اسے ایسی رطوبت اور تری سے چھوا ہے۔

جس رطوبت میں، تری میں سرایت کرنے کی صلاحیت ہو۔ سرایت کرنے نہ کرنے کا فرق بھی سمجھ لیجئے کہ مثلاً میں نے اپنے چہرے پر چکنائی محسوس کی اس پر انگلی رکھی۔ انگلی رکھ کے کپڑے پر انگلی رکھی۔ کپڑے پر کوئی اثر نہیں آیا تو اس کے معنی یہ ہیں۔ میرے چہرے پر جو تری تھی۔ اس میں سرایت کرنے کی صلاحیت نہیں تھی اگر سرایت کرنے کی صلاحیت ہوتی تو وہ ہاتھ پر تری دکھائی پڑتی اور کپڑے پر اس کا اثر آتا تو

آ قائے محسن الحکیم اعلی اللہ مقامہ نے اسی حدیث کی روشنی میں مسئلہ بتایا اور حدیث کی روشنی میں ہر عالم کا فتویٰ یہی ہوگا۔ کیا، کہ ہر چیز پاک ہے اس وقت تک جب تک کہ اس کے نجس ہونے کا تمہیں علم نہ ہو جائے تو میں نے ان کا جو فتویٰ نقل کرنا چاہا۔

وہ ان کا خاص جملہ ہے، ان کے فتوے کا جس کے لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں تو فرمایا کہ یہ چیزیں تم غیر مسلم سے خرید کے استعمال کر سکتے ہو جب تک کہ تمہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس نے ایسی تری کے ساتھ جو سرایت کر سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس تری کے ساتھ اسے چھوا ہے۔

نیا مسئلہ اب وہ فقرہ سنئے جس کے لئے میں نے آپ کو زحمت دی۔ آ گے انہوں نے لکھا تھا کہ ظن غالب کافی نہیں ہے اسے نجس ماننے کے لئے۔ ظن معنی گمان اور غالب معنی جو بہت زیادہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی چیز کے آپ سو حصے کر دیں۔

فیصد ایسے ہی تو نکالتے ہیں تو اگر ننانوے فیصدی یہ گمان ہے کہ یہ چیز نجس ہے اسے کافر نے چھوا ہوگا اور ایسی رطوبت کے ساتھ چھوا ہوگا۔ مگر ایک فیصدی اس بات کا گمان ہے کہ ممکن ہے نہ چھوا ہو تو کیا نتیجہ نکلا کہ ظن غالب ہے، یقین نہیں ہے لہٰذا جب تک یقین نہ پیدا ہو جائے تب تک وہ چیز پاک ہے۔ اور اب بتایئے کہ دنیا میں کتنی چیزیں ایسی ہوں گی جن کی نجاست آپ پر ثابت ہوگی اور کتنی چیزیں ایسی ہوں گی جن سے احتراز آپ پر واجب ہو جائے گا۔

مذہب نے ساری دنیا کی چیزیں پاک کر دی ہیں جب تک کہ ان کا نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے لہٰذا کیا مسئلہ نکلتا ہے کہ ہمارا سماج مشکوک چیزوں کو نجس سمجھ لیتا ہے۔ ہمارا سماج جو دیندار، متقی، پرہیز گار سماج ہے، وہ مشکوک سماج ہے وہ مشکوک چیز کو نجس سمجھ لیتا ہے فرش پر بیٹھنے لگے کہا مولوی صاحب یہاں نہ بیٹھئے ہم نے کہا کیوں نہ بیٹھیں۔ کہا!

میرے خیال میں مشکوک ہے یعنی مجھے شک ہے کہ یہ نجس ہے تو ہمارا متقی، پرہیز گار سماج یہ کہتا ہے کہ مشکوک نجس ہے اس سے بچنا چاہیئے اور شریعت سہلہ یہ کہتی ہے کہ جو چیز مشکوک ہے، جب تک مشکوک ہے اس وقت تک پاک ہے جب تک اس کا یقینی طور پر نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ اس ایک چھوٹے سے مسئلہ کی تشریح کے بعد آپ بتائیں کہ اللہ آسانیاں چاہتا ہے یا مشکلیں چاہتا ہے۔ ایک صلوات بھیجدیں محمدؐ وآل محمدؐ پر

تو میں آج پہلے دن حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی تفصیلات سنانے کے بجائے مختصر سی زندگی کی تفصیل بچوں کے لئے سناتا ہوں بزرگ تو جانتے ہیں۔

لیکن میں نے ہمیشہ ایک بات کہی ہے اور وہ پھر آپ سے کہتا ہوں کہ کبھی بھی مجلس سننے والے مجمع میں کسی آدمی کو، کسی ذاکر کی تقریر سے اس وقت نہیں گھبرانا چاہئے کہ یہ بات تو ہم جانتے ہیں جو یہ سنا رہے ہیں یہ اکثر مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ بات تو ہم جانتے ہیں جو یہ سنا رہے ہیں تو کیا سنایا یہ تو ہم جانتے تھے۔ ستر سال کے ایک نکلے، کہا! جو سنایا یہ تو ہم جانتے تھے، ساٹھ سال کے ایک نکلے جو سنایا یہ ہم جانتے تھے، چالیس سال کے نکلے جو سنایا ہم جانتے تھے تو کیا سنایا تو ان کے سارے جاننے والے بزرگوں سے بدست ادب دونوں ہاتھوں کو جوڑ کے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ستر سال کے ہیں جانتے ہیں، ساٹھ سال کے ہیں جانتے ہیں، چالیس سال کے ہیں جانتے ہیں۔

مگر جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے، جانتے تھے۔ کہا، نہیں؟ تب تو نہیں جانتے تھے مگر آج چالیس سال سے جانتے ہیں تو ہم نے کہا کہ آپ چالیس سال سے کیسے جانتے ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم دس سال کے تھے، آج ہم پچاس سال کے ہیں تو اس وقت ایک مجلس ہوئی تھی اس میں ایک مولوی صاحب نے یہی مسئلہ بیان کیا تھا تو ہم

چالیس سال سے یہ مسئلہ جانتے ہیں تو ان بزرگوں کی خدمت میں بصد ادب میری گزارش ہے کہ آپ دس سال کے تھے اور اس وقت ذاکر نے مسئلہ بیان کیا تھا جو آپ جانتے ہیں تو اس وقت بھی ستّر سال والے بڈھے بیٹھے تھے، پچاس سال والے بیٹھے تھے تو اگر اس وقت کے ذاکر نے سوچا ہوتا کہ یہ بوڑھے جاننے والے بیٹھے ہیں، مسئلہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو آپ دس سال کے بچے تھے، جاہل رہ جاتے۔

لہٰذا آج اگر آپ جانتے ہیں تو اسی لئے جانتے ہیں کہ جاننے والوں کی موجودگی میں نہ جاننے والوں کے لئے مسائل بیان کئے جاتے ہیں تو اگر آپ جانتے ہیں تو اسی لئے جانتے ہیں کہ جاننے والوں کی موجودگی میں نہ جاننے والوں کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں تو آج اگر آپ جانتے ہیں تو ان کے لئے بتانے دیجئے جو آج نہیں جانتے ہیں۔

تو مجھے بہت اختصار کے ساتھ ذکر معصومینؑ بھی ہوتا رہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک معصومؑ کی زندگی کے اختصار کے ساتھ ساتھ مذہب کا ایک پیغام بھی ہمارے آپ کے سامنے آتا رہے کہ بجائے اس کے کہ ہم بے دین سماج اور معاشرے کی طرف بڑھتے جائیں اپنا معاشرہ پلٹائیں اور دیندار معاشرے کی طرف پلٹ کے جائیں تو حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سمجھ گئے کہ صلوات پڑھنا بچوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے کہ آپ ماشاء اللہ بڑے ہو گئے ہیں۔ خیر کم سے کم زمانے میں تو اتنا انقلاب آگیا جب نبیؐ نے پہلی تقریر کی تھی تو بچے شور مچا رہے تھے اور جب حضور کا تذکرہ ہو رہا ہے تو بچے ان کے نام پر درود بھیج رہے ہیں۔

تو بہت اختصار کے ساتھ جس سال ابرہہ نے خانۂ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کی فوج لے کے حملہ کیا اور ابابیل کا لشکر آیا تھا اللہ کی طرف سے اور ہر ابابیل ایک چڑیا ہوتی ہے، ابابیل کے پنجے اور چونچ میں کنکریاں تھیں اوپر سے کنکریاں جو انہوں نے

برسائیں تو سارا لشکر بھوسا ہو گیا بھوسا، ابرہہ بچ گیا، لشکر تباہ ہو گیا تو اس بڑے واقعہ کی بنا پر عربوں نے یہ سن شروع کیا۔ عام الفیل ہاتھی والا سال۔ ہاتھی والا سال زندہ ہاتھی نہیں۔ ہاتھیوں کے مرجانے والا سال، اسی سال حضور سرورکائنات کی پیدائش ہوئی یعنی یوں سمجھئے کہ جب نبیؑ پیدا نہیں ہوئے تھے تو اس دنیا میں آنے سے پہلے اثرات یہ پیدا ہوئے کہ باطل کا لشکر تہس نہس ہو گیا۔

پیغمبرؐ پیدا ہوئے اور آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد جناب عبداللہؑ کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ جب پیدا ہوئے تو یتیم پیدا ہوئے، ماں نے بھی انتقال کیا، جب آپ چار سال کے تھے۔ آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں تھے۔ انہوں نے بھی انتقال کیا، جب آپؐ آٹھ سال کے تھے اور مختلف روایتوں کا خلاصہ اور مجموعہ یہ ہے کہ جناب عبدالمطلبؑ نے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت کی تھی حضورؐ کے بارے میں کہ میری چھوڑی ہوئی امانتوں میں سے سب سے پہلے اہم ترین امانت یہ میرا فرزند ہے جسے میں چھوڑ کے جا رہا ہوں اور جناب ابوطالبؑ کے حوالے کیا۔

میں نے مختلف روایتوں کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ کتابوں میں یہ بھی تذکرہ ہے کہ سب کو وصیت کر کے حضورؐ کو جناب ابوطالبؑ کے حوالے کیا اور سب کو بلا کے وصیت کر کے آپ کے دادا نے اپنے پوتے سے یعنی حضورؐ سے یہ کہا کہ تم جس کو پسند کرو اس کی گود میں چلے جاؤ۔ بس پیغمبرؐ اٹھ کے ابوطالبؑ کی گود میں آ کے بیٹھ گئے۔ نبیؑ بچپنے میں بھی نبیؑ ہوتا ہے تو بچپنے کی نگاہ نبوت نے بھی اگر کوئی گود پسند کی تھی تو ابوطالبؑ ہی کی گود پسند کی تھی۔

اس کے بعد آپ ابوطالبؑ کی پرورش میں رہے اور اس کے بعد جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو آپؐ نے پہلی شادی جناب خدیجہؑ سے کی جن کی عمر چالیس سال کی تھی۔ پچیس سالہ جوان نے چالیس سالہ عورت سے شادی کر کے شادی کے معیار کو غیر

جنسی بنادیا۔ یعنی شوہر کی عمر پچیس سال اور بیوی کی عمر چالیس سال، پندرہ سال بڑی اور جب تک خدیجہؑ زندہ رہیں نبیؐ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی اور جب خدیجہؑ کا انتقال ہوگیا تو نبیؐ نے اتنی شادیاں کیں، نبیؐ نے اتنی شادیاں کیں کہ ایک ایک وقت میں نونو بیویاں جمع ہوگئیں۔

پیغمبرؐ نے کچھ کیا یا نہیں کیا اور کیوں کیا؟ میں سارے مسائل میں اس وقت الجھاؤں گا نہیں مگر ایک لفظ یہ کہوں گا کہ نونو بیویوں کا جمع ہوجانا یہ بتاتا ہے کہ یہ نومل کے بھی خدیجہؑ کے برابر نہیں تھیں، یہ نومل کے بھی خدیجہؑ کے برابر نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ بھی کبھی کبھی الجھایا جاتا ہے اور عیسائی مشن نے اس کو بدنام کرنے کے لئے، حضورؐ کے دامن پاک کو برباد کرنے کے لئے بے حد پروپیگنڈہ کیا ہے کہ نبیؐ تو ایک جنسی ذہن رکھنے والے آدمی تھے۔ جن کے پاس خواہشات کا اتنا زیادہ زور تھا کہ انہوں نے نونو شادیاں کیں۔ میں تفصیل میں چلا جاؤں گا تو ساری مجلس کا وقت اسی میں خرچ ہوجائے گا لیکن ذرا تلاش کیجئے گا کہ جن عورتوں سے شادی کی ہیں ان عورتوں کی عمریں کتنی تھیں۔ اس وقت آپ کو اندازہ ہوجائے گا۔ لیکن میں اپنے استاد مرحوم علامہ عدیل اختر صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ کا ایک فقرہ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ایک صلوات پڑھ دیں کہ جس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سماج اس طرح کا ہے کہ ایک بیوی، ایک دوست اور دو بیویاں دو دشمن یعنی اگر کسی کی ایک بیوی ہے تو وہ اپنے شوہر کی دوست رہے گی کہ اس کا مال میرا مال ہے، اس کی عزت میری عزت ہے، اس کے ہر نفع ونقصان کو دیکھنا چاہیئے اور جب دو بیویاں ہوگئیں تو دو دشمن پیدا ہوگئے۔ تباہ ہوتا ہے وہ، تو وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضورؐ نے بیک وقت نو بیویاں جمع کرکے اپنے کو نو دشمنوں کے درمیان رکھا دنیا کو یہ بتانے

کے لئے کہ اگر ہماری گھریلو زندگی میں بھی کہیں کردار میں کوئی کمی ہوتی تو ان نو دشمنوں کے آپس میں ٹکرانے سے وہ کمی تمہارے سامنے آگئی ہوتی۔ مگر یہ آپس میں لڑنے والی بھی پیغمبر کی کبھی شاکی نہ ہوسکیں، یہ کمال کردار محمد مصطفیٰؐ ہے اور ایک ذرا سا آپ کے منھ کا ذائقہ بدلنے کے لئے کہ آپ کا موڈ زیادہ خراب نہ ہونے پائے۔ استاد مرحوم کی بات میں بھی ترمیم کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اپنے زمانے کی بات کہی تھی۔ ایک بیوی ایک دوست یعنی بڑی مشکل سے یہ بات کہی جاسکتی ہے اور دو بیویاں دو دشمن اس لئے کہ جب دو بیویاں ہوجائیں گی تو لڑائی ہوگی ان کو زیادہ دیتے ہیں، ہم کو کم دیتے ہیں لہٰذا دودو ہوتا رہے مار کی کوئی حرج نہیں، عزت برباد ہوتی رہے کوئی حرج نہیں تو ہمارے استاد مرحوم کے زمانے میں ایک بیوی ایک دوست، ان کا انتقال ہوگیا۔ ہم ابھی زندہ ہیں ایک نہ ایک دن انتقال ہو ہی جائے گا۔

تو ابھی ہماری زندگی میں سوسائٹی یہاں تک بدل گئی ہے کہ اکثر بیوی یعنی ایک دشمن برا نہ مانئے گا، ایک بیوی وہ بھی ایک دشمن اس لئے کہ نئے فیشن کی ڈوبی ہوئی لڑکیوں کو اتنا کچھ چاہیئے کہ شوہر کما کے اس کو پورا نہیں کرسکتا ہے جب تک حلال وحرام کو ایک کرکے ان کی فرمائشیں نہ پوری کرے تب تک وہ شوہر بن نہیں سکتا ہے تو جب وہ حلال وحرام کو ایک کردے گا تو یہ دوزخ میں جائے گا اور یہ فیشن کریں گی۔ یہ دوست ہے کہ دشمن، ممکن ہے کوئی ناگواری محسوس کرے کہ مولوی صاحب بھی کہتے ہیں تو عورتوں ہی کو کہتے ہیں۔ نہیں اس زمانے کی بیویاں بھی دشمن ہیں اور اس زمانے کے شوہر بھی دشمن ہیں۔

ان کی بھی بات سن لیجئے جہاں ایسی لڑکیاں ہیں کہ نئے ماحول سے متاثر جن کو فیشن کے لئے اتنا کچھ چاہیئے کہ حلال وحرام کے کمائے بغیر فرمائشیں پوری نہیں ہوسکتی ہیں۔ وہاں اسی سماج میں ایسے شوہر بھی ہیں جو اپنے حق شوہرانہ کا دباؤ ڈال کے بیوی پر اثر انداز ہوتے ہیں کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ یہ نہیں دیکھنا ہے۔ جو ہم کہتے ہیں وہ کرو

اگر ہماری سوسائٹی میں ایسے شوہر موجود ہیں جنہوں نے چادر اوڑھنے والی عورتوں کی چادریں اتروادی ہیں تو یہ شوہر اپنی بیوی کا دشمن ہے، اگر آج سماج میں ایسی بیویاں موجود ہیں جنہوں نے اپنے فیشن کو پورا کرنے کے لئے شوہر کو مجبور کیا ہے کہ حرام کماؤ، خمس مت نکالو، زکوٰۃ مت نکالو، ماں باپ کی خدمت مت کرو تو یہ سب ہیں جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ قرآن مجید نے ایک ہی اصول بیان کیا ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کرو، مگر نیکی میں اور عبادت میں مدد کرو، گناہ میں اور معصیت میں مددمت کرو۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

تو ممکن ہے اتنی دیر میں آپ بھول بھی گئے ہوں مگر ہمیں یاد ہے کہ ہم بیان کو یہاں تک لے آئے تھے۔ حضورؐ کی سیرت سناتے سناتے کہ آپ نے پچیس سال کی عمر میں جناب خدیجہؑ سے عقد کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں تب تک آپؐ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی اور جب آپ کا سن مبارک چالیس سال کا ہوا تو پروردگار عالم کا حکم ہوا کہ اب تبلیغ شروع کرو مگر کہا کہ تبلیغ شروع کرو آہستہ آہستہ، رازدارانہ طور پر پالنے والے تو خدا ہے تجھے کیا ڈر اور تیرے نبیؐ کو کیا ڈر، جس نبیؐ کا نواسہ کربلا میں نہیں ڈرتا، جس نواسے کا چھ مہینے کا بچہ کربلا میں نہیں ڈرتا تو اے خدا تجھے کیا ڈر ہے۔ جب تیرا نبیؐ بھی نہیں ڈرتا ہے یہ تو نے کیوں کہا ہے کہ نبیؐ تبلیغ شروع کرو مگر آہستہ آہستہ، رازدارانہ طور پر یعنی جن کو مناسب دیکھو ان کو بتاؤ اور جنھیں نامناسب دیکھو نہ بتاؤ، یہ نبیؐ کو حکم نہیں دیا جا رہا ہے، یہ اصول تبلیغ بتایا جا رہا ہے کہ اگر اچانک آپ کسی بھی بگڑی ہوئی سوسائٹی کو بدلنا چاہیں گے تو اتنی سختی نہ کیجئے کہ لکڑی ٹوٹ جائے بلکہ آہستہ آہستہ ان کو موڑیئے، آہستہ آہستہ ان کو آمادہ کیجئے، آہستہ آہستہ ان میں تبلیغ کیجئے موقع نہیں ہے پھر کبھی آپ کو سناؤں گا، انشاء اللہ۔

مختصر یہ ہے کہ شریعت ایک دم سے نہیں آئی ہے، کبھی نماز واجب ہوئی ہے، کبھی روزہ واجب ہوا ہے، کبھی حج واجب ہوا ہے، کبھی شراب حرام ہوئی ہے تو یہ شریعت آہستہ

آہستہ کیوں آرہی ہے اس لئے کہ معلوم ہے کہ بگڑی ہوئی سوسائٹی ایک دم سے سدھرا نہیں کرتی لیکن کافر سوسائٹی ایک دم سے بگڑی ہوئی تھی للہذا ایک دم سے دین نہیں آیا ہماری آپ کی سوسائٹی تو مسلمان سوسائٹی ہے۔اس کے لئے تبلیغ میں نرمی چاہیئے مگر شریعت کے احکام کی پابندی میں ایسی نرمی کی ضرورت نہیں ہے کہ مولوی صاحب اس سال ابھی نماز پڑھنے دیجئے اگلے سال سے روزہ شروع کریں گے نہیں؟ یہ گنجائش اس کافر سوسائٹی کے لئے تھی۔

ہمارے لئے نماز بھی واجب ہے، روزہ بھی واجب ہے تو جب چالیس سال کے تھے تو تبلیغ کا آغاز کیا اور جب تینتالیس سال کے ہوئے تو کھلی ہوئی تبلیغ کا اعلان کیا اور جب کھلی ہوئی تبلیغ کا اعلان کیا تو وہیں مددگار مانگا اور جب مدد کے لئے مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ کیا اور نبیؐ نے اعلان کیا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے للہذا میں اپنے وعدے کے مطابق وعدہ کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ یہ میرے وصی ہیں، میرے بھائی ہیں، میرے وزیر ہیں، میرے خلیفہ ہیں ان کی اطاعت تم پر واجب ہے اور جب پیغمبرؐ کی عمر مبارک ترپن سال کی تھی تو آپؐ نے مکہ چھوڑ کے مدینے کی طرف ہجرت کی ہے اور جب آپؐ کی عمر ترسٹھ سال کی تھی تو آپؐ نے اس دنیا سے رحلت کی ہے اور جب رحلت کی ہے تو مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی گود میں حضورؐ کا سر تھا۔

آج بھی اگر آپ روایت کے الفاظ کی نرمی اور گرمی محسوس کر سکیں تو آج بھی کتابوں میں یہ فقرہ موجود ہے کہ مولاؑ زندگی بھر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے سینے کا سہارا لیکر کے پیغمبرؐ میری گود میں لیٹ گئے تھے اور مجھے آج تک پیغمبرؐ کی آخری سانسوں کی گرمی محسوس ہوتی ہے۔ یہ ہے پیغمبرؐ کی زندگی، مختصر تاریخ جو میں نے اپنے بچوں کے لئے سنائی ہے بڑے تو جانتے ہی ہیں۔

آپ نے تاریخ بھی سن لی اور آج کی مجلس کا پیغام بھی سن لیا کہ مذہب کو اگر ہم نے مشکل سمجھا ہے تو اس لئے سمجھا ہے کہ ہم مذہب کے مسائل صحیح طور پر سمجھنا نہیں چاہتے ہیں۔ اگر مذہب کے مسائل ہم صحیح طور پر سمجھنے کے لئے تیار ہو جائیں تو مذہب بے حد آسان ہے۔ کسی نے ہم سے پوچھا نماز نہیں پڑھتے ہو، کہا! مولوی صاحب موقع نہیں ملتا ہے، ہم نے کہا موقع کیوں نہیں ملتا ہے۔ کہا! مولوی صاحب اپنی فیکٹری میں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا وہاں کہیں پانی ہے، نل ہے کہا! ہاں ہے تو، ہم نے کہا وضو کر لیا کرو۔ کہا! انھیں کپڑوں میں کام کرتے ہیں دل نہیں مانتا کہ پتہ نہیں پاک ہے کہ نجس ہے یہ تقوائے شیطانی ہے۔ یعنی دل نہیں مانتا ہے یعنی ہم اپنے خیال میں بڑے پرہیزگار ہیں کہ لباس پاکیزہ ہوگا تو پڑھیں گے اور نتیجے میں ہم بے نمازی ہو رہے ہیں تو یہ تقوائے رحمانی نہیں ہے، تقوائے شیطانی ہے۔

آپ کہیں کام کرتے ہیں، کسی آفس میں کام کرتے ہیں، کسی فیکٹری میں کام کرتے ہیں، کوئی ایسی کھلی ہوئی زمین پائی جاتی ہے جس کے بارے میں آپ کو یہ علم نہیں ہے کہ یہ نجس ہے آپ اس پر بغیر سجدگاہ کے نماز پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ زمین پاک ہے تو آپ اس پر نماز پڑھ لیجئے اور جہاں پانی پایا جاتا ہے، تین چلو کا وضو کر لیجئے اگر پڑھنا چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں اور اگر نہیں پڑھنا ہے تو گھر میں بھی نہیں پڑھ سکتے۔

تو بس خلاصۂ کلام کیا ہے۔ سب باتیں ایک ہی دن سنانا ممکن بھی نہیں ہے اور اگر سنا دیں گے تو چودہ دن سنائیں گے کیا؟ تو آج کی بات ایک طرف پیغمبرؐ کی سیرت کا خلاصہ میں نے اپنے بچوں کے سامنے رکھ دیا اور دوسری طرف گذارش یہ کی ہے کہ ذہن سے اس بات کو نکال دیجئے کہ مذہب مشکلات پیدا کرتا ہے، مذہب کی پابندی دشوار ہے۔ نہیں؟ مذہب کے صحیح طور پر مسائل آپ معلوم کریں، پابندی کرنے کی نیت کریں تو مذہب

پر عمل کرنا آسان ہے دشوار نہیں ہے۔

یہ ساری باتیں آج سنانا ممکن نہیں آج میں نے سلسلۂ بیان کا آغاز کیا ہے مذہب کا ماننا تو اس دن مشکل تھا جس دن کا نام تھا عاشورہ ورنہ مذہب کا ماننا مشکل نہیں ہے۔ عاشورا اس دن کا نام ہے جس دن مذہب کا ماننا مشکل تھا لہٰذا امیر کارواں حسینؑ بن علیؑ جب اس مشکل دن کے لئے اپنا کارواں لے کے چلے تھے تو مجمع چھانٹتے ہوئے چلے تھے، مجمع لیتے ہوئے نہیں چلے تھے، مدینے سے چلے مکے کی طرف، مکے سے چلے کوفے کی طرف، کوفے کے راستے سے چلے کربلا کی طرف اور دو محرم سے لے کر شب عاشور تک حسینؑ کی ایک ہی تقریر کہ ہم موت کی طرف جا رہے ہیں، ہم شہادت کی طرف جا رہے ہیں، ہم دین بچانے کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے جا رہے ہیں لہٰذا جس میں اتنی ہمت ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔

آج مذہب کیا کہتا ہے۔ مذہب آج یہ نہیں کہتا ہے کہ جس میں ہمت ہو وہ مسلمان ہو جائے، آج مذہب کہتا ہے سب مسلمان ہو جاؤ آج وہ دن ہے جب مذہب پر عمل کرنا آسان ہے لیکن عاشور کا دن وہ دن تھا جس دن مذہب پر عمل کرنا مشکل تھا لہٰذا حسینؑ مجمع کا انتخاب کر رہے تھے کہ آج کوئی ایسا کچا ساتھی ہمارے ساتھ نہ رہ جائے جو یہاں بھی بے کرداری اور بدکرداری میں ہمارے کردار کے ساتھ شامل ہو جائے۔ چند منٹ گھنٹے میں باقی ہیں اتنی دیر میں مجھے اتنا ہی سنا دینا ہے کہ جو بھی شریک کارواں حسینؑ ہو رہا تھا وہ یہ سمجھ کے ہو رہا تھا کہ ہم اس مہم پر جا رہے ہیں جس دن مذہب کی پابندی مشکل ہوگی اور اس مشکل دن پر مذہب کی پابندی اس لئے کرنا ہے کہ اگلی نسلوں کے لئے یزیدیت مٹ جائے اور آسان دین باقی رہ جائے۔

زینب سمجھتی تھیں کہ نہیں سمجھتی تھیں، ربابؑ جانتی تھیں یا نہیں جانتی تھیں، عباسؑ کو

معلوم تھا یا نہیں معلوم تھا یہ تو سوچنے اور سمجھنے کی بات ہی نہیں ہے۔ میں تو یہ سناؤں گا آپ کو اس موقع پر کہ جب حسینؑ کربلا سے چلے ہیں تو جناب زہیر قینؒ بھی ساتھ چلے ہیں مگر چلتے ساتھ تھے اترتے الگ تھے، زہیر قینؒ امامؑ سے ملتے نہیں تھے اور تاریخ یہ بتاتی ہے کہ زہیر قینؒ کا مذہب کسی زمانے میں اہلبیتؑ کے مذہب کے مخالف تھا۔

اس کا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ جب وہ کربلا کے میدان میں امامؑ کی طرف سے لڑنے کے لئے آئے ہیں تو ان کے پرانے مذہب کے جاننے والوں نے ان سے یہی کہا ہے کہ زہیر قینؒ تم تو فلاں مذہب پر تھے، یہ آل محمدؐ کے ساتھ کیسے نظر آرہے ہو لیکن جیسے ہزار سواروں کا سردار حرؒ یزید کی فوج سے نکل کے حسینؑ کی طرف آگیا تھا ویسے ہی پرانے مذہب کو چھوڑ کر کے، جو دین آل محمدؐ نہیں تھا اس کو چھوڑ کے زہیر قینؒ ادھر آگئے تھے۔ میں نے وہ لفظیں استعمال نہیں کی ہیں جو تاریخ میں آئی ہیں۔ شوق ہو تو آپ تاریخ میں پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پرانا مذہب کیا تھا زہیر قینؒ کا اور نیا مذہب جو آل محمدؐ کا مذہب تھا اور اس کے مقابل میں کون سا مذہب تھا خود پڑھئے بتاؤں گا نہیں۔

اب مجھے آپ کی خدمت میں اتنا تذکرہ کرنا ہے کہ زہیر قینؒ کو امامؑ نے جناب علی اکبرؑ کو بھیج کے بلایا تھا۔ زہیرؒ جتنا بھی فخر کرو کم ہے حسینؑ کسی غلام کو بھیج کے بلا سکتے ہیں لیکن یہ احترام زہیر قینؒ ہے کہ جناب علی اکبرؑ کو بھیجا اور علی اکبرؑ نے جاکے جب آواز دی زہیر قینؒ کو تو دسترخوان بچھا ہوا تھا میاں بیوی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک مرتبہ جناب علی اکبرؑ نے آواز دی۔ زہیرؒ نے پوچھا کون، کہا میں فرزند حسینؑ بن علیؑ ہوں اور میرے بابا نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میرے باپ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔

جناب علی اکبرؑ واپس ہو گئے۔ زہیر قینؒ کی بیوی نے کھانا روک دیا اور تھوڑی دیر کے بعد زہیرؒ سے پوچھا؟ کیا سوچ رہے ہو۔ کہا یہی سوچ رہا ہوں کہ جاؤں کہ نہ

جاؤں۔تو ایک مرتبہ زہیرؑ کی بیوی بے حد بے چین ہوگئیں کہا! اللہ آج منزل یہ آ گئی ہے کہ بجائے اس کے کہ تم خود جاتے، حسینؑ بلائیں اور کسی نوکر اور غلام کے بجائے اپنے فرزند کو بھیج کے بلائیں، اس فرزند کو بھیجیں جو شبیہ پیغمبرؐ ہے، پیغمبرؐ کا نواسہ بلائے، بلانے کے لئے شبیہ پیغمبرؐ آئے اور تم یہ سوچو کہ جاؤں کہ نہ جاؤں۔

کاش تمہارے بجائے میں مرد ہوتی۔ اٹھ کھڑے ہوئے زہیر قینؑ بڑی دیر کے بعد پلٹے، اتنی دیر میں بیوی منتظر رہی کہ پتہ نہیں، کیوں نہیں پلٹے اور جب پلٹے تو چہرے پر سو فیصدی اطمینان۔کہا! زہیرؑ مولاؑ سے کیا بات ہوئی۔کہا بس اب مختصر یہ ہے کہ میں مولاؑ کے قافلے میں شامل ہوگیا۔کہا الحمد للہ کہ تم مولاؑ کے قافلے میں شامل ہوگئے۔کہا کہ سنو میں تو اس طرح شامل ہوگیا کہ میں پلٹ کے تم سے ملنے بھی نہ آتا۔مگر مجھے ایک خیال آیا ہے۔کہا! وہ کیا خیال ہے؟ کہا! میں تجھے طلاق دینے آیا ہوں۔

اس مومنہ نے کہا کہ کون سی مجھ سے خطا ہوئی ہے کہ تم طلاق دے رہے ہو تو زہیر قینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔کہا بی بی خطا نہیں کی میں حسینؑ کے قافلے میں شامل ہوا ہوں یعنی یہ گلا کٹے گا، حسینؑ کے قافلے میں شامل ہوا ہوں یعنی میری لاش پہ گھوڑے دوڑائے جائیں گے، حسینؑ کے قافلے میں شامل ہوا ہوں یعنی میری شہادت کے بعد خیمے جلائے جائیں گے، حسینؑ کے قافلے میں شامل ہوا ہوں یعنی میرے بعد گھر والے قیدی بنائے جائیں گے تو اگر تم میری بیوی باقی رہوگی تو قیدی بنا کے لے جائی جاؤ گی۔میری غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی ہے کہ میرے مرجانے کے بعد تم کو قیدی بنایا جائے تمہیں کھلے سر پھرایا جائے۔

اس مومنہ نے کہا طلاق نہ دو، ایک کام کرو، ہمارے تمہارے درمیان یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ تم حسینؑ کے ساتھ جاؤ، میں سیدھے کوفے چلی جاتی ہوں۔واقعۂ کربلا ہوگیا جب زہیر قینؑ کی بیوی کو پتہ چلا کہ زہیرؑ شہید ہوگئے، مولاؑ بھی شہید ہوگئے تو غلام کو

بلایا اور کہا کہ یہ چادر لے جا اور جا کے ڈھونڈھنا تیرے آقا زہیرؒ کی لاش پڑی ہوگی، بے کفن پڑی ہوگی اس پر چادر ڈال دینا، غلام چادر ڈال کے آیا مگر روتا ہوا آیا اور آ کے یہ آواز دی مالکہ میری یہ خطا معاف کر دو کہا کہ جو میں نے جا کے دیکھا تو میرے آقا کی لاش بھی پڑی تھی اور میرے آقا کے آقا کی لاش بھی پڑی تھی تو جب میں نے دیکھا کہ فرزند فاطمہؑ کی لاش بھی پڑی ہے تو میں نے زہیرؒ کے اوپر چادر نہیں ڈالی۔ حسینؑ پر چادر ڈال دی، اپنے آقا کی لاش ویسے ہی چھوڑ کے چلا آیا۔ بیوۂ زہیرؒ نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ میرا دل خوش، میری شہزادی شاد و فرحاں ہوگئی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۲)

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

میں روزانہ آپ کے سامنے قرآن مجید کے اس فقرے کی تلاوت کرتا ہوں جس میں پروردگار عالم نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے لئے سہولتیں اور آسانیاں چاہتا ہے اور تمہارے لئے سختیاں اور مشکلیں نہیں چاہتا ہے میں نے اپنے پچھلے بیانات میں اس بات کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ مذہب آسان ہے، مذہب مشکل نہیں ہے، دین پر عمل مشکل نہیں ہے۔ ہم کبھی کبھی دین کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں جس کی بنا پر دین مشکل معلوم ہوتا ہے۔

آج مجھے اس سلسلہ میں اپنی گفتگو یہاں سے شروع کرنا ہے کہ آسان اور مشکل دو لفظیں ہیں اور دو لفظوں کے معنی تو ضرور ہیں مگر ان دونوں لفظوں میں سے کسی لفظ کا کوئی معیار نہیں ہے یعنی میری اس بات کا مطلب یہ ہے کہ کسی بات کے لئے یہ طے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ بات ہر شخص کے لئے مشکل ہے اور ہر حال میں مشکل ہے اور ویسے ہی یہ بات بھی طے کرنا دشوار ہے کہ یہ بات آسان ہے ہر حال میں آسان ہے اور ہر شخص کے لئے آسان ہے بلکہ آسانی اور مشکل یہ دو ایسی چیزیں ہیں۔ حالات اور افراد دونوں کے اعتبار

سے دونوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ایک کام ایک وقت میں مشکل معلوم ہوتا ہے وہی کام دوسرے وقت میں آسان معلوم ہوتا ہے ایک کام ایک آدمی کے لئے مشکل معلوم ہوتا ہے اور وہی کام دوسرے آدمی کی نگاہ میں آسان معلوم ہوتا ہے تو میں صرف اتنی بات کہنا چاہتا ہوں کہ عملی زندگی میں مشکل اور آسان کی اہمیت کم ہے اس کی اصلی اہمیت خیالات کی دنیا میں ہے۔

ہم جس چیز کو مشکل سمجھ لیتے ہیں وہ نہ بھی مشکل ہو تو بھی مشکل ہو جاتی ہے اور ہم جس بات کو آسان سمجھ لیتے ہیں وہ نہ بھی آسان ہو تو آسان ہو جاتی ہے تو اگر آپ نے اتنی دیر کی میری باتوں پر توجہ دی ہے تو میں اپنے محترم مجمع سے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ سہل کیا ہے، آسان کیا ہے، مشکل کیا ہے، دشوار کیا ہے۔

عمل سے زیادہ ان کا تعلق آدمی کے خیالات سے ہے ایک ہی کلاس میں ایک ہی ٹیچر سے پڑھنے والے ایک ہی ماں باپ کے دو بچے ایک کی نظر میں ایک سبجیکٹ، ایک مضمون آسان ہوتا ہے۔ایک کی نگاہ میں مشکل ہوتا ہے جو اس کے خیال میں آسان ہوتا ہے وہ اس کے خیال میں مشکل ہوتا ہے جو اس کے خیال میں آسان ہوتا ہے وہ اس کے خیال میں مشکل ہوتا ہے تو میں صرف اتنی سی بات کے لئے توجہ چاہتا ہوں کہ آسانی اور مشکل کے پیچھے اکثر ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو اثر انداز ہوتے ہیں۔

کل کا بیان اگر آپ کے پیش نظر ہے تو میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب پروردگار عالم نے ہم سے مکرر یہ بات کہی ''یرید اللّٰہ بکم الیسر ، ولا یرید بکم العسر'' اللہ تم سے صرف آسانیاں چاہتا ہے آسان عبادت چاہتا ہے۔تمہارے لئے مشکل عبادت نہیں چاہتا تو اس کے بعد ہمارے دل و دماغ سے یہ خیال تو نکل ہی جانا چاہیئے کہ دین پر عمل کرنا دشوار ہے۔یہ دشواری کہاں سے پیدا ہوتی ہے اس

دشواری میں اکثر ہمارے خیالات کو دخل ہوتا ہے میرے کہنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ صرف خیالات کا تعلق ہوتا ہے حالات کا تعلق نہیں ہوتا ہے۔نہیں آسان اور مشکل کا تعلق حالات سے بھی ہوتا ہے اور خیالات سے بھی ہوتا ہے جہاں آسانی اور مشکل کا تعلق حالات سے ہوتا ہے وہاں حالات کے مطابق مذہب آسانیوں میں آسانیاں آسانیوں سے زیادہ آسانیاں پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے روزمرہ کے بنے ہوئے مسائل میں آپ کو یاد دلا دوں نماز کھڑے ہو کے پڑھنا چاہیئے ،خیالات کا تعلق ابھی نہیں ہے حالات کا تعلق ہے۔

ایک آدمی بیماری کی وجہ سے ،کمزوری کی وجہ سے کھڑے ہو کے نہیں پڑھ سکتا تو اب اس کے لئے کھڑے ہو کے پڑھنا مشکل ہوا حالات کی بنا پر تو مذہب نے کہا کہ تم بیٹھ کے پڑھو ایک ایسا آدمی ہے جس کے لئے بیٹھ کے پڑھنا بھی مشکل ہے حالات کے اعتبار سے ،کہا تم لیٹ کے پڑھو ،لیٹ کے پڑھنے والے سے کہا کہ تم رکوع اور سجدے کے لئے اپنی گردن کو حرکت دو کہ یہ ہم گردن جھکا رہے ہیں رکوع کی نیت سے یہ ہم گردن جھکا رہے ہیں سجدے کی نیت سے ،حالات نے اور مجبور کر دیا تو کہا اگر تم گردن کو حرکت نہیں دے سکتے ہو تو آنکھوں کو کھولو اور بند کر و اس نیت سے کہ یہ ہم نے رکوع کیا ہے ، یہ ہم نے سجدہ کیا ہے۔

اب بھی حالات میں دشواری ہوئی کہ اب آنکھ بھی نہیں کھلتی اور بند ہوتی تو کہا کہ تم فقط یہ اپنے دل میں نیت کرو کہ ہم رکوع کر رہے ہیں دل میں نیت کرو کہ ہم سجدہ کر رہے ہیں ہم تم کو نماز کا ثواب دے دیں گے ۔یعنی اتنی دیر میں ایک صلوات کا پڑھنا آسان ہو گیا۔

تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے نوجوان اور خاص طور سے میری بیٹیاں اس بات کو محسوس کریں کہ جہاں تک مشکل کا تعلق حالات سے ہوتا ہے۔ مذہب حالات کے اعتبار

سے احکام میں نرمی خود بخود پیدا کرتا ہے۔جتنی مثالیں آپ چاہیں ڈھونڈھ لیں۔

وضو کرنے کے لئے،تیمّم کرنے کے لئے،غسل کرنے کے لئے ایک اچھا مسئلہ ہمیں یاد آ گیا اس کے پہلے بھی یقیناً سنایا ہو گا مگر پھر سنئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ جسم پر کوئی ایسی چیز نہ لگی ہو جو پانی کو جلد تک،کھال تک پہنچنے نہ دے۔غسل کرنا ہے تو پورے جسم پر کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ جو پانی کو جسم تک،کھال تک نہ پہنچنے دے۔وضو کرنا ہے تو جن حصوں کا تعلق وضو سے ہے اس حصے پر کوئی ایسی چیز نہ ہو۔تیمّم کرنا ہے تو حصہ تیمّم پر کوئی ایسی چیز نہ ہو کہ اس پر خاک والا ہاتھ پھیرا نہ جا سکے۔لیکن اگر مجبوری پیدا ہو گئی مثال کے طور پر ایک آدمی کو چوٹ لگی ہے اس کا زخم بندھا ہوا ہے پانی اس کے لئے مضر ہے تو اب شریعت نے اس کا کیا حکم دیا کہ تم سارے حصے کا غسل کرو،سارے حصے کا وضو کرو،سارے حصے کا تیمّم کرو۔لیکن جس حصے پر پانی نہیں پہنچایا جا سکتا ہے یا خاک والا ہاتھ نہیں پھیرا جا سکتا ہے اس حصے کو جس پر پٹی بندھی ہوئی ہے اس کے اوپر بھیگا ہوا ہاتھ پھیر دو۔تمہارا وضو پورا ہو جائے گا تو اگر حالات میں مجبوری اور مشکل پیدا ہو گئی تو مذہب آسانی پیدا کر دے گا۔

مسئلہ مجھے کیا یاد آیا میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن نئی لڑکیاں شاید پچاس فیصدی ناخنوں پر پالش لگانے کی عادی بن چکی ہیں۔وہ بھی ہیں جہاں ناخن بڑھائے جاتے ہیں اور ان کا تعلق لڑکیوں ہی سے نہیں ہے ہمارے بچے بھی اس میں کچھ کمزور نہیں ہیں۔ ہمیں مولوی ہو کے پتہ نہیں لگتا کبھی کہ ناخن بڑھتے ہیں ایک آدھ مرتبہ مصافحہ میں کوئی چیز ہمارے ہاتھ میں کھٹکی تو ہمیں پتہ چلا کہ یہ کیا چیز تھی تو معلوم ہوا کہ جس نوجوان نے مصافحہ کیا ہے اس نے اپنی انگلی کا ناخن اتنا تیز کر رکھا تھا کہ اس سے آدمی زخمی کیا جا سکتا تھا تو یہ ناخن بڑھانے والی بات اور یہ ناخن پر پالش کرنے والی بات نیل پالش ان دونوں سے وضو غسل اور تیمّم کے غلط ہو جانے کے سو فیصدی امکانات پائے جاتے ہیں۔اس لئے کہ

ناخن پر پالش لگی ہوئی ہے تب تک وضو صحیح ہو ہی نہیں سکتا، غسل صحیح ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک پانی نہیں پہنچے گا تب تک نہ غسل صحیح ہوگا، نہ وضو صحیح ہوگا اور بڑھے ہوئے ناخن میں کیا زحمت ہے کہ جتنا ناخن بڑھ گیا وہ کھل گیا اور جتنا حصہ کھل گیا وضو میں اس کو دھونا ضروری ہے اب اگر وہ صاف نہیں ہے اس میں میل جما ہوا ہے تو جب تک ہم میل وہاں تک صاف کر کے وہاں تک پانی نہیں پہنچا لیں گے ہمارا وضو صحیح نہیں ہوگا۔

تو یہ شیطان نے جو چھوٹے چھوٹے فیشن پیدا کئے ہیں۔ ہم اسے فیشن سمجھتے ہیں۔ وہ دین کو بگاڑنے کے لئے ایسی راہیں پیدا کرتا ہے کہ دین کے احکام پر عمل نہ ہو سکے تو میں مسائل کا ڈھیر آپ کے سامنے نہیں لگاؤں گا۔ اس لئے کہ مجھے ابھی اگلی باتیں کہنا ہیں ابھی تک میں نے جو کچھ آپ کے سامنے کہا ہے اسے ایک مرتبہ خلاصے کے طور پر آپ ان لفظوں میں یاد رکھ سکتے ہیں کہ آسانی اور مشکل کا تعلق کبھی حالات کی بنا پر ہوتا ہے اور کبھی خیالات کی بنا پر۔ ہم رکے اس لئے ہیں کہ کسی ایک کے دماغ میں بھی خیال باقی ہے یا سب کے سب ایسے ہی ہیں۔ آسانی اور مشکل کا تعلق کبھی حالات سے ہوتا ہے، کبھی خیالات سے ہوتا ہے تو جہاں آسانی اور مشکل کا تعلق حالات سے ہوتا ہے حالات اگر مشکل بھی پیدا کرتے ہیں تو مذہب حالات اور احکام میں آسانی پیدا کرتا ہے آپ بھول بھی گئے ہوں تو بات میں پھر یاد دلاؤں۔

یہ میں فقرہ وہ پڑھ رہا ہوں یہ فقرہ اس موقع کا ہے جہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ماہ رمضان میں تم پر پورے مہینے کا روزہ رکھنا واجب ہے البتہ اگر سفر میں ہو، بیمار ہو تو تم یہ روزہ ملتوی کرو پھر روزہ رکھنا جب تمہاری بیماری ختم ہو جائے یا سفر تمام ہو جائے پھر اس کے بعد خدا کہتا ہے۔

اللہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہے مشکلیں نہیں چاہتا یہ وضاحت ہے یہ معیار ہے اس بات کی کہ اللہ حالات کے اعتبار سے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اب اصل بیان میرا

شروع ہورہا ہے کہ خیالات سے جو چیزیں مشکل ہو جاتی ہیں وہ اصل میں دین کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ ایک صلوات پڑھے محمدؐ وآل محمدؐ پر

ذرا توجہ فرمائیں خیالات کی وجہ سے جو چیزیں مشکل ہو جاتی ہیں ان مشکلوں کو دنیا میں کوئی آدمی آسان نہیں کر سکتا ہے جب تک جس کے خیال میں وہ چیز مشکل ہوگئی ہے وہ اپنے خیالات تبدیل کرنے کے لئے خود تیار نہ ہو جائے چھوٹی چھوٹی مثالیں معمولی سا آپریشن انگلی میں ایک دانہ نکل آیا ایک چھوٹا سا آپریشن ہونا ہے اب جس کے خیال میں آپریشن مشکل ہو گیا اس سے آپ یہ کہیں کہ پرسوں تمہارا آپریشن کرا دیں تو وہ انشاء اللہ کل ہی سے گھر سے لا پتہ ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے خیال میں آپریشن مشکل چیز ہے اور اگر گھر میں پایا گیا تو آپریشن کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لئے آپ کو ویسے ہی اس کو کھینچنا پڑے گا جیسے ذبح کرنے کے لئے قصاب کسی جانور کو لے جاتا ہے۔

اور جیسے جیسے ڈاکٹر کا ڈسپینسری یا مطب قریب آتا جائے گا اسے یہ محسوس ہوتا جائے گا کہ جیسے ساری آفتیں ہیں جو پہاڑ بن کے ہمارے سامنے کھڑی ہیں اگر آپ کے پاس کوئی ایسا سائنسی آلہ ہو جو اس کے قلب و دماغ کی کیفیتوں کو تصویر کی شکل میں آپ کو دکھا سکے تو آپ محسوس کریں گے کہ وہ ایک خیالات کے ہمالیہ کے نیچے دبا ہوا نظر آئے گا پتہ نہیں کیا ہوگا جب وہ آپریشن کی میز پر لٹایا جائے گا تو پتہ نہیں کتنا تصور ہوگا جب آپریشن کے لئے ڈاکٹر آئے گا تو اس کے خیال میں کم سے کم اگر ہوگا تو ملک الموت ہوگا۔ چنانچہ کبھی کبھی ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں مائنر آپریشن تھا ہو گیا ان کے خیال میں مصیبتیں تھیں، مشکلیں تھیں مشکلیں مشکلیں مشکلیں آپریشن ہو گیا بینڈیج ہو گئی کہنے لگے کہ جاؤ کہا آپریشن تو ہو جائے اس لئے کہ ان کے خیال میں جتنی مشکل پیش آنے والی تھی وہ مشکل

پیش ہی نہیں آئی ان کے خیال میں آپریشن ابھی ہوا ہی نہیں تو ساری مشکلیں ہیں کا ہے کی یہ صرف خیالات کی بنا پر مشکل ہے۔

واقعاً کوئی مشکل نہیں ہے اور جس کی نگاہ میں آپریشن مشکل نہیں ہے وہ باپ سے کہتا ہے بڑی تکلیف ہو رہی ہے صبح کے بجائے ابھی کوئی ڈاکٹر مل جائے تو ابھی ہو جائے تو یہ کیا ہے آپریشن ایک ہے چاقو اتنا ہی چلے گا، زخم اتنا ہی آئے گا تکلیف بھی اتنی ہی پیدا ہوگی خون اتنا ہی نکلے گا، درد اتنا ہی ہوگا، دوا اتنی ہی لگے گی مگر یہ ساری پریشانی کا تعلق حالات سے نہیں ہے خیالات سے ہے۔ اب اگر اس مثال سے آپ مطمئن ہو گئے ہیں تو اب میں سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتا ہوں شیطان نے دین کو مشکل بتایا ہے اور رحمٰن یہ کہتا ہے کہ دین آسان ہے۔ شیطان کہتا ہے کہ دین مشکل ہے رحمٰن کہتا ہے دین آسان ہے، شیطان جن چیزوں کے ذریعہ ہمیں سمجھاتا ہے کہ دین مشکل ہے ان میں سے ایک چیز کا آج مجھے تذکرہ کرنا ہے اور اس لئے بھی تذکرہ کرنا ہے کہ وہیں سے مجھے راہ بھی پیدا کرنی ہے۔

مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے حالات کا بھی تذکرہ کروں تا کہ موضوعات بھی آپ کے سامنے آتے رہیں اور بتدریج روز ایک معصومؑ کا ذکر بھی آپ کے سامنے آتا رہے توجہ چاہتا ہوں جن خیالات نے دین کو ہماری نگاہ میں مشکل کر دیا ہے ان خیالات میں سے ایک خیال یہ ہے کہ لوگ کیا کہیں گے ابھی آپ کو میرے اس جملے کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہے یہ عجیب وغریب بیماری ہے کہ لوگ کیا کہیں گے بس جس کا دماغ اس خیال سے مرعوب ہو جاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے وہ دین میں بھی پریشان رہتا ہے اور دنیا میں بھی پریشان رہتا ہے۔ آرام میں رہتا ہے مگر تکلیف میں، کھاتا ہے مگر مزہ محسوس نہیں ہوتا، سوتا ہے مگر چین کی نیند نہیں آتی، کوئی بلا

نہیں ہے، کوئی تکلیف نہیں ہے خالی یہ خیالی بیماری ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور اس کا اصلی نکتہ اب کہنے جا رہا ہوں کہ مردوں کو بھی خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ نہیں سب سے پہلے ہم اپنی بات کہہ لیں تاکہ کسی بھائی، بہن کو بگڑنے کا موقع نہ ملے۔

ہماری صنف یعنی ذاکرین کی صنف اس کے دماغ پر بھی مجلس پڑھتے وقت یہی تصور چھایا رہتا ہے کہ ایک ایسی مجلس پڑھنا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور جب سے ذاکرین کے دماغ پر یہ بھوت طاری ہو گیا کہ لوگ کیا کہیں گے اس دن سے ذاکری ایک آرٹ بن گئی ہے، ایک فن بن گئی ہے۔ جب ہمارا دل ڈرتا رہے گا کہ لوگ کیا کہیں گے تو جو باتیں ایسی ہیں جن میں لوگوں کو ٹوکا جائے اس کو ٹوکنے کی ہم میں ہمت ہی پیدا نہ ہو گی تو جب تک منبر پر آنے والے ذاکرین کا ذہن اس خیال سے متاثر رہے گا کہ لوگ کیا کہیں گے تب تک ذاکری ایک فن رہے گی، ایک دین کی خدمت نہیں بن سکے گی۔

اور جب ذاکر کے ذہن پر یہ تصور چھا جائے کہ لوگوں کا جو جی چاہے کہیں ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہماری تقریر کے بعد خدا کیا کہے گا، نبیؐ کیا کہیں گے، امامؑ کیا کہیں گے وہیں سے ذہن کا سارا بوجھ اتر جائے گا تو جب ہم ذاکر ہو کے اس سے ڈرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے تو پھر سامعین کو تو خیال آنا ہی چاہیئے کہ لوگ کیا کہیں گے آپ یقین مانئے آج میں لوگ کیا کہیں گے کے اوپر خالی بولوں گا انشاء اللہ اسی سے آپ کے سامنے اتنے مسائل آ جائیں گے کہ کچھ ہمارے لئے تاریکیاں، اندھیرے چھٹ جائیں گے کچھ اجالے پیدا ہو جائیں گے۔ ایک مل جل کے صلوات بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر

تو مردوں کو بھی خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے مگر اب اس میں ذرا درجہ بہ درجہ سنئے غریبوں کو کم خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے ان کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ ہم تو ہیں ہی غریب، لہٰذا میلے کپڑے ہیں تو مجلس میں چلے آئیں گے، پیوند لگے کپڑے ہیں تو

چلے آئیں گے۔ کہا ہمیں لوگ کیا کہیں گے مگر جن کے دماغ میں یہ سودا سوار ہے ہم کہاں سے سیٹھ ہیں ان کو بڑی پریشانیاں ہوتی ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے یہاں بیٹھ جائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے، وہاں بیٹھ جائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے۔

اور مردوں میں تو خاص طور سے جو عہد حاضر کا نوجوان طبقہ ہے اس کے دماغ پر سب سے زیادہ بھوت طاری ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔

ہمیں پتہ نہیں چلتا لیکن ساتھ ہو جاتا ہے تو پتہ چلا ایک جگہ ہم دعوت میں جا رہے تھے ہمارے ساتھ ایک نوجوان چلا آگے زینے پر دادر پر وہ چڑھ رہا تھا پیچھے ہم چڑھ رہے تھے ایک مرتبہ وہ رک گیا ہم بھی رک گئے تو ہم نے دیکھا کہ انہوں نے جیب سے کنگھا نکالا اور بال ٹھیک کئے جب بال ٹھیک کر لئے تو کنگھا جیب میں رکھا پھر اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کئے اب آگے بڑھے تو ہم سمجھ گئے کہ ان کو دروازے میں داخل ہونے سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ لوگ کیا کہیں گے اور تجربات ساتھ ہوئے اور خاص طور سے یہ تازہ ترین تجربات مجھے کراچی میں زیادہ ہوئے ہم نے کہا کہ بھائی چلو مجلس کا وقت ہو گیا ہمارا ہی عزیز ہے، ہمارا ہی بچہ ہے۔ کہا چلتے ہیں ماموں جان معلوم ہو گیا دیر ہو گئی، کیوں دیر ہو گئی کہا کپڑے بدل رہے تھے تو ہم نے کہا کہ تم ننگے تو نہیں بیٹھے تھے کپڑے تو تم پہنے تھے۔ کہنے لگے صبح سے پہنے ہوئے تھے شاید کچھ میلے ہو گئے ہوں تو اب یہ صبح سے پہنے ہوئے کپڑے شام کو بدل لئے جائیں اس کے پیچھے صفائی کا تصور نہیں ہے لوگ کیا کہیں گے۔

اور اصلی نکتہ اب آ رہا ہے کہ ان نوجوانوں سے کہیں زیادہ اس بیماری کی بیمار لڑکیاں ہیں، ہماری بہنیں ہیں ان کو تو ہر قدم پر یہی مصیبت کھائے جاتی ہے لوگ کیا کہیں گے۔ روز مرہ کا مسئلہ ہے ایک ساڑی جو ایک مرتبہ پہن کے ایک محفل میں شرکت کر لی گئی اگر وہی ساڑی پہن کر دوبارہ دوسری محفل میں چلی گئیں تو لوگ کیا کہیں گے کہ ان کے پاس دوسری

ساڑی نہیں ہے لہٰذا نئی محفل کے لئے نئی ساڑی چاہیئے اور نئی ساڑی کے لئے روپیہ چاہیئے۔

اب ہاتھ جوڑ کے شوہر کہتا رہے معاف کرو مگر سوری نہیں ساڑی اور اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ عورتوں کو بھی نیا لباس چاہیئے، بچوں کو بھی نیا لباس چاہیئے اور ویسے ہی زیورات بھی چاہیئے تو یہ سارا سماج جو لوگ کیا کہیں گے کہ تصورات میں ڈوب گیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم بے دینی کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور دین ہماری نگاہ میں مشکل ہوتا جاتا ہے تو ہم آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے قرآن مجید کی اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگر تم لوگ کیا کہیں گے کے تصور سے متأثر ہوتے رہو گے تو تم دین چھوڑ کر کے ہٹ جاؤ گے اور اگر تم دین پر جمو گے اور یہ تصور دماغ سے نکال دو گے کہ لوگ کیا کہیں گے تبھی تم دین پر ثابت قدم رہ سکو گے آپ کو آیت بھی سناتا ہوں اس کا خلاصہ بھی سنائے دیتا ہوں "یاایھا الذین آمنوا لن یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبّھم و یحبونہ" اے ایمان لانے والوں! تم میں سے جس کا جی چاہے دین چھوڑ کر کے واپس چلا جائے۔ کس سے کہا جارہا ہے کافر سے نہیں منافقوں سے نہیں مومنوں سے جو نگاہ پروردگار عالم میں مومن ہیں ان سے کہا جارہا ہے اے ایمان لانے والوں تم میں سے جس کا جی چاہے دین چھوڑ کر کے واپس ہو جائے ہم کو تمہاری کوئی فکر نہیں ہے معلوم ہوا ایک ایمان لانے والوں کی قسم وہ ہے جو آج مومن ہیں کل دین چھوڑ کر کے یہ واپس جاسکتے ہیں۔

خدا کہتا ہے کہ جو دین چھوڑ کر واپس چلا جائے مجھے اس کی فکر نہیں ہے فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبّھم و یحبونہ ہم تمہارے جیسے پلٹ جانے والوں کے بجائے ایسی قوم لائیں گے جو دین میں نہیں پلٹے گی اس کی صفتیں کیا ہوں گی کہ قوم خدا سے محبت کرتی ہوگی اور خدا ان سے محبت کرتا ہوگا اگر اسی لفظ پر آپ توجہ دے دیں تو یہ قوم ایسی ہوگی جس

سے خدا محبت کرتا ہوگا وہ قوم خدا سے محبت کرتی ہوگی تو اس قوم کو یہ خیال ہی نہیں آئے گا کہ بندے کیا کہتے ہیں اسے تو ایک ہی خیال رہے گا میرا محبوب خدا کیا کہتا ہے اور دوسری صفت یہ ہوگی کہ یہ مومنین کے لئے نرم دل ہوں گے اور کافرین کے لئے سخت دل ہوں گے مومنین کے لئے نرم، کافرین کے لئے سخت و **یجاھدون** اسی لفظ کے سنانے کے لئے میں یہاں تک لایا تھا۔

ویجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم یہ جب راہ خدا میں دین کی پابندی کی کوشش کریں گے تو یہ ہمت اور جرأت اور حوصلے کے ساتھ کوشش کریں گے کہ ملامت کرنے والوں کی کسی ملامت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا ملامت کرنے والوں کا اثر کس پر ہوتا ہے جو یہ سوچتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے اور جو دماغ یہ خیال نکال دیتا ہے جو دماغ سے یہ ڈر نکال دیتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے وہ راہ خدا میں اطمینان کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں۔

ایک درود بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر

ہم کو اور آپ کو مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام جو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے نہ ان سے پہلے کوئی پیدا ہوا نہ ان کے بعد کوئی آج تک پیدا ہوا جو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے اور اس پتھر پر پیدا ہوئے جو سرخ پتھر ہے جو خانۂ کعبہ میں پیدا ہوئے اور اس طرح پیدا ہوئے کہ خانۂ کعبہ کا دروازہ بند رہا اور ٹھیک اسی دروازے کے مقابلے میں جو دیوار کا پچھلا حصہ ہے اس جگہ پر دیوار میں در بنا میں تو بحمد اللہ میں تو کیا کرم ہے اللہ کا اور طفیل ہے محمد و آل محمد علیہم السلام کا تین مرتبہ حج کرنے سے مشرف ہوا۔

جو حج کر آئے ہیں ان سے آپ پوچھئے اگر انہوں نے کبھی غور سے دیکھا ہوگا تو کعبہ کی پچھلی دیوار میں ٹھیک اس مقام پر جو خانۂ کعبہ کے دروازے کے بالکل مقابل پڑتا ہے مہازات میں وہاں آج بھی آپ جا کے دیکھیں جہاں پردہ اٹھا ہوا ہو تو آپ کو محسوس

ہوگا جیسے یہاں پر کوئی دروازہ بنا تھا جو چن دیا گیا ہے عمارتیں بنتی ہیں تو ان کے جوردے چلتے ہیں یا سلسلہ چلتے ہیں اینٹوں کے وہ ایک حساب سے چلتے ہیں لیکن آپ وہاں آج بھی جائے دیکھ سکتے ہیں اور جنہیں دکھایا ہے ان سے گواہی لے سکتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دروازہ تھا جو بند کر دیا گیا ہے یعنی علیؑ کی پیدائش کے بعد کئی مرتبہ خانۂ کعبہ بن چکا ہے مگر علیؑ کے جانے کا نشان پروردگار عالم نے آج تک باقی رکھا ہے۔

وہ علی بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام جن کی ماں لے کر انہیں تین دن تک خانۂ کعبہ کے اندر رہیں اور جب باہر نکلیں تو سب سے پہلے حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں پر لیا اور اپنی زبان چسائی اور نبیؐ کے ہاتھوں پر آنے کے بعد مولاؑ نے توریت، انجیل، زبور اور وہ قرآن جو ابھی بظاہر نہیں نازل ہوا تھا اس کی تلاوت کی اور پھر یہ بھائی زیادہ تر بھائی کے پاس رہتا تھا اور پلتا تھا جب مولائے کائناتؑ کی عمر دس سال کی تھی تو حضورؐ سرور کائنات نے اپنے نبیؐ ہونے کا اعلان کیا اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جب تین سال کی تبلیغ مکمل ہوگئی جس کا میں نے کل تذکرہ کیا تھا تو نبیؐ نے کھلی تبلیغ شروع کی۔

علیؑ نے تیرہ سال کے سن میں مدد کا وعدہ کیا۔ حضورؐ نے جب ہجرت کی تو سارے مسلمان جا چکے تھے صرف علیؑ تھے اور کچھ عورتیں رہ گئیں تھیں ان عورتوں کو لے کے نبیؐ کی ایک ایک امانت واپس کر کے دشمنوں کے مجمع سے اعلان کر کے عورتوں کو بحفاظت لے کے چلنا یہ مولائے کائناتؑ کا کام تھا اونٹوں کو ہنکانے والے گھبرائے ہوئے تھے۔

علیؑ کہتے تھے کیوں گھبرائے ہوئے ہو کہتے تھے علیؑ نکل چلو پتہ نہیں کب آ کے دشمن حملہ کر دیں۔ کہا! اونٹوں کو تیزی سے نہ ہنکاؤ عورتوں کو تکلیف ہوگی دشمن آئے گا تو میں موجود ہوں اور ادھر نبیؐ نے مدینے سے باہر مقام قبا پر جہاں آج مسجد بنی ہوئی ہے قیام کیا

کہ جب تک علیؑ نہیں آ جائیں گے میں مدینے میں داخل نہیں ہوں گا۔

دنیا کو نبیؐ کا انتظار تھا، نبیؐ کو علیؑ کا انتظار تھا حضور سرور کائناتؐ کی زندگی میں علیؑ نے ہر میدان میں حصہ لیا جب پیغمبرؐ نے انتقال کیا تو انتقال پیغمبرؐ کے بعد پچیس سال تک مولائے کائنات مدینے میں گوشہ نشین اور خانہ نشین رہے لیکن ہمارے آپ کے تصور میں گوشہ نشین اور خانہ نشین ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے کہا کہ فلاں صاحب جو کل وزیر تھے آج کہاں ہیں، فلاں صاحب جو کل سیاست میں سرگرم تھے آج کہاں ہیں، فلاں صاحب جو خدمت خلق میں شوشل ورکر ہونے کی حیثیت سے آگے آگے کام کیا کرتے تھے آج کہاں ہیں۔

کہا! انہوں نے اب ریٹائرمنٹ لے لیا ہے تو ہمارے سماج میں گوشہ نشینی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ریٹائرمنٹ لے لیا اور یہ سیاسی ریٹائرمنٹ جتنے ہوتے ہیں یہ جیسے بلّی موقع کی تاک میں ہوتی ہے فی الحال مرارجی ریٹائرمنٹ لئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بلّی موقع کی تاک میں ہے، نہیں موقع ملے گا ریٹائرمنٹ جاری رہے گا موقع آ جائے گا بلّی تھیلے سے باہر آ جائے گی لیکن مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام نے پچیس سال جو گوشہ نشینی اختیار فرمائی اس گوشہ نشینی میں علیؑ نے ریٹائرمنٹ نہیں لیا بلکہ مصروف رہے بے حد مصروف رہے حکومت جو غلطیاں کرتی تھی ان غلطیوں کی ٹوک کے اصلاح کرتے تھے۔ لوگ جو فقہی مسائل میں غلطیاں کرتے تھے علیؑ ان فیصلوں کو بدلوا کے صحیح فیصلہ کرواتے تھے۔ جن لوگوں کو حکومت تلوار کے زور پر مسلمان بناتی تھی وہ مسلمان تو ہو جاتے تھے مگر اسلام کی دشمنی لے کے دنیا میں واپس جاتے تھے۔

علیؑ ان کو اسلام سمجھا کے دل سے مسلمان بناتے تھے نتیجہ کیا ہوا کہ پچیس سال کے دور میں تین حکومتیں گذر گئیں اور تین حکومتوں کے تجربے کے بعد مولائے کائنات کے

دروازے پر امت ہاتھ جوڑے کھڑی تھی علیؑ بیعت لے لو یہ پہلا موقع تھا کہ امت کسی سے کہہ رہی تھی علیؑ بیعت لے لو ورنہ اب تک حکومت لوگوں سے کہتی تھی ہماری بیعت کرلو۔

مولائے کائنات امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام، میں روزانہ یہ کوشش کروں گا کہ جو سلسلۂ بیان میں نے شروع کیا اس سلسلہ کی چیز بھی آپ کے سامنے آجائے اور اسی میں شامل ہوکر کے ایک معصومؑ کا تذکرہ بھی آجائے تو میں نے آپ کی خدمت میں ابھی کیا گذارش کی تھی کہ جو دو مشکل خیالات کے اعتبار سے پیدا ہوتی ہے ان میں سے ایک خیال یہ ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے جتنے نوجوانوں سے کہا کہ ڈاڑھی مونڈانا حرام ہے کہ مولوی صاحب کسی نوجوان کو بھی شرماتے نہیں دیکھا ماسوا اس کے کہ جب ہم نے کہا کہ ڈاڑھی رکھو تو انہوں نے شرما کے کہا مولوی صاحب رکھ تو لیتے مگر لوگ کیا کہیں گے۔

اب اس لوگ میں مرد بھی شامل ہیں، عورتیں بھی شامل ہیں کہا! ہم نے رکھ تو لی تھی مولوی صاحب مگر لوگوں نے اتنا مذاق اڑایا کہ ہمیں مونڈا دینی پڑی، کوئی ملا کہا گھر والے راضی نہیں ہیں۔

جب تک ہم دس دن مجلس پڑھتے رہے ڈاڑھی بڑھتی رہی اور جب گیارہویں دن ہم چلے گئے تو کہنے والا چلا گیا تو ڈاڑھی بھی چلی گئی کسی چوراہے پر زندگی کے ملاقات ہوگئی، بمبئی میں ڈاڑھی رکھوائی تھی، دلی میں ہم بھی کام سے گئے تھے، وہ بھی گئے تھے ملاقات ہوگئی۔ ہم نے کہا کہ کہیے کہنے لگے کہ کیا بتائیں مولوی صاحب ہم ایسے نالائق حجام کے پاس چلے گئے کہ اس ملعون نے ڈاڑھی مہین کردی یا مونڈ دی یا چھوٹی کردی ایک بات آپ کو سناتے ہیں تا کہ موڈ آپ کا ٹھیک رہے جتنے یہ ملعون حجام پیدا ہوئے ہیں آج تک ان میں سے کسی نے کسی کے سر کے بال ان کی مرضی کی خلاف نہیں کاٹے ایک کیس مجھے آج تک ایسا نہیں ملا کہ آپ کے سر کے بال کیسے کٹ گئے تو کہا ہو کہ حجام نے کاٹ دیئے،

نہیں، سر کے بال ویسا ہی کاٹتا ہے جیسے آپ چاہتے ہیں البتہ ڈاڑھی کے بارے میں زبردستی کر بیٹھتا ہے تو یہ راستہ کیا ہے نماز قضا کی اور نیت کے ساتھ قضا کی کہ سوئے تھے یہ نیت کر کے کہ نماز نہیں پڑھنا ہے میں نے اٹھایا کہ ہمارے ساتھ رہ کر بھی نماز نہیں پڑھتے ہو۔ کہا مولوی صاحب پڑھنا تو تھی لاحول ولاقوۃ۔

اللہ اس شیطان پر لعنت کرے کہ اس نے سلا دیا، وہاں حجام پہ لعنت اور یہاں شیطان پر لعنت اور اصلی ذمہ دار، تو میں جتنی مثالیں چاہوں پیش کر سکتا ہوں کہ جو ہم میں بے دینی پائی جاتی ہے اور دین پر جو عمل مشکل معلوم ہوتا ہے اس کے پیچھے ایک خیال ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ آپ یقین مانئے اگر لفظوں کو لفظوں سے ملا کے اثر کو محسوس کر سکیں تو بالکل یقین مانئے کہ جو عورت اپنی پوری زندگی چادر اوڑھتی آئی ہے جب اس کا ظالم و جابر بے دین شوہر اپنی شوہرانہ زبردستی سے چادر اترواتا ہے اور وہ چادر اتارتے ہوئے کانپتی ہے تو یہ سوچتے ہوئے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ حالانکہ ہمیں بتانا ہے کہ شوہر ہو یا باپ ہو یا دنیا کا کوئی انسان ہو۔ کسی انسان کے کسی حکم کی تعمیل اس وقت حرام ہے جب اس کا حکم اللہ کے حکم کے خلاف ہو شوہر کی اطاعت واجب ہے، ماں باپ کی اطاعت واجب ہے مگر معصیت خالق کے ساتھ نہیں جب خالق کا گناہ ہو رہا ہو تو مخلوق کی نافرمانی کرو۔ چاہے وہ باپ ہو، چاہے وہ شوہر ہو اس کا حکم نہیں مانو، خدا کا حکم مانو۔

تو میں گذارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ پردہ کرنے والی عورت کو جب بے پردہ کیا جاتا ہے تو جتنی وہ بے چین ہوتی ہے اپنی چادر اتارتے ہوئے ویسے ہی سماج دینداروں کا اتنا مذاق اڑاتا ہے کہ بے پردہ رہنے والی عورت اگر میری تقریر سے متاثر ہو کر چادر اوڑھنا چاہتی ہے تو جب پہلے دن چادر اوڑھ کے باہر نکلتی ہے تو اس کے دماغ پر یہی خیال چھایا ہوتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے پہلے دن اس کے قدموں میں ویسی ہی لرزش ہوتی ہے جیسے

جب چادر اتاری ہے کہ لوگ کیا کہیں گے تو میں آج اپنے مجمع کے دل و دماغ میں اس خیال کو راسخ کرنا چاہتا ہوں کہ بالکل اگر آپ دین کی پابندی کرنا چاہتے ہیں تو دماغ سے یہ خیال نکال دیجئے کہ لوگ کیا کہیں گے بلکہ یہ خیال کیجئے کہ خدا کیا کہے گا، نبیؐ کیا کہیں گے، امامؑ کیا کہیں گے۔

میں اپنے موضوع کو مرتبط کرنا چاہتا ہوں کہ مولائے کائنات امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام پچیس سال کے بے دین حکومتوں کے ختم ہو جانے کے بعد یہاں تک میں بیان لے آیا تھا کہ امت علیؑ کے دروازے پر کھڑی یہ کہہ رہی تھی کہ علیؑ بیعت لے لیجئے علیؑ نے بیعت لے لی۔ امامؑ تو اس دن بھی تھے جب کعبہ میں پیدا ہوئے اور امامؑ تو اس دن بھی تھے جب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس دنیا میں، امام تو اس دن بھی تھے کہ جب عالم نور میں تھے لیکن جو عالم نور سے لے کر آج تک امام تھا اپنی زندگی کے آخری پانچ سال میں حاکم وقت بھی تھا اور امامؑ زمانہ بھی تھا۔

میں ذکر مولاؑ کو اپنے موضوع سے مرتبط کرتے ہوئے علیؑ کے چاہنے والوں کو، علیؑ کی چاہنے والیوں کو آج کی تقریر کا آخری پیغام دینا چاہتا ہوں۔

علیؑ نے حکومت سنبھالتے ہی جتنے ظالم گورنر تھے سب کو برخاست کر دیا جتنے بدکار گورنر تھے سب کو برخاست کر دیا اور اس گورنر کا جو آپ کے خیال میں تصور ہے بدل دیجئے تو بات سمجھ میں آئے گی۔ آپ کے خیال میں تصور کیا ہے، آپ کے خیال میں تصور ہے کہ ہندوستان میں مثلاً پچیس صوبے ہیں تو ہر صوبے کا ایک گورنر ہوگا لیکن میں اس عہدے کی بات کر رہا ہوں جہاں شہر کی حیثیت صوبے کی ہوتی تھی تاریخ عرب کی اس وقت کی آبادی کی بات کر رہا ہوں جب شہر یا اس کے گرد و نواح کے علاقے کی حیثیت ایک صوبے کی ہوتی تھی اور ایک آدمی وہاں بھی گورنر ہوتا تھا۔ تو ایک بصرہ کا گورنر

ہے، ایک کوفے کا گورنر ہے، ایک موصل کا گورنر ہے، ایک اس شہر کا گورنر ہے، ایک اس گاؤں کا گورنر ہے وہاں کی ذمہ داریاں سنبھالنے والے علیؑ نے سارے ظالم گورنروں کو معزول کر دیا۔

اب لوگ علیؑ کے پاس آنے لگے بس اسی بات کو سن لیجئے ذکر مولاؑ بھی ہو جائے اور پیغام کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ علیؑ کے پاس لوگ آنے لگے کہا! اگر اجازت دیجئے تو ایک بات کہیں کہا ضرور یہ کوئی بادشاہ کا دربار تھوڑی ہے جہاں بات کہنے میں ڈر ہو۔ بے جھجک کہو جو کچھ کہنا ہے۔ کہا علیؑ سب گورنروں کو ایک ساتھ نہ ہٹایئے کہا کیوں، کہا! جب سب ہٹ جائیں گے تو سب دشمن ہو جائیں گے کہا! سب دشمن ہو جائیں گے تو پھر کیا ہوگا۔ کہا! علیؑ پھر حکومت چلی جائے گی۔ کہا! پھر تمہاری رائے میں کیا کرنا چاہیئے۔ کہا ایسا کیجئے کہ دو چار کو نکالئے اور دس پانچ کو رکھئے اور اپنا قبضہ جمایئے۔ جیسے جیسے آپ جمتے جائیں ویسے ویسے آپ ان کو نکالتے جایئے ورنہ حکومت فیل ہو جائے گی۔

علیؑ نے کیا کہا، علیؑ نے کہا! حکومت چلی جائے یہ مجھے گوارہ ہے، یہ حکومت چلی جائے مجھے گوارہ ہے مگر میں ایک سیکنڈ کے لئے نہ کسی ظالم کا ساتھی بن سکتا ہوں نہ کسی ظالم کو اپنا ساتھی بنا سکتا ہوں۔ جو جانتے ہیں، سب لوگ یہی کہیں گے کہ ہاں سنا ہے، جَو یہ چھلکا ہوتا ہے چھلکا، جیسے گیہوں پر چھلکا ہوتا ہے تو مولاؑ نے کہا جَو نہیں جَو کے چھلکے کا ایک ذرا سا ٹکڑا بھی اگر کوئی ناحق لے جاتا ہوگا تو میں اسے نہیں لے جانے دوں گا۔

یہ حکومت چلی جائے، چلی جائے مگر یہ ظلم گوارا نہیں کروں گا، لوگوں نے کہا علیؑ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ حکومت ناکام ہو جائے گی وہ یہی سمجھا رہے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے علیؑ نے کہا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ یہ مجھے نہیں دیکھنا ہے میں جس خدا کا بنایا ہوا امامؑ ہوں اسے دیکھنا ہے کہ مجھے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہ مجھے کیا کہے گا مولائے کائنات

مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام کا یہ واقعہ جو سنا نے جا رہا ہوں یہ نیا نہیں ہے بہت مرتبہ آپ نے سنا ہوگا۔اس میں لوگ کیا کہیں گے کہ دو چار بڑے اچھے نقشے ہیں۔

ابن عباس بیٹھے ہیں پیغمبرؐ کے چچازاد بھائی بھی ہیں، علیؑ کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور اسلام کی بہر حال ایک مشہور شخصیت ہیں، صحابی بھی ہیں، عزیز پیغمبر بھی ہیں اور اسلامیات کی ایک علمی شخصیت بھی ہیں۔سن رہے ہیں ابن عباس بیٹھے ہیں علیؑ امامؑ تو تھے ہی اور علیؑ کی جوتی پھٹی ہے، پرانی ہے۔کئی مرتبہ مرمت ہو چکی ہے اور مرمت ہونے کے بعد پھٹ چکی ہے۔علیؑ بیٹھے ہوئے اسی پھٹی ہوئی جوتی کی دوبارہ، سہ بارہ مرمت ہو چکنے کے بعد پھر مرمت کر رہے ہیں میں یہاں تک سنا کے ابھی رکوں گا اور بات میں اپنے سے شروع کروں گا مجلس پڑھ کے میں جانے لگوں اور میرا جوتا فقط اتنا پھٹ جائے کہ جب ہم چلیں تو جوتا پہلے زمین پر رہ جائے اور پیر اٹھ جائے تو ایک مرتبہ چٹ سے آواز آئے گی جوتا بھی اٹھ جائے آپ یقین مانئے ہم اپنے دل کا حال جانتے ہیں مسجد سے نکل کر پالا گلی کے ناکہ تک جاتے جاتے ٹیکسی پکڑتے پکڑتے راستے میں داہنے بائیں سو مرتبہ دیکھیں گے کہ اس پھٹے ہوئے جوتے کو پہنے دیکھ کے لوگ کیا کہیں گے۔

حالانکہ سچی بات آپ سے بتائیں لوگ دیکھیں گے ہی نہیں کہ آپ پھٹا جوتا پہنے ہیں یعنی یہ جو ہمالیہ ہماری کھوپڑی پر سوار ہے کہ لوگ کیا کہیں گے لوگ دیکھ ہی نہیں رہے ہیں تو کہیں گے کیا لیکن ہم اندرونی بے چینی کا شکار ہیں۔اتنے بڑے مولوی صاحب ہیں بیس سال سے بمبئی میں عشرہ محرم میں پڑھتے تھے لوگ کیا کہیں گے کہ یہ جا رہے ہیں جوتا پھٹا ہوا ہے ہر قدم پر آواز آ رہی ہے پھٹر پھٹر، ناکہ پر جو پہنچے تو ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے مرمت کرانے کے لئے ہم نے داہنے دیکھا، بائیں دیکھا کہ ہمیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے

کہ یہاں کھڑے ہوکر مرمت کرالیں ورنہ لوگ کیا کہیں گے۔ اتنے بڑے مولوی صاحب اور چوراہے پر کھڑے ہوکر جوتے کی مرمت کرائیں اب یہ سارا ذہنی کرب یہ خیالات کا ہے مشکل حالات میں کہیں سے نہیں اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ ٹیکسی میں بیٹھ کے گھر نکل چلو یا تو کسی کو بھیج کر مرمت کرالیں گے یا نیا خرید لیں گے تاکہ ذہن پر سے یہ بوجھ اٹھ جائے۔

لیکن وہ جو کونین کا مالک بھی ہے، جو جسموں کا بھی مالک ہے، جو روحوں کا بھی مالک ہے، جو نسلوں کا بھی مالک ہے، جو کائنات کا مالک بھی ہے جس کے ایک اشارے پر ڈوبا ہوا آفتاب پلٹتا ہو وہ صرف پھٹی ہوئی، ٹوٹی ہوئی جوتی پہنتا نہیں ہے بلکہ بار بار پھٹ جاتی ہے تو اسے ٹانک لیتا ہے اور ٹانکنے کے لئے ابن عباسؓ ہزار مرتبہ کہہ سکتے ہیں لیکن حضرت علیؑ اپنے ہاتھ سے ٹانک رہے ہیں یہ پھٹی ہوئی جوتی علیؑ نہیں ٹانک رہے ہیں یہ پھٹی ہوئی جوتی ابن عباس کی موجودگی میں علیؑ بار بار مرمت نہیں کر رہے ہیں بلکہ علیؑ اپنے غلاموں کو کنیزوں کو آواز دے رہے ہیں کہ دماغ سے نکال دو کہ لوگ کیا کہیں گے اور اگر یہ خیال نکال دو گے تو پوری زندگی سکون سے رہو گے، حلال پر عمل کرو گے، حرام سے بچ جاؤ گے، لوگ کیا کہیں گے لومة لائم کا تصور نکال دو۔

ابن عباس کہہ سکتے تھے کہ لائیے ہم مرمت کر دیں لیکن علیؑ اپنے ہاتھ سے مرمت کر رہے ہیں تاکہ ہماری قوم کے دماغ سے یہ تصور نکل جائے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ کیا حق ہے وہ کہو، کیا سچ ہے وہ کہو، کیا واجب ہے اس پر عمل کرو، کیا حرام ہے اس سے بچو۔ چھوڑ دو کہ لوگ کیا کہیں گے بس یہ دماغ سے نکال دو تو دین پر عمل آسان ہو جائے گا۔ مرمت کرتے کرتے مولاؑ نے ایک مرتبہ ابن عباسؓ سے کہا، ابن عباس اگر یہ جوتی ہم بازار میں بیچیں تو کتنے میں بک جائے گی۔ ابن عباس چپ رہے، مولاؑ نے کہا، ابن عباس تم نے سنا نہیں: کہا! مولاؑ سنا، کہا پھر جواب کیوں نہیں دیا۔ کہا! مولاؑ یہ تو اتنی پرانی ہے، اتنی ٹوٹی

ہے، اتنی پھٹی ہے کئی مرتبہ کی مرمت شدہ ہے، یہ تو بکے گی ہی نہیں، کوئی قیمت نہیں لگے گی، کہا! کچھ، کہا! بالکل کچھ نہیں تو ایک مرتبہ مولاؑ نے کہا کہ سنو یہ ابن عباس سے کہا اور ہمارے آپ کے نام پیغام ہے اگر اس پیغام کو دل و دماغ میں جگہ دے لیجئے تو دین انشاء اللہ آسان ہو جائے گا کہیں سے انشاء اللہ مشکل نہیں محسوس ہوگا۔

مولا علیؑ نے کہا ابن عباس سنو تمہاری نگاہ میں یہ جوتی جس کی کہیں بازار میں قیمت نہیں لگے گی میری نظر میں اس کی قیمت ہے۔ مگر تو نے حکومت جو مجھے دی ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے تو جب دنیا کو اتنا بے قیمت کر دیجئے گا تو دین پر عمل آسان ہو جائے گا اگر دنیا قیمتی رکھئے گا تو پھر حلال و حرام پر عمل مشکل ہو جائے گا۔

دین مشکل نہیں ہے لوگ کیا کہیں گے ان تصورات نے دین پر عمل کرنا مشکل کرا دیا ہے۔ میں نے ختم کی بات مگر ایک ضروری فقرہ باقی رہ گیا۔ مولائے کائناتؑ نے کہا ابن عباس اس جوتی کی میری نظر میں قیمت ہے مگر اس حکومت کی میری نظر میں کوئی قیمت نہیں ہے تو پھر مجھ سے پوچھو کہ جب اتنی بے قیمت ہے تو پھر میں نے زحمتیں کیوں مول لی ہیں حکومت قبول کر کے، فرمایا اگر حکومت کے ذریعہ مجھے ہدایت نہ کرنا ہوتی تو میں تمہاری حکومت قبول نہ کرتا۔ اگر آپ میرے اس فقرے کو سن رہے ہیں تو میری بہنوں! میری بیٹیوں! میرے بزرگوں! میرے نوجوانوں! میرے بچوں! علیؑ آواز دے رہے ہیں میں نے حکومت لی ہے تو دین کے لئے لی ہے۔ تم دنیا لینا تو دین کے لئے لینا، دین بیچ کے دنیا نہ لینا، دین پر عمل آسان ہو جائے گا۔

بس میں نے آپ کی خدمت میں آج جو گذارش کی ہے اس کا کل ماحصل یہ ہے کہ دین پر عمل مشکل نہیں ہے میں آگے جا کر مزید تفصیلات آپ کے سامنے لاؤں گا۔ یہ ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو مشکل پیدا کر دیتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے۔ آپ یقین

مانئے فٹ پاتھ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے ہم میں سے کتنے آدمی اس لئے نماز قضا کر دیتے ہیں یہاں پڑھیں گے تو لوگ کیا کہیں گے لوگ کہا کریں جب واجب ہے، قضا ہو رہی ہے تو ہمیں پڑھنا ہے۔

میں ابھی بتاتا ہوں کہ جس دن میں بمبئی ایر پورٹ پر اترا اس دن مصلیٰ اتفاق سے میرے پاس نہیں تھا اس لئے کہ جو سامان میں نے دے دیا تھا اس میں تھا تو میں نے وضو کیا سجدہ گاہ میری جیب میں تھی فرش خشک تھا جیب میں رومال موجود تھا وہ رومال میں نے بچھایا سجدہ گاہ اس پر رکھی اور جو وہاں کا فرش تھا اس پر میں نے نماز پڑھی کیوں اس لئے کہ فرش کا نجس ہونا ثابت نہیں ہے فرش بھی خشک ہے میرا جسم بھی خشک ہے میرا لباس بھی خشک ہے پورے اطمینان سے میں نے نماز پڑھ لی مجھ میں کہیں سے شبہ نہیں پیدا ہوا کہ مسجد ہوتی تو پڑھتے میرا کوئی بھائی ہوتا تو سوچتا یہاں پڑھیں گے تو لوگ کیا کہیں گے تو اگر کہنے والی بات آپ سنتے ہیں تو جتنی دیر میں نے نماز پڑھی اتنی دیر میں تقریباً آدھے درجن آدمی مجھے دیکھنے بھی آئے کہ یہ کون سا جانور ہے تو اگر میرا ذہن متاثر ہوتا کہ لوگ کیا کہیں گے تو میں ڈر جاتا لیکن آپ یقین مانئے کہ جب میں وضو کر رہا تھا تو اس سے پہلے ایک آدمی سے پوچھا تھا کہ تم بتا سکتے ہو کہ قبلہ کدھر ہے اسے نہیں معلوم تھا تو جب میں وضو کر رہا تھا تو ایک نوجوان میرے پاس آیا اور کہا کہ قبلہ ادھر ہے تو معلوم ہوا کہ آدمی جب دین کی طرف بڑھتا ہے تو غائبانہ مدد کرنے کے لئے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو دین آسان ہے مشکل نہیں ہے ہمت کرنا ہمارا کام ہے توفیق دینا اس کا کام ہے اور مدد کرنا محمدؐ وآل محمدؐ کا کام ہے۔ ایک صلوات بھیجیں محمدؐ وآل محمدؐ پر

اگر توفیق اور ہمت کا مشاہدہ کرنا ہے تو حسینؑ ابن علیؑ کو میدان کربلا میں دیکھئے کہ کیا ہمت کا مظاہرہ کیا ہے کہ دفن علی اصغرؑ کے بعد ننھے کمسن شہید کی میت کو دفنانے کے بعد

بعد اہل حرم سے رخصت ہونے کے بعد میدان کربلا میں آخری جہاد کے لئے تیار ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ حسینؑ نے آواز دی "ھل من ناصر ینصرنا" ہے کوئی میرا مددگار تو میرے مولاؐ اب بچا کیا ہے جس کے لئے آپ مددگار مانگ رہے ہیں، کہا! سب کو قربان کر کے جو دین بچایا ہے اس کے لئے مددگار مانگ رہا ہوں میرے مولاؐ اب میدان کربلا میں بچا کون ہے جو آپ کی آواز سن کے آئے گا اس لئے کہ جھولے سے نکل کر آنے والا علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکا ہے۔ کہا! قیامت تک پیدا ہونے والی اپنی چاہنے والی قوم کو آواز دے رہا ہوں کہ دین کی مدد کے لئے حسینؑ تم کو پکار کے گیا ہے۔ صدائے ھل من ناصر جو حسینؑ نے کربلا میں دی تھی وہ آج بھی گونج رہی ہے میرے نوجوانوں! میرے بزرگوں! میرے بھائیوں! آج بھی حسینؑ آواز دے رہے ہیں کہ دین پر عمل کے لئے بڑھو خیالات کو ہٹاؤ، دین آسان ہے مشکل نہیں ہے۔

حسینؑ نے کسی مادی مدد کو نہیں مانگا تھا کسی دشمن سے مدد نہیں مانگی تھی، پیدا ہونے والی حسینی قوم کو دین کی مدد کے لئے پکارا تھا۔ مجلس منزل اتمام پر لا رہا ہوں۔ ایک مرتبہ تقریر کرنے کے بعد حسینؑ نے شام کے لشکر کا رخ کیا اور کہا نہیں پہچانتے ہو تو پہچانو۔ میں حسینؑ ہوں جس کا سر کاٹنے تم آئے ہو۔

ایک مرتبہ شام کے لشکر کو دیکھا۔ کہا تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا، تم نے میرے بھتیجے کو کچل ڈالا، تم نے میرے نوجوان کو قتل کر ڈالا، تم نے مجھے بھانجوں کی لاشوں کو اٹھانے پر مجبور کر دیا، تم نے میری گود میں ننھے علی اصغرؑ کو ذبح کر دیا، لیکن میں حسینؑ ہوں تم کو میرا سر چاہیئے تو آؤ یہ موجود ہے مگر یہ سر یوں نہیں ملے گا جو کاٹنے والا ہمت کر سکتا ہے وہ کاٹے اور یہ کہہ کر ایک مرتبہ پیاسے نے آستینیں الٹیں وہ جس کا جسم اتنا زخمی تھا کہ جب باپ بیٹے سے ملنے کے لئے گیا تھا تو زخموں کی کثرت کی بنا پر سید سجادؑ باپ کو پہچان نہ سکے تھے،

اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ علی اکبرؑ بازو پکڑ ا کے چچا کے سرہانے لائے تھے، جو اتنا مجبور ہو چکا تھا کہ لاش علی اکبرؑ کے اٹھانے میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو آواز دے چکا تھا۔

ایک مرتبہ اس کی رگوں میں فاطمہؑ اور علیؑ کے لہو نے آخری مرتبہ جوش دکھایا آستینیں الٹیں، تلوار نیام سے نکالی، تم نے میرے شیروں کو مار ڈالا یہ کہہ کر حسینؑ جو حملہ کرتے تھے تو دشمن پھٹتا چلا جاتا تھا، فوجیں منتشر ہوتی چلی جاتی تھیں حسینؑ گھوڑے کو بڑھاتے چلے جاتے تھے کبھی کبھی تلوار نیام میں رکھ لیتے تھے تم نے میرے ایک ایک کلیجے کے ٹکڑے کو مار ڈالا ہاتھ اٹھتے تھے حسینؑ کے اور دو دو سواروں کی گردنیں پکڑتے تھے انہیں گھوڑوں سے اٹھاتے تھے سر سے سر ٹکراتے تھے، لاشوں کو کربلا کے میدان میں پھینک دیتے تھے۔ آؤ! میرے سر کو کاٹ لو، آؤ! میرے سر کو کاٹ لو، لیکن اعجازی طاقت نہیں صرف کر رہے تھے بشری طاقت صرف کر رہے تھے لگے تیر، لگے تیر اتنے تیر لگے کہ آنے والا تیر تیر پر لگتا تھا۔

لگیں تلواریں لگیں تلواریں مگر اتنی تلواریں لگیں کہ زخم پر زخم لگتے تھے یہاں تک کہ حسینؑ مجبور ہو گئے، حسینؑ کمزور ہو گئے، حسینؑ کے پیر رکابوں سے نکل گئے، حسینؑ کے ہاتھوں سے لگام چھوٹ گئی، کوئی نہیں ہے حسینؑ ہیں گھوڑے پر سنبھلا نہیں جاتا ہے ارے وفادار گھوڑے ہم حسینؑ کے غلام تیرے احترام کے لئے مجبور ہیں جب مظلوم ڈگمگانے لگا ذوالجناح زمین پر بیٹھ گیا اے میرے مولاؑ، اے میرے آقاؑ، اے میرے نبیؐ کے نواسے، اے اپنے بزرگوں کی یادگار میں بازو پکڑ کے تجھے اتار نہیں سکتا ہوں، میں بیٹھ جاتا ہوں بس ایک مرتبہ ہاتف غیبی آئی اے نفس مطمئنہ حسینؑ آجا پلٹ کے آجا، جنت تیری منتظر ہے اور میری فہرست عباد میں شامل ہو جا اور حسینؑ زین چھوڑ کر کے زمین کی طرف چلے اور کہتے ہوئے چلے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۳)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر

میں روزانہ آپ کے سامنے قرآن مجید کے اس فقرے کی تلاوت کرتا ہوں جس میں پروردگار نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے لئے سہولتیں اور آسانیاں چاہتا ہے اور تمہارے لئے سختیاں اور مشکلیں نہیں چاہتا ہے میں نے اپنے پچھلے بیانات میں اس بات کا بار بار تذکرہ کیا ہے کہ مذہب آسان ہے مذہب مشکل نہیں ہے البتہ اگر ہم کسی آسان چیز کو مشکل سمجھ لیں تو یہ ایک ایسی مشکل ہوتی ہے کہ جب تک ہم اپنا خیال تبدیل نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارے دماغ پر وہ مشکل چھائی رہے گی۔

میں نے پہلے بھی آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ہم مذہب کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور ہم نے مثال دی ہے نجس اور پاک کی کہ جس کو ہم مذہب کا سب سے مشکل مسئلہ سمجھتے ہیں وہ اتنا آسان ہے کہ جب تک کسی چیز کا نجس ہونا ثابت نہ ہو جائے پاک ہے اب ہمارے سمجھنے کا حال یہ ہے کہ تقریباً میں نے ہر دن کی مجلس میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ غیر مسلم نجس ہے اگر غیر مسلم سے پکی ہوئی روٹی مل جائے جس کے

بارے میں یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے تری کے ساتھ اس کو چھوا ہے تو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے وہ پاک ہے تین دن مسلسل بیان کرنے بعد بھی آج چوتھے دن ہمارے پاس ایک صاحب آئے کہ سنا ہے ہم نے کہ آپ نے غیر مسلم کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی پاک کر دی ہم تین دن سے مسلسل یہ بیان کر رہے ہیں کہ پکی ہوئی روٹی اگر اس سے خریدی جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تری کے ساتھ چھوا ہے تو پاک ہے۔

تو سمجھنے اور سننے کا یہ حال ہے کہ تین دن سننے کے بعد چوتھے دن یہ پوچھنے آئے کہ سنا ہے کہ غیر مسلم کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی آپ نے پاک کر دی تو اگر مذہب کے سمجھنے کا یہی انداز رہا تو ہم کیا ہمارے فرشتے بھی نہیں سمجھا سکیں گے تو میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ یا تو ان کو غور سے سنا کیجئے۔نہیں یہ عادت اچھی ہے کہ اگر سمجھ میں نہ آئے تو پوچھ لیجئے لیکن ایسا سوال نہ کیجئے کہ ہم سوال سن کے یہ سمجھیں کہ آپ سنتے ہی نہیں ہیں۔

آج میں آپ کی خدمت میں اپنے پچھلے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ مذہب مشکل نہیں ہے اللہ صاف صاف اعلان کر رہا ہے ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں۔ہم تمہارے لئے مشکلیں نہیں چاہتے اس راہ میں اگر مشکلیں ہیں تو دو ہیں۔پہلی مشکل بات تو یہ ہے کہ ہم بہت سی باتیں مذہب کی جانتے ہیں۔

میں آج اپنے ایک دوست کا فقرہ نقل کر کے بیان کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔

علامہ سید ذیشان حیدر صاحب الہٰ آبادی فقرہ انہیں کا ہے مجھے پسند آیا ہے۔فقرہ آپ کو سناتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہماری قوم بے عمل نہیں ہے البتہ ہماری قوم بے خبر ہے یعنی جتنا معلوم ہے جتنا بتایا گیا ہے جتنا سمجھایا گیا ہے اس پر آج بھی ہماری قوم پوری پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کر رہی ہے البتہ جو بتایا ہی نہیں گیا ہے جس سے قوم کو بے خبر رکھا گیا ہے جب وہ چیزیں سامنے آتی ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ عمل کرنا مشکل ہے میں ان

کے فقرے کی تشریح میں دو ایک جملے کہنا چاہتا ہوں اگر ہماری قوم کا مزاج یہ ہوتا کہ ہم اثنا عشری شیعہ ہونے کے بعد دین کے نام پر، مذہب کے نام پر، خدا، رسولؐ اور امامؑ کے نام پر خرچ کرنے کے لئے اپنے دل میں بخل پاتے، کنجوسی پاتے اور ہم میں کوئی آدمی راہ خدا و نبیؐ اور راہ امامؑ میں خرچ کرنے پر تیار نہ ہوتا تو قوم کو بے عمل کہا جاسکتا تھا لیکن دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ابھی ابھی کا گذرا ہوا عشرۂ محرم اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم مذہب کے نام پر اتنا خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوتی ہے جتنا مذہب کے نام پر خرچ کرنے کے لئے اثنا عشری شیعہ تیار ہوتے ہیں۔

عشرۂ محرم کی مجلسیں دو مہینے آٹھ دن کی مجلسیں، سال بھر کی مجلسیں، ہر شب جمعہ کی مجلس، ہر مجلس میں بقدر طاقت تبرک کی تقسیم جب بھی موقع مل جائے تو اماموںؑ کے نام پر نذر و نیاز، جب بھی موقع مل جائے تو مرحوم مؤمنین کے نام پر کار خیر یعنی یہ وہ خلاصہ ہے جو آپ جانتے ہیں روز کرتے ہیں میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کی توجہ حاصل کرتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سال بھر میں حساب لگائیں اور جمع کریں کہ ہم میں سے غریب سے غریب آدمی بھی سال بھر میں مذہب کے نام پر کتنا خرچ کر دیتا ہے امیر کی بات نہیں کرتا ہوں۔ غریب سے غریب آدمی بھی سال بھر میں مذہب کے نام پر کتنا خرچ کر دیتا ہے تو شاید آپ اس میرے جملے سے متفق ہوں گے اور تائید کریں گے کہ ہماری قوم کا ہر غریب آدمی اپنی حیثیت سے کہیں زیادہ دین کے نام پر خرچ کر دیتا ہے حیثیت کا مطلب کیا ہے جو کروڑ پتی ہیں اس نے اگر دس ہزار خرچ کر دیئے تو یہ اس کی حیثیت کے مطابق نہیں ہے لیکن وہ آدمی جو سال بھر اپنا خرچ مشکل سے چلاتا ہے اور اس نے سو روپئے بھی خرچ کر دیئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔

تو ارباب کرم، صاحبان فہم اور اپنے پڑھے لکھے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہم میں غریب سے غریب آدمی تبرک کے نام پر خرچ کرتا ہے، نذر و نیاز کے نام پر خرچ کرتا ہے، سبیل اور چندہ کے نام پر خرچ کرتا ہے تو ایسے غریب آدمی کے خرچ کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری قوم بے عمل ہے لیکن جو دوسرا جزء ہے وہ سننے کے قابل ہے کہ بے عمل تو نہیں ہے مگر بے خبر ہے بے خبر کس بات میں ہے، بے خبر اس بات میں ہے کہ اسے اب تک یہ تو بتایا ہم نے آپ پر الزام نہیں رکھا یہ الزام میں اپنے سر رکھتا ہوں اور اپنے ذمہ تنہا نہیں لیتا ہوں میرے جیسے جتنے بھی منبر پر آنے والے ہیں ان کے ذمہ یہ الزام رکھتا ہوں کہ ہم نے آپ کو دس سال، بیس سال، پچیس سال، پچاس سال آپ کو مسلسل سنایا کہ اگر ہم امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں خرچ کریں گے تو ایک خرچ کریں گے ہزار پائیں گے یعنی معلوم یہ ہوتا ہے کہ جن کو پانے کا یقین ہے خالی وہی صلوات بھیجنے والے ہیں۔

تو ہم نے یہ گذارشیں کیں آپ کے سامنے اور غلط نہیں بیان کیا ہے جو کچھ بیان کیا غلط نہیں بیان کیا کہ اگر ہم راہ امام حسینؑ میں خرچ کریں گے تو ایک خرچ کریں گے مگر ہزار پائیں گے تو ہم پچاس سال سے پچیس سال سے یہ بتاتے آئے تو ہماری قوم خرچ کر رہی ہے کوتاہی آپ کی نہیں ہے کوتاہی ہماری ہے۔ ہم نے بتایا ہے کہ سبیل پر خرچ کرو ثواب ملے گا، نیاز پر خرچ کرو ثواب ملے گا، تبرک پر خرچ کرو ثواب ملے گا، مجلس پر خرچ کرو ثواب ملے گا مگر یہ ہماری کوتاہی ہے اور آج ہم اپنی کوتاہی کو مٹانے کے لئے آپ کے سامنے تذکرہ کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ اگر تم اپنا مالی سال معین کر کے خمس نہیں نکالو گے تو تمہاری نیکیاں اس وقت تک اللہ کی بارگاہ میں قبول ہونے سے رکی رہیں گی جب تک ہم اس مال کا خمس نہ نکال دیں جو ہم نیکیاں کر رہے ہیں آج ہمارے

ایسے ذاکر ہیں کہ جب خمس وزکوٰۃ کے مسائل بیان کرتے ہیں تو مجمع کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب مذہب تو بڑا مشکل ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ اب ہمارے سامنے دو خرچ ہو جاتے ہیں ایک خرچ وہ ہے جو ہم اب تک خرچ کرتے آئے اور ایک خرچ وہ ہے جو آج مولوی صاحب نیا بتا رہے ہیں۔ اب ہم سو روپئے، پانچ سو روپئے، ہزار روپئے دس ہزار روپئے عزاداری پر خرچ کر چکے اب مولوی صاحب کہتے ہیں سال بھر کا حساب لگاؤ سال کا ایک دن معین کرو اس دن جو تمہارے پاس کیش ہو اس دن جو تمہارے پاس جنس ہو جو استعمال کرنے سے چیزیں گھٹ جاتی ہیں اس کا پانچواں حصہ نکالو تو اب قوم کو مشکل کا احساس ہوتا ہے کہ دس ہزار خرچ کر چکے اب دو ہزار اور نکالو دس ہزار خرچ کر چکے ہیں اب دس ہزار اور نکالو تو یہ بات کیا ہے تو یہ بے خبری کی بات ہے بے عملی کی بات نہیں ہے۔

اگر ہماری قوم کا ابتدائی مزاج یہ ہوتا کہ راہ دین میں، راہ مولاؑ میں، راہ نبیؐ میں، راہ خدا میں ایک پائی خرچ کرنے کو تیار نہ ہوتے تو اس قوم کو بے عمل کہا جا سکتا تھا لیکن ہماری قوم بحمد اللہ بے عمل نہیں ہے البتہ بے خبر ہے مگر اس بے خبری کی ذمہ داری زیادہ ہم پر آتی ہے تھوڑی آپ پر آتی ہے۔ میں اب آپ کی خدمت میں اس ماحول، اس سوسائٹی، اس سماج کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو مذہب کے راستے سے بالکل ہٹی ہوئی ہے۔ ایک صلوات بھیجئے محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر

نہیں جتنی احتیاط کے ساتھ میں بات کہنا چاہتا ہوں اتنی ہی احتیاط کے ساتھ آپ بات سنیں گے اور سمجھیں گے مثال کے طور پر ہمارے پاس ایک آدمی پوچھنے کے لئے آتا ہے ایک ایسی مثال دیتا ہوں جس سے آپ اجنبی بھی ہوں گے آپ کے لئے مثال نئی بھی ہوگی پوچھنے والا آتا ہے کہ مولوی صاحب ہم فلاں محفل میں گئے تھے یا فلاں منبر پر

گئے تھے کہیں کی مثال تو ہم جھک کے چاہتے تھے کہ تعزیہ کو چوم لیں، جھولے کو چوم لیں، علم کو چوم لیں کہ اتنے میں علم میں جو پنجہ لگا ہوا تھا گر پڑا جلدی نہیں کریں گے۔

ہم چومنا چاہتے تھے علم کو، جھولے کو، تعزیہ کو کسی چیز کو لیکن کہیں لاعلمی میں جس میں ہمارے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا کہیں سے علم کا پنجہ ڈھیلا تھا کہیں سے ہمارا ہاتھ یا جسم کا کوئی حصہ لگ گیا، علم کو لگ گیا پنجہ گر گیا تو مولوی صاحب بتایئے کہ کہیں کوئی آفت تو نہیں آجائے گی۔ میں رکا ہوں کہ پہلے یہ بتایئے کہ ایسے خیالات ہمارے سماج میں پائے جاتے ہیں یا نہیں پائے جاتے ہیں اور مولوی صاحب یہ بتایئے کہ علم کا پنجہ جو ہمارے ہاتھ سے گر گیا ہے تو ہم آفت سے محفوظ رہیں گے اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیئے یہ ہمیں بتادیں کہ اس کا کفارہ کیا ہے یہ ہمیں بتادیں میں یہ مثال اس لئے ڈھونڈھ کے لایا ہوں کہ ہمارے پڑھے لکھے نوجوان تو ایسے سوالات پوچھنے آتے ہی ہیں لیکن ہماری پڑھی لکھی بہنیں بھی ایسے سوالات کرتی ہیں۔

اب میں آپ کے سامنے مسئلہ کی توضیح کرتا ہوں۔ علم کا پنجہ ہم نے گرایا نہیں ہے علم کا پنجہ گر پڑا ہے گرایا نہیں ہے گر پڑا ہے تب بھی ہمیں ڈر ہے بلا نہ آجائے تو میں آج آہستہ آہستہ سوچنے کا موقع آپ کو اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ ڈر ہمارے دل میں کیوں پیدا ہے کہ بغیر ہمارے کئے، بغیر ہمارے گرائے پنجہ گر گیا تو بلا آجائے گی یہ بلا کون لائے گا۔ خدا لائے گا یا نبیؐ لائیں گے یا امامؑ لائیں گے یا جناب عباسؑ لائیں گے۔ یہی کچھ خیال تو ہوگا اور کون بلا لائے گا تو اب میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے پڑھے لکھے بھائیوں اور بہنوں سے اس لفظ کے لئے خاص طور سے توجہ کا طالب ہوں۔ تم نے ایک کام کیا نہیں ہے ہوگیا ہے تو خدا اس پر عذاب نازل کردے تو ہمیں سوچنا پڑے گا کہ خدا عادل ہے یا نہیں ہے۔ ہم نے خدانخواستہ معاذ اللہ توہین کی غرض سے جناب عباسؑ کے علم کا پنجہ گرایا ہوتا اور

بلا نازل ہوتی تو یہ بات تو سمجھ میں آنے کے قابل تھی کہ ہم نے جرم کیا ہے، خطا کی ہے، ہم نے توہین کی ہے بلا بھی نازل ہو جائے یہ تو ٹھیک ہے۔

ویسے جزا و سزا وہاں ملنے والی ہے یہاں جزا اور سزا نہیں ملنے والی ہے لیکن خیر بلا آسکتی ہے لیکن جب ہم نے یہ کام کیا ہی نہیں ہے تو پھر ہمارے دل میں ڈر کیوں پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بلا آ جائے تو اس تصور کے پیچھے اگر میری بیٹیاں، میری بہنیں، میرے بھائی، میرے بچے توجہ دے دیں تو ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں جس کے کہنے سے پہلے یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ سوچئے اور یاد رکھئے کہ ایسا ڈر جو ہمارے دل میں پیدا ہو رہا ہے ہم اپنے خیال میں اس ڈر کو ایمانی ڈر سمجھ رہے ہیں کہ خدا سے ڈر رہے ہیں، نبیؐ سے ڈر رہے ہیں، امامؑ سے ڈر رہے ہیں، جناب عباسؑ سے ڈر رہے ہیں کہ بلا نہ آ جائے لیکن خدا کی قسم یہ ڈر ایمانی ڈر نہیں ہے یہ ڈر ایمان کے خلاف ہے۔ ظالم بادشاہ سے ڈر لگتا ہے کہ کس بات پر بگڑ جائے۔

آج ظالم بادشاہ آپ کو نہیں ملتے ہیں تو آج کے سماج کی مثال دے دیں جھلائے ہوئے سیٹھ سے ڈر لگتا ہے پتہ نہیں کس بات پر بگڑ جائے تو جو غصہ ور ہوتے ہیں اور بے جا غصہ کر سکتے ہیں ان کے بارے میں تو ٹھیک ہے کہ ہم نے نہیں کیا ہے مگر ممکن ہے کہ وہ بگڑ جائیں بزرگوں نے جو مقولے لکھے ہیں ان میں ایک مقولہ یہ لکھا ہے کہ بادشاہوں کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ سلام کرو تو ناراض ہو جاتے ہیں اور کبھی گالیاں دو تو خوش ہو جاتے ہیں یہ ایک کیریکٹر ہے، یہ ایک کردار ہے جو کل بادشاہوں میں پایا جاتا تھا آج وزیروں میں پایا جاتا ہے، افسروں میں پایا جاتا ہے، سیٹھوں میں پایا جاتا ہے جس میں بھی پایا جائے بہت سے گھروں میں جو گھروں میں بڑے ہوتے ہیں ان میں مزاج پایا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی گود میں بیٹھ کے طمانچے مار رہا ہے آپ خوش ہو رہے ہیں دیکھئے کتنا تیز

ہے ہمارا بچہ کیا طمانچہ مار رہا ہے اور کبھی خبر آئی ہے کہ فلاں مال جو خریدا تھا اس کا بھاؤ گر گیا ہے دس ہزار کا گھاٹا ہو گیا ہے اتنے ہی دیر میں بڑے بیٹے نے آ کے سلام کیا۔

بس تم کو سلام کے علاوہ اور کوئی کام نہیں رہتا تو یہ بگڑیل مزاج، یہ غیر منضبط مزاج، ہم خطا کار اور گناہگار انسانوں میں پایا جاتا ہے جس کے مزاج کا کوئی معیار نہیں ہے جن کے مزاج میں کسی قسم کا ایسا کردار نہیں ہے لیکن خدا کے بارے میں، نبیؐ کے بارے میں، امامؑ کے بارے میں، جناب عباسؑ کے بارے میں، شہدائے کربلا کے بارے میں، اسیران آل محمدؐ کے بارے میں ایسا تصور کرنا کہ ہم نے غلطی نہیں کی ہے کہیں بلا نہ آجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو بھی اپنے جیسا بگڑیل مزاج والا انسان سمجھتے ہیں تو آپ یقین مانئے یہ جو خوف پایا جاتا ہے خدانخواستہ یہ ایمانی خوف نہیں ہے ایمان کے منافی خوف ہے جب ہمارے ارادے سے ہمارے عمل سے جناب عباسؑ کا پنجہ نہیں گرا تو سو فیصدی اطمینان رکھنا چاہیئے کہ کوئی بلا نہ خدا کی طرف سے آئے گی، نہ نبیؐ کی طرف سے آئے گی، نہ امامؑ کی طرف سے آئے گی، نہ جناب عباسؑ کی طرف سے آئے گی، نہ شہدائے کربلا کی طرف سے آئے گی۔ سننے کی جگہ جو آئی ہے وہ اب آئی ہے اگر آپ توجہ دیں۔ ایک صلوٰۃ بھیجئے محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر

یہ شیطانی تقویٰ ہے ایک دن میں نے ایک لفظ کہا تھا کہ علم کا پنجہ گر گیا ہے کہیں بلا نہ آجائے اور جب قرآن مجید میں پروردگار عالم نے، احادیث میں چودہ کے چودہ معصومینؑ نے بیان کیا ہے کہ نماز واجب ہے، روزہ واجب ہے، زکوٰۃ واجب ہے، خمس واجب ہے یہ سب چیزیں واجب ہیں، ماں باپ کی اطاعت واجب ہے، بیوی کے حقوق کا ادا کرنا واجب ہے، بچوں کی دینی تربیت واجب ہے، ان کی پرورش واجب ہے، مومنین کے حقوق کا خیال رکھنا واجب ہے، تو ہم ان واجبات کو چھوڑ دیں اور اس نے کہا کہ جھوٹ

بولنا حرام ہے، غیبت کرنا حرام ہے، مومن کے دل کو دکھانا حرام ہے، جو احرام ہے، شراب حرام ہے، یہ حرام ہے، وہ حرام ہے تو دو درجن باتیں جو واجب ہیں ان کو ہم چھوڑ دیں اور دو درجن باتیں جو حرام ہیں ان کو ہم کریں اور ہمارے دل میں کہیں سے یہ ڈر نہ پیدا ہو کہ کہیں بلا نہ آجائے یعنی یہ جگہ بلا آنے کی ہے۔

مثال کے طور پر آج کتنی ایسی اولاد پائی جاتی ہیں جو ماں باپ کے دل کو دکھ پہنچاتی ہیں اور ماں باپ کے دل کو دکھ پہنچانے کے بعد بھی ان کو خیال بھی نہیں ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بلا آجائے اور ایک ذرا سی بات اور کہہ دینے کی اجازت دے دیجئے میرے خیال میں آپ روز سن لیتے ہیں تو آج بھی برداشت کرلیں گے نئے زمانے کے نوجوانوں کا مزاج یہ ہے ایک وقت میں ایک ہی کی بات مان سکتے ہیں ابھی سب کی سمجھ میں نہیں آئی کہ میں نے سمجھائی نہیں تو جب تک فقط ماں باپ تھے بیوی نہیں تھی تب تک ماں باپ کا کہنا مانتے تھے اب جب سے بیوی آگئی تو اب بیوی کا کہنا مانتے ہیں ایک وقت میں ایک کا کہنا مانیں گے دو کا کہنا نہیں مانیں گے۔

تو ہمارے سماج میں نیا دھارا یہ پیدا ہوا کہ ماں کا خیال، باپ کا خیال، بھائی کا خیال، بہن کا خیال، سارے خاندان کا خیال کب تک جب تک محترمہ نہیں آئیں اور جب محترمہ آگئیں تو اب سارے خیال ان کے حصے میں اگر یہ اجازت دیں کہ ماں باپ کا خیال کرو تو خیال کر سکتے ہیں لیکن یاد رکھئے گا کہ وہ اولاد جو زندگیوں کی عیش وعشرت میں اپنے کو مبتلا کر کے اپنے بوڑھے ماں باپ کو بھلا دیتے ہیں اپنے بیمار والدین کی خبر گیری جو اولاد نہیں کرتی ہیں وہ کس بلا میں اس دنیا میں گرفتار ہو جائیں گی اور کس بلا میں مرنے کے بعد گرفتار ہو جائیں گی اس کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگایا جا سکتا ہے۔

تو میں ابھی ان تفصیلات کی طرف نہیں جاؤں گا میرے پاس بہت دن ابھی باقی

ہیں میں اور تذکرے آپ کے سامنے پیش کروں گا اور تفصیل کے ساتھ پیش کروں گا۔ آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بلاؤں کے آنے کی جگہ وہ ہے جہاں ہم واجبات چھوڑ دیں بلاؤں کے آنے کی جگہ وہ ہے جہاں ہم گناہوں کا ارتکاب کریں لیکن ہم ایک لاکھ گناہ کرنے کے بعد نہیں ڈرتے ہیں کہ ہم پر بلا آ جائے گی ہم ہزار واجبات چھوڑنے کے بعد نہیں ڈرتے ہیں کہ ہم پر بلا آ جائے گی البتہ جہاں بلا نہیں آنے والی ہے جہاں خطائیں نہیں ہوئیں ہیں۔

ہمارے پاس پوچھنے والے آتے ہیں کیسے کیسے مسائل پوچھنے والے آتے ہیں مسائل کو پوچھنے کے لئے خالی مولوی صاحب رہ گئے ہیں۔ جناب ہماری والدہ نے تین مرتبہ خواب میں دیکھا ہے کہ تابوت اٹھ رہا ہے ہمیں کیا کرنا چاہیئے اب خواب آپ نے دیکھا ہے مولوی صاحب کیا بتائیں اور مولوی صاحب جو خود خواب دیکھتے ہیں اس خواب کی خبر ہمیں خود نہیں ہوتی لیکن نہیں مولوی صاحب کو یہ بتانا ہے کہ ہماری ماں نے، بہن نے، بیوی نے کسی نے خواب دیکھا ہے تین مرتبہ کہ تابوت اٹھ رہا ہے تو مولوی صاحب ہمیں کیا کرنا چاہیئے تو ہمارے ایسے بیوقوف آدمی تو سیدھا سیدھا جواب دیتے ہیں کہ کچھ نہیں کرنا چاہیئے تو وہی بات جو پلٹ کے آئے گی جو اتنی دیر سے سنا رہا ہوں کہ کچھ نہیں کریں تو کوئی آفت تو نہیں آ جائے گی یعنی خواب میں دیکھا ہے کہ تابوت اٹھ رہا ہے کسی نے کہا بھی نہیں ہے کہ تابوت اٹھاؤ مگر خواب میں تابوت کو اٹھتے ہوئے دیکھ کے دل ڈر رہا ہے کہ نہ اٹھائیں تابوت تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بلا آ جائے۔

قرآن میں دو سو جگہ خدا کہہ رہا ہے نماز پڑھو کوئی احساس نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ صاف صاف کہتا ہے کہ جیسے تم سے پہلی امتوں پر روزہ واجب کیا گیا تھا ویسے ہی تم پر بھی واجب کیا گیا ہے روزہ رکھو مگر روزہ قضا کرتے ہیں روزہ کھا جاتے ہیں ساری زندگی بے روزہ رہتے ہیں خوف نہیں طاری ہوتا تو ہمارا یہ سماج پیدا ہوا ہے۔

میں اپنے دوست کے فقرے کو پھر یاد دلاؤں کہ ہماری قوم بے عمل نہیں ہے، بے خبر ہے اس بے خبری میں زیادہ حصہ ہمارا ہے کہ ہم نے آپ کو بتایا نہیں ہے اور تھوڑا حصہ آپ کا ہے کہ آپ نے پوچھا نہیں ہے یہ تو ہم نے بیس سال میں مجلسیں پڑھ کے آپ سے لڑ بھڑ کے ایسا مزاج پیدا کرلیا ہے اور ہم نے کیا پیدا کرلیا ہے یہ تو پروردگار عالم کا فضل ہے اور چودہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدد ہے کہ ہم سناتے ہیں اور آپ سن لیتے ہیں ورنہ میرے جیسا گنہگار آدمی حق نہیں رکھتا کہ مجمع میں کسی آدمی کو کسی غلطی پر ٹوک سکے۔ میں تو آپ سب سے زیادہ گنہگار رہوں لیکن یہ صرف ادھر کی توفیق ہے اور میرے پاس کوئی علم بھی نہیں ہے میں تو علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں تو آل محمدؐ کے دروازے کا بھکاری ہوں وہاں ہاتھ پھیلا کے بھیک مانگتا ہوں جو بھیک مل جاتی ہے وہ آ کے مجلسوں میں تقسیم کرتا ہوں ورنہ میرے پاس اپنا کیا ہے۔

تو عزیزان گرامی کچھ خطا ہماری ہے اور کچھ خطا آپ کی ہے تو آج کی تقریر کا ماحصل میں یہ قرار دینا چاہتا ہوں کہ آج تک اگر ہم نے نہیں بتایا تھا تو آج ہم یہ بتاتے ہیں اور اگر آج تک آپ نے نہیں جانا تھا تو آج ہم اس کو سمجھاتے ہیں کہ واجبات کی ادائیگی کے بعد جو سنت اور مستحب کام ہوتے ہیں ان کے ثواب ملتے ہیں اور اگر واجبات کی ادائیگی آدمی نہ کرے تو واجبات کی ادائیگی نہ کرنے کی شکل میں تو جو سنت کام ہوتے ہیں ان کا بھی کوئی فائدہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہم واجبات ادا نہ کرلیں گے ان کی قضائیں پوری نہ کرلیں گے۔ ایک صلوات بھیجئے محمدؐ وآل محمد علیہم السلام پر

میں بڑے اختصار کے ساتھ آج آپ کی خدمت میں دو باتیں کہنا چاہتا ہوں کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے نماز کے بارے میں کہ "اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَتْ مَا سِوَاهَا وَ اِنْ رُدَّتْ رُدَّتْ مَا سِوَاهَا" کہ اگر نماز

قبول ہوگئی تو ساری نیکیاں، سارے اعمال قبول ہوجائیں گے اور اگر نماز قبول نہیں ہوئی تو کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی بمبئی میں جتنے آپ کو مولوی مل سکیں، عالم مل سکیں ان سے جا کے تصدیق کرائیے کوئی اس حدیث کو جھٹلا نہیں سکے گا ایک لفظ یاد رکھئے گا کہ میں علماء کی بات کر رہا ہوں چالو ملاّ کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

تو حضورؐ نے کہا کہ اگر نماز قبول ہوگئی تو سارے اعمال قبول ہوجائیں گے اور اگر نماز رد ہوگئی تو سارے اعمال رد ہوجائیں گے تو میں اپنی بہنوں سے اپنے بھائیوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میدان محشر میں اپنی نیکیوں کو بچانے کے لئے اگر آج تک پابند نماز نہیں تھے تو آج سے پابند نماز ہوجائیے لیکن پیغمبرؐ نے ایک لفظ کہا ہے "اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَتْ مَا سِوَاهَا وَ اِنْ رُدَّتْ رُدَّتْ مَا سِوَاهَا" اگر نماز۔ ہم نہیں بولیں گے جب تک آپ نہیں بولئے گا۔ قبول ہوگئی۔ تو اب دو آدمی ہیں ایک وہ ہے جو پڑھتا ہی نہیں ہے تو جو پڑھتا ہی نہیں اس کی قبول کیا ہوگی جو پڑھتا ہی نہیں اس کے یہاں قبول کیا ہوگی اب فکر ان کو کرنا ہے جو پڑھتے ہیں جو نہیں پڑھتے ہیں ان کی فکر یہ ہے کہ اب نماز پڑھنا شروع کریں تو جو پڑھتے ہیں ان کی فکر ایسی فکر ہونا چاہیئے کہ ہماری نماز ایسی نماز ہو کہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوجائے۔

ہم ایک مثال دیا کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے پہلے بھی آپ کو سنائی ہو اگر نہ سنائی ہو تو آج ہی سن لیجئے کبھی کبھی ہم مجلس سننے بھی آجاتے ہیں اور اگر مجلس سننے نہیں بھی آتے ہیں تو مجلس سننے سے پہلے نماز جماعت میں آجاتے ہیں۔ سن رہے ہیں۔ خالی مثال سنا رہے ہیں کہیں سے واقعہ نہیں ہے گھبرائیے گا نہیں ورنہ کل سے ایسا ہو کہ جیسے ہم نماز جماعت میں شریک ہوں داہنے بائیں سے لوگ ہمیں دیکھنے لگیں۔

ایک دن ہم نے ایسا کیا اور جہاں مثال خراب ہوتی ہے ہم کسی اور کی مثال نہیں

دیتے ہیں اپنی ہی مثال دیتے ہیں تو کل ہم نماز جماعت میں آکے شریک ہوئے تو ہمارے سامنے جو مومن نماز پڑھ رہے تھے ان کی جیب میں سے نوٹوں کی گڈی جھانک رہی تھی ہم نماز بھی پڑھتے رہے۔ اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے اور وہ جھانکتی ہوئی نوٹوں کی گڈی بھی دیکھتے رہے۔ اللہ اکبر کہہ کے نوٹوں کی گڈی کا دیکھنا بتاتا ہے کہ ہم نے اللہ کو چھوٹا ہی سمجھا ہے اس گڈی کو ذرا.........

ورنہ نماز میں حاضر ہونے کے بعد توجہ ادھر جاتی ہی نہیں وہ بیچارے مصروف نماز ہم نے اطمینان کے ساتھ بڑی احتیاط سے جیب پکڑ کے ایک نوٹ نکالی۔ ہم منبر پر آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ فقط مثال سنا رہے ہیں کسی صاحب کو دیکھ کے برابر مجھے دیکھیں تو پریشان نہ ہوں۔ کسی نے پوچھا مولوی صاحب آپ! آپ! آپ اور یہ کام کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہماری نیت تو سنو کہا کیا نیت ہے ہم نے کہا کہ ہم نے یہ دس روپئے کا نوٹ ایک نکالا ہے ایک مصلّی خریدنے کے لئے کاہے کے لئے جا نماز خریدیں گے، مصلّی خریدیں گے یعنی ہم نے یہ چوری کی ہے قُربَةً اِلیٰ اللّٰہِ اور جا کے بازار سے ایک مصلّی لے آئے اور لا کے بچھا کے جو نماز پڑھنا شروع کی۔ نیا نیا مصلّی تھا جی لگ گیا تو روزانہ سو نمازیں پڑھیں۔ جتنے دن بمبئی میں رہے روزانہ سو نمازیں پڑھیں جاتے جاتے چودہ سو نمازیں ہوگئیں یہ بتایئے کتنی قبول ہوئیں۔

یہ چھوٹے چھوٹے بچے فتویٰ دے رہے ہیں کہ ایک بھی نہیں تو بڑوں کا کیا خیال ہے آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ ایک بھی نہیں۔ یہ معاملہ ہمارا ہے نا اور ہم نے بھی آپ سب کو تھوڑی دیر کے لئے مفتی اسی لئے بنایا ہے کہ اُس کے بعد ہم فتویٰ دیں گے آپ کے لئے تو ہم نے سب سے پوچھنا شروع کیا کہ ہم نے چودہ سو نمازیں پڑھیں اس مصلّے پر نیا مصلّی ہر نماز میں قبلہ رخ رہے، جسم پاک، لباس پاک، نیت پاک، دل پاک، دماغ پاک،

زبان پاک، سورے پڑھے قرآن پاک، اللہ کا ذکر کیا، اللہ پاک، رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز کیوں نہیں قبول ہوگی تو سارے مجمع کا جواب ہوگا تمہاری نماز میں کوئی کوتاہی نہیں ہے تم نے نماز میں وہ مصلّٰی استعمال کیا ہے جو مصلّٰی اس مال سے خریدا گیا ہے جس کے تم مالک نہیں ہو تو جب تک مالک راضی نہ ہو جائے جب تک کہ تم اس کے دس روپئے واپس کر کے اس سے معافی مانگ کے اس کو راضی نہ کرلو جب تک تمہاری چودہ سو نمازوں میں سے ایک نماز بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

تو بس یہ میری گذارش ہے میرے بھائیوں! میری بہنوں! کہ حضورؐ نے کہا کہ اگر نماز قبول نہیں ہوئی تو کوئی عمل قبول نہیں ہوگا اور ابھی آپ نے فتویٰ دیا کہ اگر ایسے مال سے ہم نے مصلّٰی خریدا جس کا مالک دوسرا تھا تو نماز قبول نہیں ہوگی تو جب ہم نے اس مال سے مصلّٰی خریدا جس کا مالک دوسرا تھا تو نماز قبول نہیں ہوگی تو جب ہم پر خمس واجب ہے میں نے بہت مرتبہ آپ کو مسائل سنائے ہیں پھر آپ کو شوق ہوگا بتا دیں گے تفصیل کے ساتھ سنا دیں گے لیکن مختصر طور پر اتنا یاد رکھئے گا کہ آپ جس دن سے مال کے مالک خود ہوتے ہیں جس دن سے جس مال کے مالک آپ خود ہوتے ہیں اسی دن سے آپ کا مالی سال شروع ہو جاتا ہے۔

جب تک ہم باپ کے ذمہ کھاتے، پیتے، پہنتے رہے خمس نہیں واجب ہے لیکن جس دن سے ہم خود کمانے لگے آج کون تاریخ ہے ۲۷/ ۲۸ تو ساری زندگی میں جب ۲۷ر نومبر آئے گی تو ہمارے مالی سال کا آخری دن ہوگا اگر آج ہم نے پہلا مال پایا تھا تو اس دن جتنا ہمارے پاس کیش ہے اس کا پانچواں حصہ ہمیں نکالنا پڑے گا اس دن جو ہمارے پاس جنس ہے جنس ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کے استعمال سے مقدار گھٹ جاتی ہے آٹا ہے، شکر ہے، تیل ہے، سگریٹ ہے مثالیں میں دے رہا ہوں۔ استعمال کیجئے

گا آپ۔ جو چیزیں گھٹ جائیں گی ان کا نام جنس ہے جن چیزوں کے استعمال سے ان کی مقدار نہیں گھٹتی ہے ان پر خمس واجب نہیں ہوتا ہے لباس پر خمس نہیں ہے فرش پر خمس نہیں، فرنیچر پر خمس نہیں ہے، زیور پر خمس نہیں ہے کراکری پر خمس نہیں ہے، سواری پر خمس نہیں ہے اس لئے کہ استعمال کرنے سے ان کی مقدار نہیں گھٹتی تو سال کے آخری دن کوئی بھی ہوا سے یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہمارے پاس نقد کیا ہے، کیش کیا ہے ہمارے پاس جنس کیا ہے اور تیسری چیز یہ دیکھنا پڑے گی کہ ہم نے سال بھر کی آمدنی میں سے کوئی ایسی چیز تو نہیں خریدی ہے جس کی ہمیں ضرورت نہ ہو۔ ضرورت کا شریعت نے معیار رکھا ہے کہ آپ سماج میں اپنی مالی حیثیت کے اعتبار سے جس عزت کے مالک ہیں اس عزت کے اعتبار سے جتنی چیزیں آپ کو چاہیئے وہ سب خرچ میں شامل ہیں۔

میں مثال کے طور پر دو سو روپئے کا نوکر ہوں تو میری حیثیت نہیں ہے لیکن جو دو ہزار روپئے کا نوکر ہے اس کے لئے ضرورت ہے اور اس کی حیثیت ہے کہ وہ اسکوٹر خرید سکتا ہے تو جتنی چیزوں کی ضرورت ہو اور جتنے خرچ ہماری حیثیت کے مطابق ہوں ایسے سارے خرچ جائز ہیں اور ایسی ساری ضرورتوں پر خرچ کی جانے والی چیزیں جائز ہیں لیکن اگر ہم نے ایسی چیز خریدی جس کی ہمیں ضروت نہیں تھی اور یہ کام مردوں سے زیادہ ہماری بہنیں کرتی ہیں گھر سے سو روپئے کا نوٹ لے کے نکلیں چھوٹی مثال سنائیں گے۔ گئیں تھیں بازار خریدنے اس لئے کہ بمبئی کا رواج یہ ہو گیا ہے کہ مرد کمانے کے ذمہ دار ہیں بازار عورتیں خریدیں گی یعنی وقت ہو تب بھی بازار میں عورتوں کو بھیجیں گے خود نہیں جائیں گے بات یاد آ گئی ہے اچھی لگے یا بری لگے۔

سن لیجئے صاحب مجمع البیان کے بیٹے ہیں حسن طبرسی ان کی کتاب ہے مکارم الاخلاق اس میں میں نے ابھی پچھلے ہفتے یہ حدیث پڑھی ہے کہ پروردگار عالم ان شوہروں

پرلعنت کرتا ہے ان شوہروں پر اللہ لعنت کرتا ہے جو اپنی عورتوں کو اپنی بیویوں کو ایسا باریک لباس پہننے کی اجازت دیتے ہیں جس لباس کو پہننے کے بعد بھی جسم کی جھلک نظر آسکے۔

اللہ ان شوہروں پر لعنت کرتا ہے جو اپنی عورتوں کو ان محفلوں میں اجازت دے دیں جانے کی جہاں عورت اور مردوں کے جمع ہوں تو جن گھروں میں مجبوریاں ہیں تو وہاں پوری احتیاط کے ساتھ، نقاب کے ساتھ جسم کو نامحرموں سے بچاتے ہوئے بازار سے ضرورت بھر سامان خرید کر لے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن شاپنگ کا شوق یہ کہیں سے مناسب نہیں ہے اس پر اگر شوہر راضی ہو جائے تو اس کے لئے خدا راضی نہیں ہے تو بات کہیں کی کہیں نکل جائے گی میں سنانے جا رہا تھا کہ ایک غریب گھر کی عورت سو روپے کا نوٹ لے کے بازار کرنے کے لئے نکلی۔ پروگرام یہ تھا کہ اتنا سامان خرید لائیں گے کہ دس دن گھر کا خرچ چلتا رہے شوہر شام کو اطمینان سے آئے تو دس دن کا سامان گھر میں آ گیا ہوگا بیوی نے ایک مرتبہ کہا کہ کل کے لئے سو روپے اور چاہیئے۔ کہا! وہ جو آج دیئے تھے وہ کیا ہوئے۔ کہا! ہم بازار سے گذر رہے تھے ایک ساڑی ایسی دکھائی دی جو اس سے پہلے کبھی نہیں دکھائی دی تھی تو ہم نے خرید لی۔ کہا! تمہارے پاس تو ساڑیاں رکھی تھیں۔ کہا موقع سے مل گئی تو لے لی ہے تو یہ جو موقع سے مل گئی ہے اور لے لی ہے یہ خرچ میں شمار نہیں ہوتی ہے یہ بچت میں شمار ہوتی ہے تو میرے پاس وقت ختم ہو جائے گا اگر تفصیل میں چلا جاؤں گا تو مصائب کی تکمیل نہیں کر پاؤں گا۔

تو گذارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ سال کے آخری دن ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پاس کیش کیا ہے، ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پاس جنس کیا ہے، ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے کیا چیز بے ضرورت خریدی ہے اور ان تینوں چیزوں کا حساب کرنا ہے ان تینوں چیزوں کا حساب کرنا ہے فرض کیجئے یہ تینوں چیزیں جوڑ کے سو بنیں، ہزار بنیں، دس ہزار بنیں،

ایک لاکھ بنیں جتنی بنیں اس کا پانچواں حصہ یعنی بیس فیصدی خمس نکالنا واجب ہے جس کو حکم خمس دیکھنا ہو وہ دسویں پارے کے پہلے فقرے میں دیکھ سکتا ہے۔

ایک سوال روز پوچھا جاتا ہے بہت دن سے پوچھا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا صاحب! زکوٰۃ کا حکم تو قرآن میں بہت جگہ آیا ہے اور خمس کا حکم فقط ایک جگہ آیا ہے لہٰذا خمس کا مسئلہ کمزور ہے، زکوٰۃ کا مسئلہ زوردار ہے ابھی ابھی ہم دبئی میں تھے وہاں ایک صاحب آگئے تو یہ سوال بمبئی میں بھی پوچھا گیا، یہ سوال دبئی میں بھی پوچھا گیا تو ہم سمجھ گئے کہ مزاج یہاں سے وہاں تک ایک ہے جو ہم نے ان کو جواب دیا تھا وہ سن لیجئے۔ ان سے ہم نے کہا کہ زکوٰۃ نکالنا ہے۔ آج کی دنیا میں زکوٰۃ نکال رہے ہیں مسلمان، میں لفظ بدلتا ہوں جو میں نے پہلے جملہ کہا وہ غلط کہا۔ میں نے کہا آج کی دنیا میں زکوٰۃ نکال رہے ہیں مسلمان اور خمس نکالیں گے فقط محبان اہلبیتؑ تو مسلمانوں سے عمل کی امید کم ہے لہٰذا ان سے سو مرتبہ کہا آپ سے عمل کی امید زیادہ ہے اس لئے ایک مرتبہ کہنا کافی سمجھا۔ صلوات پڑھ دیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ

اور بھلا یہ بھی کوئی سوچنے کا طریقہ ہے۔ ہمیں پیاس لگی ہے آپ کو پیاس لگی ہے۔ آپ نے پانی مانگا بھائی پانی پلا دو پیاس لگی ہے ہم بیٹھے رہ گئے۔ کہا! مولوی صاحب آپ نے کہا تھا پیاس لگی۔ ہے پانی پلا دیجئے ہم نے کہا ایک ہی مرتبہ تو کہا تھا آپ سو مرتبہ کہتے تو ہم پلا دیتے تو دنیا میں یہ کوئی مزاج تو نہیں ہے حاکم کا حکم ایک مرتبہ کافی ہے تو میرے بھائیوں! میری بہنوں! میں بصد ادب آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ خمس نکالنے کی عادت نہیں ڈالتے ہیں تو جب تک آپ کا خمس نہیں نکلے گا آپ کی نماز نہیں قبول ہوگی اور جب تک آپ کی نماز قبول نہیں ہوگی کوئی نیکی قبول نہیں ہوگی۔

میں آپ کو اس دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے عشرہ محرم میں دس

ہزار روپۓ سبیلوں پر خرچ کر دیۓ ہیں اور دس ہزار روپۓ کھچڑوں پر خرچ کر دۓ ہیں اور دس ہزار روپۓ نیاز پر خرچ کر دۓ ہیں تو جنت آپ نے خرید لی ہے یہ سب کام مستحب تھے، سنت تھے جن کا ثواب ایک کے بجاۓ ستر گنا ملے گا مگر واجب پہلے ادا کیجۓ اور میں امید رکھتا ہوں اگر کوئی اور قوم ہوتی تو مجھے امید نہ ہوتی کہ وہ خمس کے مسائل سنے گی تو کل سے آۓ گی نہیں۔

مجھے آپ سے امید اس لئے ہے کہ میں نے آپ کے سامنے تفصیل پیش کی ہے آپ راہ دین میں خرچ کرنے کے عادی ہیں فقط آپ کو مسائل نہیں بتاۓ ہیں تو جو قوم سنت کاموں پر دس ہزار روپۓ خرچ کر سکتی ہے، جو آدمی دس ہزار روپۓ خرچ کر سکتا ہے، ایک ہزار روپۓ خرچ کر سکتا ہے، سو روپۓ خرچ کر سکتا ہے اگر وہ حساب لگا کے پچاس روپۓ خمس نکال دے گا تو کون سی بڑی بات ہے۔ قوم بے عمل نہیں ہے، بے خبر ہے اس بے خبری کا مزاج بدلۓ ہمیں موقع دیجۓ ہمیں تو آپ موقع دیتے ہیں ہر ذاکر کو موقع دیجۓ کہ وہ آپ کو مسائل سنانے کی ہمت کرے اور آپ مسائل سنیں اور سمجھیں اور عمل کریں تا کہ ہماری بھی عاقبت بخیر ہو اور آپ کی بھی عاقبت بخیر ہو۔ ایک صلوات بھیجۓ محمد و آل محمد علیہم السلام پر

اب وقت نہیں رہا گھنٹہ تو ویسے ہی پورا ہو گیا لیکن پھر بھی ختم کرتے کرتے مجھے آج ذکر معصومینؑ کے اعتبار سے امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرنا ہے تو میں اپنے دوسرے امامؑ کا تذکرہ کرتے ہوۓ اتنی دیر میں نے تذکرہ کیا ہے اس سے مرتبط یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ امامؑ راہ خدا میں خیرات کرتے تھے پھر کبھی تفصیل سے سن لیجۓ گا اس وقت صرف اتنا سن لیجۓ دو منٹ میں کہ امامؑ راہِ خدا میں خیرات کرتے تھے اور اتنی خیرات کرتے تھے کہ آپ نے دو مرتبہ اپنی زندگی میں اپنی پوری پراپرٹی،

اپنی پوری ملکیت کا آدھا حصہ راہ خدا میں دے دیا۔

اچھا اگر ہم خیرات کرتے ہیں آپ کے لئے نہیں کہتے ہیں ہم خیرات کرتے ہیں تو ہمارے دل میں یہ جذبہ ہوتا ہے کہ کوئی دیکھ تو لے کہ ہم نے خیرات کی اور جب ہم خیرات کرتے ہیں اور کوئی بھی نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو دیکھتا ہے جو بیچارہ لے جاتا ہے اس کے چہرے پر لے جانے کی ذلت کا احساس ہوتا ہے مولاؑ کریم ابن کریم تھے سارا مال گھر سے نکلوا کے میدان میں ڈھیر کرا دیتے تھے جس کو ضرورت ہو لے جائے یعنی لے جائے اور لے جانے کی ذلت کا احساس اس کے چہرے پر پیدا نہ ہونے پائے تو ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا کہ مولاؑ آپ کا خاندان بھی بہت بڑا ہے بنی ہاشم کے اتنے بڑے خاندان میں اتنے آدمی غریب ہیں جن کی دیکھ بھال آپ کی ذمہ داری ہے۔

زمانے کے سارے شیعوں کی دیکھ بھال آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر آپ کی ماں نے، آپ کے باپ نے، آپ کے نانا نے آپ کے گھر کی سخاوت کی آن بان اتنی اونچی کر دی ہے کہ اگر آپ اس طرح خیرات کرتے رہیں گے تو کبھی ممکن ہے کہ آپ کے ہاتھ میں مال نہ رہ جائے اور آپ خالی ہاتھ ہو جائیں تو کہا کہ پھر کیا چاہتے ہو کہا کہ دست بستہ گذارش یہ ہے کہ خیرات تھوڑی کم کر دیجئے، کچھ بچایئے، کچھ سیف کیجئے آج کل یہی تو مشورہ دیا جاتا ہے نا، کچھ بچایئے، کچھ راہ خدا میں دیجئے۔ میری بہنوں! میری بیٹیوں! میرے بچوں! میرے بھائیوں! امام کا آخری جواب سن لو تو آج کی تقریر میں مکمل کر دوں۔

امامؑ مسکرائے اور کہا! سنو اب تک ایک عادت اللہ کی ہے، ایک عادت میری ہے۔ وہ مجھے بھرپور روزی دے رہا ہے اس کی عادت یہ ہے کہ اب تک بھرپور مجھے روزی دے رہا ہے اور میری عادت یہ ہے کہ میں دل کھول کے اس کے بندوں کو دے رہا ہوں تم جو یہ بچانے اور سیف کرنے کا مشورہ دینے آئے ہو تو ایک بات بتاؤ کہ میں نے ہاتھ روکا

کہ کچھ بچانا چاہیئے اور دینا کم کر دیا تو اگر اس نے دینا بند کر دیا تو کیا ہوگا۔ اور ایک بات سوچیئے یہاں سے آپ جائیں گے اور ذہن پر بوجھ لے کے جائیں گے کہ ایک تو ہم ان پر احسان کرتے ہیں کہ مجلس سننے چلے آتے ہیں اور یہ روز ہم پر ایک مسئلہ لا دیتے ہیں۔

چلو نماز پڑھنے کے لئے کہتے ہیں پڑھ لیا۔ چلو اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا اب یہ بھی لا دیا کہ جتنے کار خیر کیے ہیں وہ سب قبول نہ ہوں گے جب تک نماز نہ پڑھیں گے چلو پڑھ لیں یعنی پڑھ لیں گے جیسے ہم پر احسان کریں گے اب اس میں اور اتنا بڑھا دیا کہ جب تک خمس نہ نکالیں گے کار خیر بھی بے کار رہے گا تو میرے عزیز و اتنا یاد رکھئے گا کہ اب تک آپ خمس نہیں نکالتے آئے، وقت نہیں کہ تفصیل میں جاؤں اب تک خمس نہیں نکالتے آئے یعنی اللہ کا حق نہیں دیا، نبیؐ کا حق نہیں دیا، امامؑ کا حق نہیں دیا، یتیم کا حق نہیں دیا، مسافر کا حق نہیں دیا، غریب کا حق نہیں دیا، اتنے حق مار لینے کے باوجود وہ کریم اب تک روزی دیتا آیا ہے تو اب اگر کل سے ہم خمس نکالیں گے تو وہ اپنی نگاہ بدل دے گا کہ یہ نافرمان تھے تو ہم دے رہے تھے۔ اب فرمانبردار ہو گئے ہیں تو بند کر دو۔ حاشا وکلاً کبھی ایسا تصور نہ کیجئے گا اگر نافرمانی میں وہ ہمیں روزی دیئے جا رہا ہے تو فرمانبرداری میں اور روزی دے گا۔ ابھی تو وہ روزی دے رہا ہے جو یہاں کام آئے گی اگر ہم فرماں بردار بن جائیں گے تو یہاں بھی روزی دے گا اور وہاں بھی روزی دے گا۔

میں آج تذکرے کو آگے بڑھانے کے بجائے اسی منزل پر مجلس کو روکنا چاہتا ہوں کہ کبھی کبھی امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام مالی پریشانیوں میں گرفتار ہو جاتے تھے کبھی کبھی ہمارے آپ کے دوسرے امامؑ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتے تھے، گرفتار ہو جاتے تھے اور جو صلح نامہ ہوا تھا یزید کے باپ سے اس صلح نامے کے اعتبار سے ایک سالانہ معین رقم امامؑ کی خدمت میں اس کو بھیجنا چاہیئے تھی۔ مگر امامؑ نے کبھی اس کے نام خط نہیں لکھا کہ

میں پریشان ہوں صلح نامے کے مطابق جوتم پرواجب ہے اسے تم ادا کرو۔

ہمارے امامؑ ہمیں پیغام دے گئے کہ مانگنا ہے تو کبھی بندوں سے نہ مانگنا۔ اس سے مانگنا جس سے سب مانگتے ہیں وہ امامؑ جس نے باپ سے پائی ہوئی حکومت میراث میں اس لئے چھوڑ دی کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے موقع نہیں ہے کہ میں ان تفاصیل میں جاؤں۔ صلح کر کے خونریزی سے مسلمانوں کو بچا کے امامؑ مدینے تشریف لے آئے لیکن ظالموں نے ہمارے دوسرے امامؑ کو کئی مرتبہ زہر دیا اور امامؑ زہر کے بعد اچھے ہو گئے لیکن آخری مرتبہ آپؑ کی وہ بیوی جس کا نام جعدہ ہے اس کے ذریعہ زہر دلوایا گیا۔ جعدہ اشعث کی بیٹی تھی اس کے ذریعہ ایسا زہر دلوایا گیا کہ کتابوں میں فقرہ یہ لکھا ہے کہ اگر یہ زہر کسی دریا میں ڈال دیا گیا ہوتا تو پورے دریا کا پانی زہریلا ہو جاتا۔

اللہ میرے دوسرے امامؑ کو زہر نہیں دیا گیا بلکہ گویا ایک زہر کا دریا تھا جو میرے مقدس امامؑ کے جسم میں ڈال دیا گیا۔ جس زہر کے پینے کے بعد زہر کے اثرات پیدا ہوئے اور اثرات پیدا ہونے میں یہ تذکرہ آپ روز سنتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو خون کی قے ہوئی اور ایسی خون کی قے ہوئی جس میں جگر کے بہتّر ٹکڑے نکل آئے۔ امامؑ کے پاس علم امامت ہوتا ہے وہ سب جانتے ہیں لیکن امامؑ نے اتنی دیر انتظار کیا کہ اسباب زہر پیدا ہو جائیں اور جب اسباب زہر پیدا ہو گئے تو امام حسینؑ کو بلایا اور گھر والوں کو جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد سارے اہل وعیال کو، سارے متعلقین کو، ساری اولاد کو، سارے اہل وعیال کو امام حسینؑ کے حوالے کیا بس دو تین جملے سنئے انشاءاللہ غم و ماتم کا حق ادا ہو جائے گا۔

اور اس کے بعد وصیت فرمائی حسینؑ۔ حسینؑ شہادت کے بعد، موت کے بعد اللہ کی راہ میں جان جب میں دے چکوں تو اس کے بعد مجھے غسل دینا، حسینؑ مجھے کفن پہنانا، حسینؑ مجھے نانا کے برابر میں دفنانا مگر میرے حسینؑ اگر تم یہ دیکھو کہ مسلمان لڑنے

مرنے پر تیار ہیں اور میں نے جو مسلمانوں کے خون کو بہنے سے بچایا ہے وہ اگر میرے دفن ہونے پر بہایا جائے تو پھر تم مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔

میں جب کتابوں میں امام حسنؑ کی وصیت پڑھتا ہوں تو میں تصور میں سوچتا ہوں کہ امام حسنؑ وصیت کرتے جا رہے ہوں گے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے کہ حسینؑ میں تو تم سے وصیت کر رہا ہوں لیکن جب تمہاری شہادت کا وقت آئے گا تو تمہارے سرہانے کوئی نہ ہوگا جس سے تم وصیت کر سکو۔ میں نے تم سے وصیت کی ہے کہ مجھے دفنانا مگر مجھے معلوم ہے کہ تمہاری میت پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے اجرکم علی اللہ بس مجلس تمام کرتے ہوئے ذکر مصائب کو مکمل کرتے ہوئے ہمیشہ کا سنا ہوا فقرہ ایک مرتبہ آپ کو پھر سناتا ہوں۔

جنازہ تیار ہوا گھر والوں نے اپنے بزرگ کا، اپنے امامؑ کا کفن میں لپٹا ہوا آخری مرتبہ چہرہ دیکھا۔ بیٹیاں باپ سے رخصت ہوئیں۔ بیوہ ہو جانے والی بیویوں نے اپنے وارث امامؑ کو آخری سلام کیا۔ ہم آپ سب جانتے ہیں۔ سب سے مشکل وقت وہ ہوتا ہے جب بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔ یقیناً وہ بڑے ماتم کا وقت ہوگا، یقیناً وہ بڑے غم کا وقت ہوگا جب امام حسنؑ کا جنازہ نکلا ہوگا۔ کبھی کوئی بچہ بڑھتا ہوگا بابا کہاں جا رہے ہو۔ کبھی کوئی بیٹی بڑھتی ہوگی بابا کس پر چھوڑ کے جا رہے ہو، کبھی کوئی بیوہ آواز دیتی ہوگی وارث کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہے ہو۔ مگر میرے دل کو اطمینان ہے کہ کسی بچی کو زینبؑ اٹھا کے پیار کر لیتی ہوں گی۔ کسی بچے کو اٹھا کے ام کلثومؑ کلیجے سے لگا لیتی ہوں گی لال نہ روؤ ہم تمہارے آنسو پوچھنے کے لئے موجود ہیں۔

بس ایک منٹ پڑھنا ہے مجھے۔ بنی ہاشم کے شیروں نے ایک مرتبہ امام حسنؑ کا جنازہ اٹھایا کیسے کیسے بنی ہاشم کے شیر! عباسؑ علمدار، محمد حنفیہ، عبداللہ ابن جعفر، جناب

عباسؑ کے تینوں اور بھائی اولاد امیر المؤمنینؑ میں جتنے تھے وہ سب کے سب۔ اولاد بنی ہاشم کے کاندھوں پر بڑی شان سے بڑی آن بان سے امام حسنؑ کا جنازہ نکلا اور نکلنے کے بعد جنازے نے رخ کیا اس طرف جدھر نبیؐ کی قبر تھی۔ وہاں کچھ لوگ جمع تھے انہوں نے آواز دی کہ ہم حسنؑ کو نبیؐ کے پہلو میں دفن نہ ہونے دیں گے۔ بنی ہاشم کے شیروں کو جلال آ گیا۔ بنی ہاشم کے شیروں کو جلال آ گیا۔ ہماری موجودگی میں تمہاری ہمت ہے کہ تم حسنؑ کی لاش کو دفن نہ ہونے دو۔ تصور کیجئے کربلا کے شیر عباسؑ نے کیسا نعرہ لگایا ہوگا، صفین کے بہادر محمد حنفیہ نے کیسا نعرہ لگایا ہوگا، عبداللہ بن جعفر کیسے آگے بڑھے ہوں گے اولاد علیؑ و جعفر کیسے آگے بڑھی ہوں گی۔ مگر حسینؑ آگے بڑھے اپنے شیروں سے کہا دیکھو جوش میں نہ آؤ میرے بھائی نے جو میرا امامؑ بھی تھا مرتے مرتے یہ کہا ہے کہ خون نہ بہنے پائے لہٰذا اپنے جوش پر قابو پاؤ جنازے کو واپس لے چلو ہم بھائی کی لاش جنت البقیع میں دفن کریں گے۔

بھائی کی وصیت یہی ہے اور ادھر جنازہ واپس کیا اور ادھر بڑھ کے دشمنوں کو آواز دی ہم اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق جنازہ واپس لے جارہے ہیں اگر تاریخ یہیں پر ختم ہو جاتی تو میرا بیان بھی یہیں پر ختم ہو جاتا مگر ظالموں نے، سنگ دلوں نے واپس جاتے ہوئے جنازے پر تیر پھینکے۔ وہ حسینؑ جب بھائی کے جنازے کو دفن کر رہے تھے تو حسینؑ کو بھائی کی میت سے تیر نکالنے پڑے جب میں اس موقع پر آتا ہوں تو مجھے یاد آتا ہے اے میرے کربلا کے مظلوم تیری تاریخ ہی عجیب تاریخ ہے تو نے کبھی مدینے میں بھائی کے جنازے سے تیر نکالے، کبھی کربلا کے میدان میں اکبرؑ کے کلیجے سے نیزے کا ٹوٹا ہوا پھل نکالا اور کبھی اصغرؑ کی میت سے کلیجہ سنبھال کے تین پھل کا تیر نکالا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یرید اللہ بکم الیسر و لایرید بکم العسر

میں مسلسل آپ کے سامنے اللہ کے اس اعلان کو کہ ہم تمہارے لئے سہولتیں اور آسانیاں چاہتے ہیں، زحمتیں اور مشکلیں نہیں چاہتے ہیں تو اس اعلان کو روزانہ آپ کے سامنے اس لئے دہراتا ہوں کہ میں اپنے سننے والوں کے ذہن میں یہ بات بیٹھا دوں کہ مذہب کسی مشکل چیز کا نام نہیں ہے، مذہب بے حد آسان ہے۔ میں نے پچھلی تقریروں میں بہت سی باتیں آپ کے سامنے کہی ہیں۔

آج کی بات یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ آدمی جب کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے کسی چیز کو پانے کے لئے پکا اور مضبوط ارادہ کر لیتا ہے اور اس کے دل میں تمنا پیدا ہو جاتی ہے اور بے چین تمنا پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ چیز ہمیں مل جائے۔ بس کبھی بھی کسی چیز کے لئے آدمی کے دل میں اس طرح کی تمنا اور خواہش پیدا ہو جاتی ہے تو اس تک پہنچنے کے لئے، اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے آدمی ہر بڑے سے بڑے، مشکل سے مشکل کام کو آسان سمجھتا ہے اور جس چیز کے حاصل کرنے کے لئے آدمی کے دل میں تمنا

نہیں ہوتی ہے، خواہش نہیں ہوتی ہے، جذبہ نہیں ہوتا ہے اس کے راستے کی ہر چیز مشکل ہی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ آپ ہمیں لے جائیں بارہ بجے دن میں لے جائیں اور یہیں مجگاؤں میں پہاڑی پر جو پارک ہے۔ کہا مولوی صاحب ذرا دس مرتبہ اس پر چڑھیے، اتریئے تو اگر آپ نے گھر پر چلنے سے پہلے مجھے بتا دیا تو میرے دل میں، میرے دماغ میں، اس پہاڑی پر بنے ہوئے پارک میں، بارہ بجے دن کی جلتی دوپہر میں جانے کی کوئی خواہش ہی نہیں ہے۔

اب آپ مجھ سے کہتے ہیں چلئے تو پہلا میرا اثر یہ ہے کہ میں آپ کے چلئے کے لفظ کو سنتا ہی نہیں۔ مگر اب ایسا آدمی کہہ رہا ہے چلئے، جس سے دوستی ہے۔ جس نے دس مرتبہ ہماری بات مان لی ہے آگے بھی کسی کام پڑنے پر امید ہے اس نے کہا کہ مولوی صاحب ہمیں امید تھی کہ ہم کہیں گے تو آپ چلیں گے۔ ہم نے کہا اچھا بھائی چلتے ہیں اب یہ اچھا کا مد، بھائی کا جھٹکا چلتے ہیں کہ کھینچ یہ سب بتا رہے ہیں کہ چلنا ہمارے دل و دماغ میں مشکل ہے۔ چلیے ایک دو منٹ کے بعد ہمارے دوست نے پلٹ کے دیکھا تو یہ دیکھا کہ ہمارے ان کے درمیان پچاس قدم کا فاصلہ ہو گیا۔ کہا مولوی صاحب ذرا تیز آیئے تو ہم نے اپنے دل میں کہا فقط آپ کی مروت میں آ رہے ہیں یہی کیا کم ہے اور تیز آیئے اب مثال میں زیادہ وقت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی ہر قدم مشکل ہے کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہا بھائی ان کے ساتھ بندھے ہیں یہ کھینچے لئے جا رہے ہیں۔

ہم جا رہے ہیں تو بالکل صحیح تصویر ایسی ہے کہ جیسے کوئی آدمی کسی بکری کا کان پکڑ کے اسے کھنچتا ہے وہ ادھر کھینچتی ہے، یہ ادھر کھینچتے ہیں کبھی یہ پیچھے ہٹ جاتی ہے، کبھی وہ آگے بڑھ جاتی ہے۔ یہ کیوں ہے کہ ہمارے دل میں کوئی شوق نہیں ہے وہاں جانے کا کوئی جذبہ نہیں ہے ہمارے پاس۔

ہم نے ایک دوست سے پوچھا تم کیوں جا رہے ہو۔ کہا ایک آدمی نے کہا ہے کہ بارہ بجے آؤ تو ایک ہزار روپیہ تم کو دیں گے اس لئے ہم جا رہے ہیں، تو ہم نے کہا کہ بھائی تم جاؤ۔ پھر کہا مولوی صاحب! اس نے یہی کہا ہے کہ ایک ہزار تم کو دیں گے اور مولوی صاحب کو لاؤ گے تو دو ہزار ان کو دیں گے۔ اچھا تو پھر چلو اب نہ گرمی ہے، نہ پسینہ ہے، نہ تھکن ہے، نہ بارہ بجے کا وقت ہے۔ اب قدم تیز بڑھ رہے ہیں اور راستے میں بار بار پوچھا دیر تو نہیں ہوگئی، کہیں انتظار کر کے چلا نہ گیا ہو، ٹائم کیا دیا تھا یعنی اب پوری زندگی بدل گئی جو قدم اٹھنا مشکل تھے وہ آسانی کے ساتھ اٹھ رہے ہیں، جہاں خیال ہی نہیں تھا وہاں شوق پیدا ہو گیا، جہاں گرمی معلوم ہو رہی تھی وہاں یہ ہے کہ پر لگ جائیں اور اڑ کے پہنچ جائیں۔

تو بس عزیزان گرامی جب تک کسی بندے کے دل میں یہ جذبہ نہیں پیدا ہوگا، یہ شوق نہیں پیدا ہوگا کہ خدا ہم سے راضی ہو جائے، نبی ہم سے راضی ہو جائیں، امام ہم سے راضی ہو جائیں اور وہ جنت ہمیں مل جائے جس کا کم سے کم تصور قرآن مجید کی روشنی میں یہی بتایا جا سکتا ہے کہ جو چاہو گے وہاں مل جائے گا اور جو مل جائے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مل جائے گا تو جب تک یہ جنت کے لئے اور اللہ و نبیؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ نہیں ہوگا جب تک ہم مسائل بتا رہے ہیں، نجس کھانا حرام ہے، ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے، نامحرم کو دیکھنا حرام ہے، نامحرم کے جسم سے جسم ملنا حرام ہے، روزہ واجب ہے، بغیر خمس نکالے مال کو پاک کئے بغیر کار خیر بھی بیکار ہے۔ اچھا یعنی ہماری ساری تقریر کا ماحصل کیا نکلا اس لئے کہ شوق نہیں لیکن جب شوق پیدا ہو جائے تو آپ یقین مانئے کوئی مشکل مشکل محسوس نہیں ہوتی۔

تو یہ جو آج ہمارا سماج، آج ہمارا معاشرہ، آج ہماری سوسائٹی دین کا نام لیتی ہے

مگر بے دین ہے۔ خدا کا اقرار کرتی ہے مگر احکام خدا کی مخالفت کرتی ہے۔ نبیؐ کا کلمہ پڑھتی ہے مگر اپنے ایک ایک کام سے نبیؐ کو غصہ دلاتی ہے۔ اماموںؑ سے ہم اظہار محبت کرتے ہیں مگر کام ایسے کرتے ہیں کہ اگر امامؑ ہمارے سامنے ہوں تو ہم سے نفرت کا اظہار کریں یہ بات کیوں؟ یہ بات اس لئے کہ ہم نے نہ اللہ کو صحیح طور پر پہچانا ہے، نہ نبیؐ کو صحیح طور پر پہچانا ہے، نہ امام کو صحیح طور پر پہچانا ہے، نہ جنت کو صحیح طور پر ہم نے پہچانا ہے اور یہ اس وقت تک صحیح طور پر ہم پہچان بھی نہیں سکیں گے جب تک فقط ماحول سے میراث میں، نسل میں ہم کو مذہب ملے گا۔ اگر سمجھ بوجھ کے عقل کی روشنی میں ہم کو مذہب ملے گا تو شوق پیدا ہو جائے گا۔

میں مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیھما الصلوٰۃ والسلام کے ایک فقرے کا ترجمہ کرتا ہوں آپ کے یہاں مفاتیح الجنان موجود ہوں گی۔ اس میں جہاں مناجاتوں کا ذکر ہے، منظوم شعر کے اندر مناجات وہیں یہ نیچے ایک لائن میں آپ کو مولائے کائناتؑ کا فقرہ ملے گا دیکھئے شوق کیسے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مولا اظہار خیال نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم کو آپ کی رہبری کا سامان دے رہے ہیں۔ فقرہ کیا ہے مولاؑ نے خدا سے مناجات کرتے ہوئے فرمایا کہ پالنے والے میں جیسا اچھا خدا سوچ سکتا تھا، جتنا اچھا خدا، جتنی خوبیوں اور کمالات کا مالک خدا ایسا خدا جس کے مل جانے پر بندہ ناز کرے، خدا کا شکر ہے، اللہ کا شکر ہے کہ میں جیسا خدا پسند کرتا تھا تو مجھے مل گیا۔ اب پالنے والے میری التجا یہ ہے، میری درخواست یہ ہے، میری خواہش یہ ہے کہ جیسا خدا میں چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا تو جیسا بندہ تو پسند کرتا ہے ویسا بندہ مجھے بنا لے۔

بس جب تک یہ شوق نہیں پیدا ہوگا تب تک مذہب ہماری راہ میں ایک سنگ گراں ثابت ہوگا، ایک مشکل اور رکاوٹ ثابت ہوگا۔ میں چھوٹی چھوٹی مثالوں سے مدد لوں گا جن بچوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم کھیل میں نام پیدا کر لیں گے

آپ یقین مانئے کہ ان کو کچھ سمجھانا نہیں پڑتا ہے۔ وہ سخت سے سخت محنت کرتے ہیں دھوپ میں کھیلتے ہیں، پسینے میں ڈوب جاتے ہیں، ماں باپ منع کرتے ہیں مگر وہ شوق میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔

ان کے سامنے تصور کیا ہے ایسے اچھے کھلاڑی بن جاؤ کہ بمبئی میں تمہارا نام ہوجائے، پھر ہندوستان میں تمہارا نام ہوجائے، پھر دنیا میں تمہارا نام ہوجائے فقط، کون لمبی چھلانگ لگا سکتا ہے، کتنا اونچا اچھل سکتا ہے، کتنا تیز دوڑ سکتا ہے کون کون سے کرتب دکھا سکتا ہے بس اس کے لئے جن دلوں میں شوق پیدا ہوگیا ہے، عمر خرچ کررہے ہیں، انرجی خرچ کررہے ہیں، طاقت خرچ کررہے ہیں، پیسے خرچ کررہے ہیں، ماں باپ کی گاڑھی کمائی خرچ کررہے ہیں، اولاد کو بھولے ہوئے ہیں، بیوی کے حقوق کو فراموش کئے ہوئے ہیں اور اچھے سے اچھے کھلاڑی، پلیئر بننے کے لئے شوق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

بس جس کو جس کا شوق ہوجاتا ہے اس شوق کے راستے میں ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے تو جب تک ہم کو شوق نہیں پیدا ہوگا کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہوجائے، ہمارا نبیؐ ہم سے راضی ہوجائے، ہمارا امامؑ ہم سے راضی ہوجائے، ہم جنت حاصل کرلیں اور دوزخ کے خوف سے بچ جائیں تب تک مذہب مشکل رہے گا اور جہاں شوق پیدا ہوجائے گا مذہب آسان ہوجائے گا۔

میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ حضورؐ جب میدان جہاد میں لڑنے کے لئے جاتے تھے اگر آپ اجازت دیں اور برا نہ ماننے کا وعدہ کریں تو آپ سے ایک بات کہیں کہ اپنے کو خوش قسمت سمجھئے میں بھی اور آپ بھی کہ ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں جب جہاد نہیں ہورہا ہے ورنہ ہماری اور آپ کی وہ وہ قلعی کھلتی کہ یہ جو احد و خیبر وخندق کے پرانے تذکرے ہیں لوگ بھول جاتے۔ یہ جو ہم مومن کامل بنے بیٹھے ہیں کہ

ہم ہوتے تو مولاؑ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے یہ تو خوش قسمتی ہے کہ موقع پر جہاد نہیں ہے تو میں آپ کی خدمت میں ایک واقعہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ جب شوق پیدا ہو جاتا ہے تو آدمی کے لئے مشکل بھی آسان ہو جاتی ہے اور جب تک شوق نہیں پیدا ہوتا ہے تب تک مشکل آسان نہیں ہوتی ہے۔ مشکل کا احساس بڑھتا رہتا ہے، میدان جہاد میں مسلمان لڑنے گئے ہیں، جہاد کرنے گئے ہیں، دین بچانے گئے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو لڑنے نہیں گئے ہیں بلکہ کرائے پر، مزدوری پر، پیسے پر کام کرنے گئے ہیں۔

فرض کیجیے کہ سو لڑنے والے ہیں تو سو لڑنے والوں کے لئے پچاس اونٹ بھی تو چاہیئے اور ان اونٹوں کے لئے کھلانے، پلانے، چرانے والا بھی تو کوئی ہونا چاہیئے تو ایک جمال تھا جمال، اس سے کوئی مطلب نہیں تھا کہ کافر کون ہے، مسلمان کون ہے اس سے کوئی مطلب نہیں، دنیا کیا ہے، جنت کیا ہے، دوزخ کیا ہے اسے اونٹ چرانا اور پیسے لینا۔ وہ میدان میں کھجوریں کھا رہا تھا۔ اچھا آج سے چودہ سو سال پہلے کا عرب اگر پیٹ بھر کے کھجوریں کھا رہا ہو تو سمجھئے کہ بہترین موڈ میں ہوگا کہ نہیں ہوگا۔

بس اسے نئی زبان میں یوں ہی سمجھ لیجئے کہ جیسے کسی غریب آدمی کو کسی بڑے فائیو اسٹار ہوٹل میں ٹھہرنے کا کمرہ مل جائے۔ بس جتنا اچھا موڈ اس کا ہوگا۔ ویسے ہی چودہ سو سال پہلے کے غریب عرب ہیں اگر ایک عرب کو پیٹ بھر کر کھجور کھانے کا موقع مل جائے تو اس کا موڈ کتنا اچھا ہوگا تو ایک مرتبہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں میدان جہاد کی سختیاں جھیل کے دین بچانے کے لئے، جان بچانے کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے تقریر فرمائی اور تقریر جو فرمائی تو بتایا کہ لڑو گے تو دو ہی شکلیں ہیں یا قتل ہو جاؤ گے۔ شہید ہو جاؤ گے یا زندہ رہو گے، بچ جاؤ گے اور دونوں حال میں تم کو جنت ملے گی بلکہ بچ جاؤ گے تو جب مرو گے تب جنت ملے گی اور اگر شہید ہو جاؤ گے تو ابھی

جنت مل جائے گی اور جنت ایسی ہے اور جنت ویسی ہے، جنت میں یہ درجے ہیں، ایسے باغ ہیں، ویسی نعمتیں ہیں اور یہ ہے اور وہ ہے۔ نبیؐ تقریر کر رہے تھے مسلمانوں کے سامنے وہ جمال جو کھجور کھا رہا تھا وہ ایک مرتبہ تقریر سنتے، سنتے قریب آیا۔ کہا! یہ بتائیے کہ جو آپ جنت بیان کر رہے ہیں یہ فقط انھیں مسلمانوں کو مل سکتی ہے یا کوئی آدمی بھی مسلمان ہو کر آپ کے کہنے کے مطابق اللہ کا دین بچانے کے لئے لڑنے جائے تو اس کو جنت مل جائے گی کہا جو مسلمان ہو جائے گا، جو اللہ کے دین کے لئے شہید ہو جائے گا اسے جنت مل جائے گی تو روایات میں فقرہ یہ ہے کہ جو کھجوریں باقی تھیں وہ پھینک دیں اور میدان جہاد کی طرف چلا۔

لوگوں نے کہا کہ کدھر جا رہے ہو، کہا کہ جنت کی طرف جا رہے ہیں، کہا جانا ہی ہے تو یہ کھجوریں تو کھالو۔ کہا اب نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ جتنی دیر کھجور کھانے میں لگے گی اتنی دیر جنت میں پہنچنے میں لگ جائے گی تو جب شوق جنت پیدا ہو گیا تو جو ہاتھ میں نعمت ہے اس کو پھینک دینے میں بھی دیر نہیں لگتی ہے اور جو جان موجود ہے اس کے دے دینے میں بھی دیر نہیں لگتی ہے تو جو ہم میں یہ بے دینی پائی جاتی ہے۔

اصل میں ہمیں نہ تو پہچاننا ہے کہ مرضی معبود کی قدر و قیمت کیا ہے، ہمارے دل آشنا نہیں ہیں کہ مالک کی ناراضگی کا مطلب کیا ہے۔ ہمارے قلب و دماغ میں صحیح طور پر یہ احساس بیدار ہی نہیں ہے کہ ہماری پابندیٔ دین سے کیسی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ چودہ کے چودہ معصومینؑ کو ہمارے ذہنوں نے ابھی سوچا ہی نہیں ہے کہ ہماری بداعمالیوں سے کیسا دکھ، کیسی تکلیف پہنچتی ہے۔ ان معصومینؑ کو تو چونکہ ہم نے اپنے دل و دماغ کو ان حقائق سے آشنا نہیں کیا ہے لہٰذا نماز کے لئے اٹھنا مشکل ہے۔ روزے کا رکھنا بھی مشکل ہے ہاں جتنی دور تک خدا کی رضامندی چاہیئے، نبیؐ اور امامؑ کی رضامندی چاہیئے وہاں کے

لئے کوئی ہم میں رکاوٹ نہیں ہوگی۔

میری کل کی تقریر اگر آپ کو یاد ہے تو میں جملہ پھر آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مذہب یہ کہتا ہے کہ وہ سوسائٹی، وہ سماج، وہ معاشرہ ہونا چاہیئے جو پابند دین ہو لیکن ہم پابند دین سوسائٹی نہیں پیدا کرسکتے ہیں بلکہ اس سوسائٹی میں جتنا مذہب رائج ہے، چاہے وہ اصلی مذہب ہو، چاہے ہمارا ایجاد کردہ مذہب ہو اس کے لئے ہم تیار ہیں۔

یہیں کسی کو پکڑ لیجئے خمس واجب ہے اپنا دن معین کرو، نہیں نکالا ہے تو آج حساب کرو تو پہلے کہیں گے کہ آج تو جانے دیجئے۔ کل آئیں گے اور جب جائیں گے تو کل آئے گی نہیں کہ کل آئیں گے۔ ایک آدھ سے ہم نے پوچھا کہ جو تم راہ خدا میں خرچ کرتے ہو تو خمس نکالنے میں تم کو کیا زحمت ہے۔ کہا مولوی صاحب! ابھی تو محرم میں ایک ہزار روپیہ خرچ کیا تو سوال یہ ہے کہ حساب کرکے اگر دوسو روپئے خمس نکلتا ہے تو اس کے نکالنے میں ہچکچاہٹ ہے اور محرم میں ایک ہزار روپیہ کے خرچ میں دل میں سخاوت ہے۔

لیکن حقیقت کیا ہے وہاں یہ خیال دماغوں میں راسخ ہے کہ یہ جو ہم عزائے حسینؑ میں خرچ کررہے ہیں اس سے خدا خوش ہوجائے گا، نبیؐ خوش ہوجائیں گے، امامؑ خوش ہوجائیں گے، لہٰذا جہاں ہمیں ان کی خوشی کا احساس ہے وہاں ہزار خرچ ہوجائیں تو ہمارے دل میں کنجوسی نہیں آئے گی۔

ان مسائل کو ہم نے سنا ہی نہیں ہے، سمجھا ہی نہیں ہے لہٰذا ہماری نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے ایک دوست نے ہم سے کہا کہ ایک آدمی ہم سے یہ کہتا ہے کہ اب کی غلام عسکری کو سوائے نماز، روزے، زکوٰۃ اور خمس کے کچھ یاد ہی نہیں ہے یعنی گویا کہ وہ سنتے سنتے تھک گئے لیکن ہم سنانے میں نہیں تھکیں گے۔

ہم تو ہمیشہ ایک بات کہتے ہیں۔ مولوی صاحب جب آپ کی مجلس میں گئے

ڈاڑھی منڈانا حرام ہے، پردہ کرو، نامحرم کو دیکھنا حرام ہے، زکوٰۃ خمس نکالو اس کے بغیر نیکیاں قبول نہیں ہوں گی کہاں تک بیان کیجئے گا۔ ارے ہو گیا ایک دو دن چھوڑ یئے اب تو ہمارا سیدھا سادہ جواب ہے۔ آپ سب ڈاڑھیاں رکھ لیجئے پھر ہم کہیں تو خطاوار ہیں۔ ہماری سب بہنیں پردہ کرلیں نامحرم کو نہ دیکھیں اب اگر ہم کہیں تو ہم خطاوار ہیں۔ اور پردہ چادر سے نہیں ہوتا ہے، پردہ برقع سے نہیں ہوتا ہے، پردہ اس پکی نیت کے ساتھ ہوتا ہے کہ نامحرم کو نہیں دیکھنا ہے۔

جب نامحرم کو نہیں دیکھنا ہے ہم بھی بازار سے گذرتے ہیں، آپ بھی بازار سے گذرتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں ہے جو آسمان سے اترا ہو، نامحرم سامنے آتے ہی جاتے ہیں۔ بس ایک عادت ڈالنا ہے کہ سامنے نامحرم آئے گردن گھما کے نگاہیں موڑ لیں، بہنیں بھی بازار سے گذر سکتی ہیں، بھائی بھی بازاروں سے گذر سکتے ہیں بس نیت پیدا ہو جائے عمل آسان ہو جائے گا۔ ایک صلوات بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

خوف دوزخ اس وقت تک نہیں پیدا ہوگا جب تک کہ ہم اپنا سماج اس منزل تک نہ لے آئیں کہ مذہبی دنیا پیدا ہو جائے۔ میں نے آپ کی خدمت میں کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ سوسائٹی پیدا ہو جائے جو پابند دین ہو، کل میں نے اپنے اختتام بیان میں گذارش کی تھی کہ امام جعفر صادقؑ کے اثرات کو توڑنے کے لئے نئے نئے امام پیدا کئے گئے، نئے نئے فقیہ پیدا کئے گئے یہ سلسلہ جو شروع ہوا ہے میں تفصیلات میں نہیں جا سکتا ہوں۔ مجھے کچھ اور باتیں بھی کہنا ہیں۔

لیکن اتنی گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ پانچویں امامؑ کے زمانے میں صوفی پیدا ہوئے صوفی، پہلے صوفی کون کہے جاتے تھے۔ ایران میں آئے تو شاہ صاحب ہو گئے، ہندوستان میں آئے تو پیر ہو گئے، پیروں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پیر ہوئے ایک

آدھ جملہ آپ ہی مکمل کر لیجئے ہم کیوں مکمل کریں۔ تو یہ پانچویں امام کے زمانے میں صوفی کیوں پیدا ہوئے، امامت کا اثر توڑنے کے لئے انھوں نے دنیا ترک کی اپنے خیال میں خود کو دنیا کے سامنے زاہد پیش کیا، کچھ نہیں چاہیئے پہننے کے لئے موٹے کپڑے چاہیئے، گھر بھی نہیں چاہیئے، کھانے کو بھی کچھ نہیں چاہیئے تو لوگوں نے کیا سوچا کہ بڑے اللہ والے ہیں یہ اگر اللہ والے ہیں تو انھوں نے صوفی کی ایجاد کیوں کی۔

آج ہمارے بہت سے لوگ، بہت سے بھائی انھوں نے کہا صاحب، یہ لوگ بھی قابل قدر ہیں کون لوگ؟ یہی صوفی؟ بڑا دین پھیلایا ہے انھوں نے، میرا سیدھا سیدھا سوال ہے کہ صوفی حضور تھے یا نہیں تھے، خود حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے یا نہیں تھے انہوں نے یہ پیغام دیا ہے یا نہیں دیا ہے۔ صوفی بن جاؤ نجات ہو جائے گی کہا نہیں نہیں نبیؐ کے زمانے میں تو نہیں تھے۔ یہ بعد میں پیدا ہوئے تو جب بعد میں پیدا ہوئے تو جو بعد میں پیدا ہو تو بدعت ہے وہ دین نہیں ہے جو بعد میں پیدا ہو وہ بدعت ہے وہ دین نہیں ہے۔ اور یہ جب نئی نئی ایجادوں کا مزاج بن جاتا ہے، تو پانچویں امامؑ کے زمانے میں صوفی پیدا ہوئے کہ ہماری عبادت اور زہد کو دیکھ کر لوگ امام چھوڑ کر ہماری طرف آجائیں گے۔

چھٹے امامؑ کے زمانے میں نئے نئے فقیہ پیدا ہو گئے یہ امام اعظم ہیں، یہ ان سے چھوٹے ہیں، یہ ان سے چھوٹے ہیں، یہ ان سے چھوٹے ہیں تو لوگ ہم سے مسئلہ پوچھیں گے ان سے مسائل نہیں پوچھیں گے تو جب دین میں ایجادوں کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے تو نئے فرقے بھی پیدا ہو جاتے ہیں، نئے مذہب بھی پیدا ہو جائیں گے۔

میں دو ہی لفظیں کہنا چاہتا ہوں امام جعفر صادقؑ کے بعد وہ لوگ جو شیعہ کہے جاتے ہیں۔ شیعہ کون ہیں؟ لمبی چوڑی بات سے بحث نہیں۔ جس نے حضورؐ کے بعد یہ

اصول مانا کہ نبیؐ نبیؐ تھے اس لئے کہ خدا نے ان کو نبیؐ بنایا تھا۔لہٰذا نبیؐ کے بعد نبیؐ کا جانشین وہی ہوگا جسے خدا جانشین بنائے گا۔

بس جس نے اس اصول کو مان لیا وہ شیعہ ہوگیا۔جنھوں نے یہ کہا کہ نبیؐ کسی کو بنا ہی کے نہیں گئے۔اب وہ صحیح یا غلط اس پہ مجھے بحث نہیں کرنا ہے آپ لوگ سنتے رہتے ہیں۔اس میں سنانے کی ضرورت بھی نہیں۔کہا نبیؐ کسی کو بنا کے نہیں گئے لہٰذا ہمیں بنانا پڑا تو ہم نے فلاں بزرگ کو بنا دیا تو جو اس راستے پہ آ گئے وہ شیعہ نہیں ہوئے۔

تو شیعہ اور غیر شیعہ کا راستہ کہاں سے الگ ہوا اس بات سے الگ ہوا کہ جس کو خدا نبی بنائے وہ نبی ہوتا ہے تو نبی کا جانشین نبی کے بعد وہی ہوگا، امامؑ بھی وہی ہوگا جسے خدا بنائے اسی راستے پر شیعہ چلتے، چلتے چھٹے امام جعفر صادقؑ تک پہنچے اب چونکہ مزاج پیدا ہوگیا تھا کہ چوتھے امامؑ کی عبادت کے بعد دنیا آل محمدؐ کو عبادت کے نام سے پہچان رہی تھی لہٰذا عبادت کا اثر توڑنے کے لئے صوفی بنے یہ عابد و زاہد بن کر آل محمدؐ سے لوگوں کو برگشتہ کرنا چاہتے ہیں۔جب چھٹے امامؑ کے زمانے میں دین کی تعلیم عام ہوگئی اور لوگ امام کی طرف متوجہ ہوگئے تو نئے نئے امام کھڑے کئے گئے تاکہ وہاں کے بجائے فتویٰ یہاں سے لو، تو لوگوں نے سوچا کہ جب یہ صوفی بن سکتے ہیں، لوگوں نے سوچا جب یہ امام بن سکتے ہیں اور وہ امام بن سکتے ہیں تو کیوں نہ کسی کا نام لیکے نیا فرقہ ایجاد کرلیا جائے۔

چنانچہ وہ جناب اسماعیل جنھوں نے چھٹے امام کی زندگی میں انتقال کیا تھا اور میں نے جو پہلا حج کیا ہے تو جنت البقیع کی چہار دیواری سے باہر ایک چھوٹے سے حلقے میں ان کی قبر موجود ملی۔اب سعودی عرب میں کتنی چیزیں بے نشان ہوگئیں۔نبیؐ کے باپ کی قبر بے نشان ہوگئی تو جناب اسماعیلؑ کو کون پوچھے گا اور سعودی عرب کا مزاج اگر ہم سے پوچھیں تو سعودی عرب والے بہت پریشان ہیں کعبے سے نا لاکھوں حاجی آ کے ان کی

پریشانی کا سبب بنائیں اگر کوئی راستہ ہوتا کہ کعبہ وہاں سے منتقل کیا جا سکتا ہوتا تو سعودی عرب والے آرام سے کہتے کعبہ لے جاؤ۔ اس لئے کہ جب ہم غریب تھے تب حاجیوں کے پیسے کی ضرورت تھی اب تو زمین سے بھی سونا نکل رہا ہے اور تیل سے بھی سونا نکل رہا ہے۔

تو خیر بات کہیں سے کہیں چلی جائے گی تو میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ جب جناب اسماعیلؑ کا انتقال ہو گیا اور چھٹے امام نے جب ان کا جنازہ اٹھوایا تو جگہ جگہ رکھوایا اور جنازے کا منھ کھلوایا۔ کہا دیکھو یہ اسماعیلؑ ہیں جنھوں نے انتقال کیا ہے میرے مولاؑ یہ آپ کیوں کر رہے ہیں۔ کہا مجھے معلوم ہے کہ دین کے نام پر دنیا حاصل کرنے والے ان کے نام پر نیا مذہب ایجاد کریں گے۔ آج ہمارے کچھ اسماعیلی بھائی پائے جاتے ہیں ان میں بھی دو فرقے ہو گئے۔ ایک وہ فرقہ ہے جس کے امام ظاہر بظاہر موجود ہیں کیسے ہیں آپ روز دیکھتے ہیں۔ ہم کیا کریں بتا کے خالی یہی پوچھئے ماں کون تھیں، خالی یہی پتہ لگائیے کہ باپ کا مذہب کیا تھا، خالی یہی پوچھئے کہ ایسے میں اسلام میں نکاح جائز ہے یا نا جائز ہے۔

مگر نہیں کچھ بھی ہو امام ہیں اور ایک وہ ہیں جن کے امام اکیسویں نمبر پر آ کر کے غائب ہو گئے اور اب جو ان کی جگہ پر ہیں ان کے ہاتھ میں قبضہ ہے۔ ان میں بھی شاخیں در شاخیں ہو گئیں۔ کچھ داؤدی ہو گئے اور کچھ سلیمانی ہو گئے، کچھ علوی ہو گئے ایک کا مرکز بڑودہ میں ہو گیا اور ایک کا مرکز بمبئی میں ہو گیا اور ایک کا مرکز یمن میں ہو گیا یہ سارے کاروبار چل پڑے۔ کیوں چل پڑے یہ اسی لئے چل پڑے کہ جب دین میں ایجاد کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے تو نئے فرقے بن جاتے ہیں، نئے راستے بن جاتے ہیں۔

میں خاص طور سے جب وہ رات آتی ہے جب مجھے ذکر معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ کرنا ہوتا ہے تو کبھی

اجمال سے، کبھی تفصیل سے اتنا تذکرہ ضرور کرتا ہوں کہ ہمارا آپ کا راستہ یہاں سے ایک تھا کہ آپ بھی شیعہ تھے، ہم بھی شیعہ ہیں یعنی آپ نے بھی یہ اصول مانا تھا کہ نبی کو خدا نے نبیؐ بنایا ہے لہٰذا وہ نبیؐ ہیں اور نبیؐ کے بعد ان کا جانشین اور ان کا امامؑ بھی وہی امامؑ اور وہی جانشین ہوگا جس کو خدا بنائے گا۔ اسی اصول پر مولاؑ کو مانا، اسی اصول پر امام حسنؑ کو مانا، اسی اصول پر امام حسینؑ کو مانا، اسی اصول پر ہر امامؑ کو مانا، اسی اصول پر چھٹے امامؑ کو مانا اب یہاں سے جو راستہ الگ ہوتا ہے کہ کچھ جناب اسماعیل کے ماننے والے ہیں اور کچھ جناب موسیٰ بن جعفرؑ کے ماننے والے ہیں تو ایک ہی بات ہے آپ کس کو امامؑ منوانا چاہتے ہیں۔

بس اتنا بتا دیجئے کہ خدا نے ان کو امامؑ بنایا ہے تو ہم مذہب چھوڑ دیں ورنہ ہمارے پاس آیئے ہم ان کتابوں میں جو ہمارے مذہب کے ماننے والوں کی لکھی ہوئی نہیں ہیں ان میں اپنے بارہ اماموںؑ کے نام دکھا دیں تو آپ ہماری طرف چلے آیئے۔ ہم نصیری سے ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ تمہارے دین کے غلط ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ علیؑ یہ کہتے ہیں کہ میں خدا نہیں ہوں، میں بندہ ہوں۔

ہم عیسائیوں سے ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ تمہارے دین کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ تم جناب عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو وہ اپنے کو اللہ کا بندہ کہتے ہیں۔ بات میں بات یاد آ گئی امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اس زمانے کے بڑے عیسائی عالم سے بحث ہونے لگی۔ بحث کیا ہے؟ جناب عیسیٰؑ اللہ کے بندے ہیں یا اللہ کے بیٹے ہیں؟ اگر اللہ کے بیٹے ہیں تو اسلام جھوٹا مذہب ہے، عیسائی سچا مذہب ہے۔ اور اگر اللہ کے بندے ہیں تو اسلام سچا مذہب ہے تو امامؑ نے بات کو واضح کرنے کے لئے جب تذکرہ شروع کیا تو آپ نے کہا جناب عیسیٰؑ میں بڑی خوبیاں تھیں مگر ایک خرابی تھی تو اب چار خوبیاں بیان کیں اور پانچویں خرابی بیان کی تو وہ جو پادری تھا، عیسائی عالم اس نے پوری توجہ کے ساتھ

کہا کہ صاحب آپ خرابی بتا بھی سکتے ہیں، بتا سکتے ہیں آپ خرابی یا آپ خالی دعویٰ کرتے ہیں اب یہ بحث کی حکمت عملی ہوتی ہے۔

امامؑ نے کہا ہاں ایک خرابی تھی کہا کیا خرابی بتایئے اور اگر آپ خرابی نہیں بتاتے تو آپ کو کہنے کا حق نہیں ہے بس کہا کہ خرابی یہی ہے کہ بہت اچھے تھے مگر نماز نہیں پڑھتے تھے، عبادت نہیں کرتے تھے۔ کہا آپ سے کس نے کہا، جناب عیسیٰؑ تو بہت عبادت کرتے تھے، جب پادری نے، عیسائی عالم نے جناب عیسیٰؑ کی عبادت کا اقرار کیا اور زور لگایا کہ بہت عبادت کرتے تھے، بہت نماز پڑھتے تھے تو ایک مرتبہ امامؑ نے مسکرا کے پوچھا کہ جب خدا کے بیٹے تھے اور خدا کا جزء تھے تو سجدہ کس کو کرتے تھے۔ بندے تھے یا بیٹے تھے تو جس معیار پر نصیری کا مذہب باطل ہے اس لئے کہ جس علیؑ کو تم خدا کہتے ہو وہ خدائی کا دعویٰ کرتے ہی نہیں، اسی دلیل پر عیسائیوں کا مذہب باطل ہے کہ جس کو تم اللہ کا بیٹا کہتے ہو وہ اپنے کو اللہ کا بندہ کہتا ہے اور ہم اپنے جن مسلمان بھائیوں سے گفتگو کرتے ہیں ان سے بھی یہی کہتے ہیں کہ آپ کے مذہب کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ جسے چوتھا کہتے ہیں وہ اپنے کو پہلا کہتا ہے۔ نہ سمجھ میں آئی ہو اتنی سی بات تو وضاحت کے لئے کہدوں کہ ایک مرتبہ پوری تاریخ میں چھان کے ایک موقع مجھے بتا دیجئے۔ جب علیؑ نے اپنا چوتھا خلیفہ ہونا منظور کر لیا ہو علیؑ کہتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ میں نبیؐ کے بعد پہلا خلیفہ ہوں۔

آج مولائے کائنات امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیھما الصلوٰۃ والسلام کی وہ تقریر کتابوں میں موجود ہے جو آپ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد، لوگوں کے اصرار کے بعد، بیعت لینے کے بعد، بیعت کے پہلے دن پہلی جو تقریر کی ہے اس پہلی تقریر کا پہلا فقرہ یہ ہے اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ اِحْسَانِہٖ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلیٰ مَکَانِہٖ علیؑ اپنی حکومت پانے کے پہلے دن، بیعت کے پہلے دن، پہلی تقریر کا پہلا جملہ یہ کہتے ہیں کہ

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے احسان کیا ہے اور یہ احسان کیا ہے کہ آج حق اپنی جگہ پر پلٹ کے آ گیا تو جب تک علیؑ کی تقریر کا یہ فقرہ موجود ہے کہ حق اپنی جگہ پر پلٹ کے آ گیا ہے تو علیؑ اپنے کو پہلا خلیفہ کہہ رہے ہیں کہ چوتھا کہہ رہے ہیں تو جو گفتگو عیسائیوں سے ہے، جو گفتگو نصیریوں سے ہے وہی اپنے بھائیوں سے ہے تو اسی اصول پر میں اپنے اسماعیلی بھائیوں سے جتنی بھی ان کی قسمیں ہیں سب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ جناب اسماعیل نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔

جناب عیسیٰؑ جب آسمان پر چلے گئے تو عیسائیوں نے انھیں اللہ کا بیٹا بنا دیا، جب جناب اسماعیل کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے ان کو اپنا امام بنا دیا تو ایسے تو مذہب نہیں چلے گا اور بڑی سیدھی سیدھی بات ہے جب آپ نے دوسرے مسلمانوں سے الگ ہوتے وقت مذہبی بنیاد یہ قرار دی تھی کہ امامؑ وہ ہوگا جس کو خدا امامؑ بنائے گا تو جس کو امامؑ مانے وہ بتائے کہ اس کا نام خدا نے مقرر کیا ہے، نبیؐ نے نام بتایا ہے۔ دنیا میں کوئی نہ بتا سکے گا صرف ہم اثنا عشری بتا سکیں گے ہم نے مسلسل آپ کو سالہا سال سنائے ہیں نام۔

آج اگر کوئی نیا سننے والا آ گیا ہے تو اس کے لئے اب بھی میں یہ کہتا ہوں کہ آپ ینابیع المودت پڑھئے جس میں حضورؐ نے بارہ کے بارہ اماموںؑ کے نام مع باپ کے نام کے، مع القاب کے بیان کئے ہیں کہ میرے جانشین بارہ ہوں گے علیؑ ہوں گے پھر حسنؑ ہوں گے پھر یہ حسینؑ ہوں گے پھر ان حسینؑ کا ایک بیٹا علیؑ ہوگا جس کا لقب زین العابدینؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے محمدؑ ہونگے جن کا لقب باقرؑ ہوگا ان کے بیٹے جعفرؑ ہوں گے ان کا لقب صادقؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے موسیٰؑ ہوں گے جن کا لقب کاظمؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے علیؑ ہوں گے جن کا لقب رضاؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے محمدؑ ہوں گے جن کا لقب تقیؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے علیؑ ہوں گے جن کا لقب نقیؑ ہوگا پھر ان کے بیٹے حسنؑ ہوں گے جن کا لقب عسکریؑ ہوگا

ان کے بیٹے محمدؑ ہوں گے جن کا لقب مہدیؑ ہوگا۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر
تو آج بھی ینابیع المودت میں پیغمبر کی حدیث موجود ہے جو غیر شیعہ کی لکھی کتاب ہے یعنی آج ہم پوری دنیا کو چیلنج کر سکتے ہیں کہ ہم جن بارہ اماموںؑ کو مانتے ہیں ان کو خدا نے مقرر کیا ہے اور ان کے نام نبیؐ بتا کے گئے ہیں۔ بس اگر کسی کو خیال ہے اب اگر کسی کو خیال ہے کہ یہ مذہب صحیح نہیں ہے، ہمارا مذہب صحیح ہے تو بڑی سیدھی سیدھی سی بات ہے جن کو آپ امامؑ ماننا چاہتے ہیں ان کی فہرست بتا دیجئے اور ایک بات آپ سے کہے دیتے ہیں۔

ساری لمبی چوڑی بحثیں تو بعد میں ہوں گی۔ جن کے امام غائب ہیں اکیسویں ذرا دیر کے لئے انھیں چھوڑ دیجئے۔ جن کے امام زندہ ہیں اور جن کے ماننے والوں کا زور ہی یہ ہے کہ تمہارے امام غائب ہمارے امام ظاہر ہیں۔ ان سے چار پانچ باتیں پوچھنے کا مجھے موقع دید یجئے ان سے پوچھئے جب آپ امامؑ ہیں تو آپ کو کب پتہ لگا کہ آپ امام ہیں اور جب آپ امام ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ کے بعد کون امام ہوگا۔ آپ امام ہیں تو یہ بتایئے کہ آپ کے مذہب میں کتنے امام ہوں گے تو آپ یقین مانئے کہ ایک سوال کا جواب نہیں آئے گا مگر ہمیں کیسے کیسے ملتے ہیں آپ کو ملتے ہوں یا نہ ملتے ہوں، ہمیں ملتے ہیں۔ جناب امام ہوں یا نہ ہوں اور ملاّ صاحب سچے ہوں یا نہ ہوں مگر صاحب چہرے پر بڑا نور ہے۔ آئیں۔ یعنی حقانیت کا معیار کیا بن گیا وہ نور جو آپ کو دکھائی پڑا۔ ہم نے کہا صاحب ہم کو تو نہیں دکھائی پڑتا تو لوگوں نے جھوٹی باتیں منوانے کے لئے ایسے ایسے فلسفے ایجاد کئے ہیں کہ آدمی چپ ہو جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بہت جگہ کے واقعات ہیں میں کسی خاص جگہ کے متعلق باتیں نہیں کہنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا دیکھو یہ دیوار پر یہ چیز نظر آرہی ہے ایسے کہا ہمیں تو نہیں دکھائی پڑ رہی ہے کہا جو حلالی ہوتے ہیں انھیں دکھائی پڑتی ہے۔ اب کون آدمی کہے کہ نہیں دکھائی پڑ رہی

ہے تو یہ سب داؤ پیچ ہوتے ہیں، یہ سب داؤ پیچ ہوتے ہیں شریعت میں اثنا عشری شیعہ خدا کا ماننے والا، نبی کا ماننے والا، بارہ اماموںؑ کا ماننے والا، کعبہ کا ماننے والا، قبلہ کا ماننے والا، قرآن کا ماننے والا، شریعت کا ماننے والا، سب چیزوں کا ماننے والا اور وہ یہ کہے کہ میں نماز کو واجب نہیں مانتا تو ایسا اثنا عشری شیعہ بھی کافر ہے، نجس ہے اس کے ساتھ اگر اس کی بیوی رہتی ہے تو اس کو الگ کر دیا جائے۔ ارے صاحب! سب تو مان رہا ہے خالی نماز کا انکار کر رہا ہے تو اصول مذہب یہ ہے، اصول دین یہ ہے کہ جو چیز دین میں متفقہ طور پر طے ہیں جو ضروریات دین اور ضروریات مذہب قرار دی جاتی ہیں اگر کوئی آدمی ان کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔

جن باتوں کو سارے مسلمان مانتے ہیں اگر کوئی آدمی اس کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا اور جن باتوں کو سارے شیعہ مانتے ہیں اگر ان کا انکار کوئی شیعہ کر دے گا تو وہ شیعہ نہیں رہے گا تو آپ کے سامنے موجود ہے کہ نماز واجب ہے کہ نہیں ہے واجب، نماز واجب ہے کہ نہیں ہے واجب میں اپنے مذہب کی بات نہیں کر رہا ہوں اگر دنیا میں کوئی آدمی نماز کے واجب ہونے کا انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر آپ نماز واجب ہی مانتے ہیں تو اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد کیوں نہیں رکھتے خانہ یعنی گھر مسجد یعنی سجدہ کرنے کی جگہ تو دنیا میں جتنے مسلمان پائے جاتے ہیں جو نماز کے ماننے والے ہیں۔

ان کے یہاں مسجدیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے یہاں مسجد ہی نہیں پائی جاتی یہ تو جب سے پاکستان بنا اور وہاں قادیانیوں کے خلاف مہم چلی کہ ان کو کافر ڈکلئر کیا جائے تب سے ذرا ذرا نماز یعنی یہ نماز اللہ کے لئے نہیں ہے یہ خوف پاکستان سے ہے۔ یہاں بوڑھے بزرگ لوگ موجود ہیں جنھوں نے وہ تقریریں پڑھی ہیں، جنھوں نے وہ تقریریں

بوڑھے بزرگ لوگ موجود ہیں جنھوں نے وہ تقریریں پڑھی ہیں، جنھوں نے وہ تقریریں سنی ہیں، حسینؑ پر کیوں روتے ہو تمہارا امام تو زندہ ہے یعنی آپ اور حسینؑ تو کم سے کم اتنی چھوٹی چھوٹی، موٹی موٹی باتوں کو سوچ کے آدمی فیصلہ کرسکتا ہے کہ سچا مذہب کون ہے اور جھوٹا مذہب کون ہے، کون مذہب ہے جو ہم کو سیدھے راستے پر لے جائے گا اور کون مذہب ہے جو ہم کو غلط راستے پر لے جائے گا تو میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا تھا جو میری ساری تقریر کا خلاصہ اور ماحصل ہے۔

آج کی بات ادھوری رہ گئی اسے کل مکمل کروں گا کہ میں نے آغاز اس وقت یہاں سے کیا تھا کہ جب تک ہم کو خدا و نبیؐ و امامؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق نہیں پیدا ہوگا تب تک دین مشکل رہے گا اور جب شوق پیدا ہو جائے گا تو دین آسان ہو جائے گا۔ ہمارے سماج میں خرابی یہ ہوتی ہے کہ روزی کے لئے اللہ کو راضی کرلو، کاروبار ٹھیک ہو جائے اس کے لئے جناب عباسؑ کو راضی کرلو، بچہ بیمار ہے اچھا ہو جائے اس کے لئے بی بی کو راضی کرلو تو جہاں یہ چھوٹے چھوٹے، چھوٹے چھوٹے مقصد ہوتے ہیں کسی نے بتایا یہ کام کرو منت پوری ہو جائے گی۔ دل کھول کے آدمی تیار ہے یہ تو آدمی نے بتایا ہے کہ یہ کام کرو تو منت پوری ہو جائے گی یہ پہلے سوچو کہ خدا نے کیا بتایا، نبیؐ نے کیا بتایا، اماموںؑ نے کیا بتایا تو اگر ہمیں جنت کا شوق پیدا ہو جائے، دوزخ کا خوف پیدا ہو جائے، خدا و رسولؐ اور امامؑ کی خوشنودی کا خیال پیدا ہو جائے تو مذہب آسان ہو جائے اور اگر مذہب میں نئی نئی باتوں کے پیدا کرنے کا مزاج پیدا ہو جائے گا تو جیسے یہ مزاج پہلے پیدا ہوئے تو مسلمانوں میں صوفی پیدا ہو گئے۔ یہ مزاج پہلے پیدا ہوا تو مسلمانوں میں نئے نئے امام پیدا ہو گئے چار چار فقہیں پیدا ہو گئیں۔ یہ شوق پیدا ہوا تو نئے نئے فرقے پیدا ہو گئے۔

میں آخر کلام میں اپنے راستے پر رہتے ہوئے اپنے بیان کی ابتداء کو انتہا سے

کچھ کرنا ہے جو خدا نے کہا ہے، جو نبیؐ نے کہا ہے، جو امامؑ نے کہا ہے ہمارے سماج میں کیا رسمیں رائج ہیں۔ یہ مذہب نہیں ہے، مذہب وہ ہے جس کے لئے خدا و رسولؐ اور امامؑ کا حکم ہو اور جب یہ مذہب ہم سمجھ کے مان لیں گے اور ہمارے دل میں شوق پیدا ہو جائے گا کون ایسا آدمی ہے جو نوکری کرتا ہے اور یہ نہیں چاہتا ہے کہ سیٹھ خوش رہے؟ کون ایسا آدمی ہے جو نوکری کرتا ہے اور یہ نہیں چاہتا ہے کہ ہمارا باس ہم سے راضی رہے۔

ہم اپنی ہی بات سنا دیں دوسروں کو کیوں کہیں اس لئے کہ لوگ کہیں گے صاحب مجمع کو کہتے ہیں اپنے کو بچا لے جاتے ہیں۔ جب ہمارے جیسے کمزور دل والے ذاکر سوچتے ہیں کہ ایسی مجلس پڑھو کہ مجمع راضی ہو جائے تو باس راضی ہو جائے، سیٹھ راضی ہو جائے سننے والا مجمع راضی ہو جائے یہ سوچ کے ہم پسینہ بہا کے تقریر کرتے ہیں آپ آٹھ گھنٹے کھڑے رہ کے کام کرتے ہیں۔ دوسرا میرا کوئی بھائی باس کی گالیاں سنتا ہے تم بالکل گدھے ہو جی ہاں، جی ہاں۔ اس لئے کہ جی ہاں کہنے کے بعد تو نوکری برقرار رہے گی اور اگر پلٹ کے کہہ دیا کہ جس آفس میں ہم کام کرتے ہیں اگر ہم بالکل گدھے ہیں تو آپ تو افسر ہیں آپ اور بڑے ہیں تو نکال کے باہر کر دے گا تو آدمی خون کا گھونٹ پی کے چپ رہتا ہے فقط اس لئے کہ پہلی تاریخ کو پگار اور تنخواہ اٹھانا ہے تو بس جب تک دنیا کے یہ چھوٹے چھوٹے نمونے موجود ہیں ان کے سہارے کہنا چاہتا ہوں کہ شوق جنت اور شوق جنت سے زیادہ خدا و نبیؐ اور امامؑ کس بات پر خوش ہو جائیں گے جب تک یہ جذبہ نہیں پیدا ہوگا دین پر عمل کرنا دشوار رہے گا۔ جب تک دوزخ کا خوف اور خدا و رسولؐ اور امامؑ کی ناراضگی کا خوف نہیں پیدا ہو جائے گا تب تک حرام کاموں سے اپنے کو بچانا دشوار رہے گا۔ بس یہ ہے آج کی میری تقریر کا کل خلاصہ اور ما حصل۔

آج مجھے اختتام مجلس پر اسے یاد دلانا ہے جس کا اگر چہ ایک دن تذکرہ کر چکا

ہوں مگر آج پھر اس کا تذکرہ کرنا ہے۔ کون سجدوں پہ سجدے کرنے والا، نمازوں پر نمازیں پڑھنے والا میں نے ابھی مغرب سے پہلے یہیں آپ کے قریب مسجد جعفری میں ایک چھوٹی سی مجلس پڑھی۔ وہاں میں نے اپنے چوتھے امامؑ کے بارے میں جو تذکرے کئے سب تو نہیں مگر ایک بات سنانا چاہتا ہوں کہ امام واقعۂ کربلا کے بعد پینتیس سال زندہ رہے، پینتیس سال زندہ رہے اور تاریخ نے یہی لکھا سوانح نگاروں نے یہی لکھا کہ جب کبھی وضو کے لئے پانی لایا گیا، جب کبھی وضو کے لئے پانی لایا گیا تو امامؑ پانی دیکھ کے اتنا روتے تھے، اتنا روتے تھے کہ آنسو پانی میں گرتے تھے اور وہ پانی مضاف ہو جاتا تھا۔ وضو کے قابل نہیں رہتا تھا۔ ہٹا دیا جاتا تھا تو میں نے ایک بات کہی وہ یہاں بھی یاد آ گئی وہاں تھوڑے آدمی تھے، یہاں زیادہ میرے بھائی بہن موجود ہیں وہ بھی سن لیں۔

بس ایک مرتبہ کتابوں میں پڑھتے پڑھتے مجھے خیال ہوا کہ یہی ذکر کیوں ہے کہ جب وضو کے لئے پانی آتا جب وضو کے لئے پانی آتا تھا تب امامؑ روتے تھے۔ آخر امامؑ پانی پیتے بھی تو ہوں گے یہ کتابوں میں تذکرہ کیوں نہیں ہے کہ جب پینے کے لئے پانی آتا تھا تب روتے تھے جب مجھے خیال پیدا ہوا تو مجھے کتابوں میں ایک فقرہ ملا۔

امامؑ کی خدمت کرنے والی ایک کنیز سے کسی نے پوچھا تھا ہم امامؑ کا حال سننا چاہتے ہیں تو اس کنیز نے کہا مختصر سننا چاہتے ہو یا تفصیل سے، کہا مختصر، کہا مختصر میں اتنا سنو کہ جب سے میں ان کی خدمت کر رہی ہوں میں نے کسی دن ان کے لئے دسترخوان نہیں بچھایا اور جب سے میں ان کی خدمت کر رہی ہوں کسی رات میں نے ان کے لئے بستر نہیں بچھایا۔ دسترخوان کیوں نہیں بچھایا، کہا روزہ رکھتے ہیں روز روزہ رکھتے ہیں۔ کہا بستر کیوں نہیں بچھایا، کہا رات بھر عبادت کرتے ہیں تو اب جب میں نے یہ پڑھا تو میری سمجھ میں آیا کہ وضو ہی کے لئے پانی آئے گا۔ پینے کے لئے کہاں آئے گا۔ ہاں جب اور پڑھا تو

یہ پڑھا کہ نماز مغرب اور عشا پڑھنے کے بعد جب ہمارا اور آپ کا چوتھا امام روزہ کھولنے کے لئے بیٹھتا تھا تب دسترخوان بچھایا جاتا تھا، کھانا چنا جاتا تھا، پانی رکھا جاتا تھا۔

آج تک میری نگاہ میں وہ فقرہ گھوم رہا ہے جب میں نے کتابوں میں پڑھا کہ امامؑ کے سامنے جب کھانا اور پانی آتا تھا تو آپ روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے قُتِلَ وَاللّٰهِ ابنِ رَسُوْلُ اللّٰه عَطْشَانَا خدا کی قسم رسول کا بیٹا پیاسا مارڈالا گیا اور اب میں نے پڑھا تو یہ پڑھا کہ امامؑ کھانے اور پانی کو دیکھ کے اتنا روتے تھے کہ وہ کھانا کھانے کے قابل نہیں رہتا تھا، وہ پانی پینے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ دسترخوان ہٹا دیا جاتا تھا دوبارہ دسترخوان لگا دیا جاتا تھا میری بہنوں! میرے بھائیوں! آج اسی امامؑ کی شہادت کی رات ہے میرا تصور مجھ سے یہ کہتا ہے کہ جب پچیس محرم ۹۵ھ کو چوتھے امامؑ نے شہادت پائی ہوگی تو گھر والے سب بے چین ہوں گے، ہونا ہی چاہیئے۔ لیکن شاید ۲۵ر محرم ۹۵ھ میں جب چوتھے امامؑ نے شہادت پائی ہو تو وہ شاید میرے چوتھے امامؑ کے لئے سب سے خوشی کا وقت ہوگا۔ اس لئے کہ جب امامؑ نے شہادت پائی ہوگی تو آپ دیکھ رہے ہوں گے وہ بابا آ گئے ہیں لینے کے لئے کربلا میں جتنے چھوٹے تھے وہ بھی آ گئے ہیں ملنے کے لئے۔

میں کسی روایت کے سہارے نہیں پڑھ رہا ہوں، میں تصورات کے سہارے پڑھ رہا ہوں اور آج میں اتنا فقرہ اور کہنا چاہتا ہوں کہ شہادت کے بعد امامؑ جب اس دنیا میں پہنچے ہوں گے، باسباب ظاہر گفتگو کر رہا ہوں جب اس دنیا میں پہنچے ہوں گے تو ایک مرتبہ سکینہؑ کو دیکھا ہوگا اور امامؑ نے بڑھ کے کلیجے سے لگایا ہوگا میری بہن میں تجھے طمانچے کھانے سے بچا نہیں سکا، رقیہؑ کو دیکھا ہوگا اور کلیجے سے لگا لیا ہوگا اے پردیس میں مرنے والی میں تیرے شایان شان غسل وکفن کا انتظام نہیں کر سکا۔

میں جب عالم تصور میں سوچتا ہوں تو یہ بھی سوچتا ہوں کہ دادی بھی بڑھ کے آئی

ہوں گی میرے لال جب تجھے طوق پہنایا گیا میں تیرے پاس کھڑی تھی اس لئے کہ ہم آپ سب جانتے ہیں کہ جہاں سے کربلا کا قافلہ چلا تھا، روتی ہوئی فاطمہ زہراؑ ساتھ ساتھ چلی تھیں۔ بس دو جملے سنئے میں مجلس کو منزل مصائب پہ لا کے تمام کردوں کہ جب دادی سے ملاقات ہوئی ہوگی تو ایک مرتبہ دادی نے بڑھ کے وہ گلے کا نشان دیکھا ہوگا جو طوق کا نشان تھا۔ دادی نے آگے بڑھ کے کلائیوں پہ وہ نشان دیکھے ہوں گے جو ہتھکڑیوں کے نشان تھے، پیروں پہ وہ نشان دیکھا ہوگا جو زنجیروں کا نشان تھا جو رسیوں کا نشان تھا اور ایک مرتبہ دادی نے شاید بڑھ کے پوتے کو کلیجے سے لگا لیا ہوگا ارے میرے لال کے لال ارے میرے لال کے لال تجھے بیماری میں قیدی بنایا گیا، تجھے اونٹوں پہ بٹھایا گیا، تجھے بھوکا اور پیاسا رکھا گیا، تجھے تازیانے مارے گئے آ میرے لال آ جا تیرے گھر والے تیرا استقبال کر رہے ہیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

٦

مجلس

(۵)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسرو لا یریدبکم العسر

یہ اللہ کا وہی اعلان ہے جو ہماری ہمت افزائی کے لئے اپنے رحم وکرم کی بنا پر اس نے کیا ہے کہ میرے بندو! تم اطمینان رکھو ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں اور تمہارے لئے سختیاں نہیں چاہتے ۔ میری کوشش یہ ہے کہ ہم میں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر اور سوسائٹی کی منزل میں بھی دین کی پابندی کا صحیح صحیح جذبہ بیدار ہو جائے اس لئے میں پہلے دن سے آپ کے سامنے اللہ کے اس اعلان کو دہرا رہا ہوں کہ مذہب کسی مشکل چیز کا نام نہیں ہے، مذہب اس آسان چیز کا نام ہے جس پر ہر آدمی عمل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ مذہب کو جان لے اور مذہب پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے ۔ میں آج آپ کی خدمت میں اس تذکرہ کو شروع کرنا چاہتا ہوں۔

بات تھوڑی سمجھنے کے قابل ہے کہ زیادہ تر ہمارے درمیان جو مذہب پایا جاتا ہے وہ پڑھا ہوا مذہب، سمجھا ہوا مذہب، مطالعہ اور اسٹیڈی کے ذریعہ حاصل کیا ہوا مذہب نہیں ہے بلکہ زیادہ تر ہمارے درمیان وہ مذہب پایا جاتا ہے جو ہم نے پڑھا کم ہے سنا

زیادہ ہے۔ جس کے بارے میں ہم اتنے قانع پیدا ہوئے ہیں کہ دنیا میں سب کچھ مل جائے تب بھی ہمارا جذبہ یہ رہتا ہے کہ جتنا ملا ہے یہ کیا ہے اور کچھ مل جائے اور مذہب کے بارے میں ہمارا مزاج یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بس جتنا معلوم ہو گیا ہے اتنا کافی ہے۔

تو میں آج کی تقریر کا ماحصل، آج کی تقریر کا پیغام یہ قرار دینا چاہتا ہوں کہ ب تک آپ خود ذاتی طور پر مذہب کا مطالعہ نہیں کریں گے، جس طرح آپ دنیا کی ایک ایک بات سے اپنی اولاد کو باخبر کرتے ہیں ویسے ہی بچپنے سے مذہب سے اپنے بچوں کو واقف بنائیں گے نہیں تو جب تک آدمی کسی چیز کو جانتا نہیں ہے اس کو مشکل محسوس کرتا ہے اور جب کسی چیز کو جان لیتا ہے تو پھر مشکل سمجھنے کے بجائے اس کو آسان معلوم ہوتا ہے۔

میں ابھی آپ کے سامنے جن تذکروں کو پیش کرنے والا ہوں ان تذکروں کو سنانے سے پہلے آپ کی بہترین توجہ حاصل کرتے ہوئے یہ تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم کے کرم اور چہاردہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اور طفیل میں ۲۰ سال کے بعد میں زیارتوں سے مشرف ہوا، نجف گیا، کربلا گیا، کاظمین گیا، سامرہ گیا۔

میں نے زیارت کرنے والے عربوں کو اس وقت بھی موجود پایا لیکن پورے عراق کو میں نے علماء سے خالی پایا۔ وہ بڑے بڑے مدرسے جس میں ایک وقت میں سیکڑوں طالب علم رہ سکتے تھے جو لاکھوں روپے لگا کر بنائے گئے تھے وہ خالی اور ویران پڑے تھے۔ بیس سال پہلے بھی میں عراق گیا تھا زیارت کرنے کے لئے تو اس وقت نجف اشرف کی جس گلی سے گزر جاؤ عمامے ہی عمامے نظر آتے تھے اور بیس سال کے بعد جب میں گیا تو نجف اشرف جیسے علمی مرکز پر مجھے علماء نظر نہیں آئے جو حضرات گئے ہیں وہ جانتے ہیں۔ مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما الصلوۃ والسلام کے روضے سے باہر ایک مسجد ہے مسجد خضراء، جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آقائے خوئی اس مسجد خضراء میں نماز

پڑھانے کے لئے آتے ہیں تو میں نے پابندی سے اس مسجد میں جا کر نماز پڑھنا شروع کی۔

آپ کو اس بات کو سن کر حیرت ہوگی کہ نماز ظہرین میں مسجد کا ہال بھرتا نہیں تھا۔ نجف دیکھیں آپ جو کہ مرکز علم تھا جہاں آج کی بھی آبادی سب مؤمنین ہی مؤمنین کی آبادی ہے۔ آقائے خوئیؒ جیسا نماز پڑھانے والا اور مسجد نمازیوں سے پر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہم تہران پہنچے امام علی رضا علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کے لئے مشہد پہنچے تو ہمیں، کہیں ٹھہرنے کی جگہ نہیں مل سکی۔ ہوٹلوں میں جگہ درکنار، کسی مسافر خانے میں جگہ نہیں مل سکی اور ایرانیوں نے یہ بتایا کہ اس سال جیسا مجمع زائرین کا ہوا ہے اس سال جیسا مجمع تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔

تہران ایر پورٹ پر اترنے کے بعد قم اور مشہد گئے اور واپس آئے تو ہمیں نوجوان ملتے تھے نوجوان جو نمازی نظر آتے تھے جو ہتھیار سے مسلح نظر آتے تھے۔ ہم نے گلیوں میں بورڈ دیکھے جس میں اعلانات تھے کہ اس مسجد میں نماز کے بعد نوجوان کو فوج کی تربیت دی جاتی ہے ہم نے زحمتیں بھی دیکھیں، میں خود مشہد میں روٹی لینے کے لئے لائن میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک کھڑا رہا لیکن میں نے دیکھا کہ کسی آدمی نے لائن توڑ کے آگے روٹی لینے کی کوشش نہیں کی تو ارباب مجلس عراق وایران کے ان حالات کو میں نے جب دیکھا تو میرے ذہن میں ایک بنیادی سوال پیدا ہوا۔

آپ جیسے سمجھدار مجمع کا میں نے انتخاب کیا ہے ان باتوں کو سنانے کے لئے توجہ کے ساتھ سنئے گا۔ میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ جس عراق میں، جس نجف اشرف میں درجن نہیں سیکڑوں کی تعداد میں وہ علماء تھے جو مجتہدین کو تعلیم دیتے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں طلاب تھے آج وہاں یہ مزاج کیسے پیدا ہو گیا ہے کہ سارے عراق میں دین نظر نہیں آتا۔

آپ برداشت نہیں کر سکیں گے مگر ہم نے جو پڑھا وہ بتاتے ہیں کہ سارے

عرب میں سارے عراق میں نعرہ فقط یہ تھا نَحنُ اُمَّةٌ عَرَبِيَّةٌ ذَاتَ رِسَالَةٍ خَالِدَةٌ ہم عرب ہیں ہمارا پیغام ابدی ہے ہم نے پورے عراق میں یہ کہیں لکھا نہیں دیکھا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارا پیغام ابدی ہے۔ ہم نے وہ مقامات دیکھے جہاں اس بات کی کوشش ہورہی ہے کہ بائبل پر ریسرچ ہو کہ یہ کلچر ہے، یہ تمدن ہے، عرب کا، ہم نے کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی جہاں اسلام پر ریسرچ ہورہی ہو ہم نے خود اپنی آنکھ سے یہ نعرہ پڑھا ایک دو جگہ نہیں درجنوں جگہ بڑے بڑے بورڈ پر لکھا ہوا نعرہ میں انہیں لفظوں میں پڑھتا ہوں میں بھی صلوات پڑھوں گا آپ بھی صلوات پڑھیں گے۔

مگر فقرہ پہلے سن لیں نعرہ یہ لکھا تھا کل محمد کل عرب تھے پیغمبرؐ کی تعریف یہ نہیں ہورہی ہے کہ ساری کائنات کے نبیؐ، پیغمبرؐ کی تعریف یہ نہیں ہورہی ہے کہ وہ نبیوںؑ کے نبیؐ ہیں، پیغمبرؐ کا تعارف یہ نہیں ہورہا ہے کہ وہ سردار کائنات ہیں افضل ترین مخلوق ہیں بلکہ ان کی تعریف یہ ہورہی ہے کہ محمد کل عرب تھے یعنی عرب کا بہترین نمونہ محمدؐ تھے اور آج کل عرب محمدؐ ہو جائے گا یہ کسی سے سن کے نہیں سنا رہا ہوں یہ اپنے پڑھے ہوئے نعرے سنا رہا ہوں تو مجھے اس مسئلہ کو سوچنا پڑا کہ جہاں مرکز علم تھا، جہاں حوزۂ علمیہ تھا، جہاں علماء اور مراجع پیدا ہوتے تھے، جہاں سے عالم کی پیدائش کا سلسلہ جاری تھا وہاں یہ مذہب مٹ کیوں گیا۔

کچھ مومنین ملے عام طور پر جو ۲۰/۳۰ برس کے نوجوان تھے ان میں کہیں سے مذہب نہیں ملا اور جب ہم ایران پہنچے تو اٹھارہ سال کے اور سولہ سال کے نوجوان ملے جن کی زبان پر نعرہ ہی فقط تھا اللہ اکبر تو مجھے سوچنا پڑا کہ آخر یہ ایران میں جو نوجوانوں میں مذہب پایا جارہا ہے یہ کیوں پایا جارہا ہے اور عراق میں جہاں حوزۂ علمیہ نجف تھا، جو مرکز علم تھا جہاں مراجع پیدا ہوتے تھے تو وہاں دین کیوں مٹ گیا تو میرا اپنا ذاتی خیال یہ ہے کہ حوزۂ علمیہ نجف اشرف سے بڑے بڑے علماء پیدا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن پورے عراق

میں دیہاتوں میں، شہروں میں جو قبیلے آباد تھے انہیں گھر گھر مذہبی تعلیم نہیں دی گئی۔

نجف میں تو بڑے بڑے علماء پیدا ہوتے رہے مگر قبیلوں میں جو بچے تھے، جو نوجوان تھے، جو عورتیں تھیں، جو مرد تھے جاہل تھے ان کو علمی طور پر دین سے روشناس نہیں کرایا گیا۔ ان کے پاس روضے والا علم تھا امامؑ والا دین نہیں تھا آپ کو غلط فہمی نہ ہو میں اپنے فقرے کی تشریح خود کروں گا یعنی انہوں نے خدا کو نبیؐ کو امامؑ کو اوصاف کے اعتبار سے پہچان کے دین نہیں مانا تھا بلکہ ان کے پاس روضے والا دین تھا کوئی مشکل پیش آئی روضے میں حاضر ہو گئے دعا مانگی منت پوری ہوگئی مطمئن ہو گئے تو منت، مراد والا مذہب ان کے پاس تھا مگر سمجھا بوجھا ذہن وعقل سے سمجھا ہوا مذہب ان کے پاس نہیں تھا، نتیجہ کیا نکلا بعثی حکومت نے، کمیونسٹ حکومت نے، بے دین حکومت نے قبیلوں میں، دیہاتوں میں ایسے مدرسے کھولے جس کے نتیجہ میں آج تیس سال میں وہ عراقی نوجوان پیدا ہوا جو اسلام کا نام تو لیتا ہے مگر مسلمان نہیں ہے۔

اس کے برخلاف ایران میں جب شاہ ایران نے آقائے خمینیؒ کو جلاوطن کر دیا تو ان کے جلاوطن ہونے کے باوجود بھی ایران میں جو علماء باقی رہے انہوں نے گاؤں گاؤں مذہبی تعلیم پھیلائی، انہوں نے گھر گھر مذہبی تعلیم پھیلائی تو نتیجہ کیا ہوا کہ ماں مذہبی ہوگئی تو جو اس کی گود میں بچہ ہوا وہ مذہبی ہوا۔ جب وہ جوان ہوا تو ایران کی مذہبیت جوان ہوگئی اور عراق میں علماء کرام تو پیدا ہوتے رہے مگر عوام مذہبی نہیں بنی تو آج عراق کی بے دینی ہمیں آواز دے رہی ہے کہ اگر ہم نے اپنے بچے کی مذہبی تعلیم کا انتظام نہیں کیا تو جیسی دینی تباہی عراق میں آئی ہے ویسی کہیں بھی آسکتی ہے اگر ہم دین کے مستقبل کو اپنے سماج میں، اپنے معاشرے میں، اپنے وطن میں، اپنے خاندان میں محسوس کرنا چاہتے ہیں تو فقط ان چند مجلسوں سے ہمارا کام نہیں بنے گا۔

ہمارا فریضہ ہوگا کہ جیسے ہم اپنے بچوں کو دنیا کے ہر نشیب وفراز سے باخبر کرتے ہیں ویسے ہم اپنے بچے کو پورے طور پر مذہبی تعلیم دیں اس کے پاس منت ومراد والا مذہب نہیں رکھیں بلکہ دلیل وعقل والا مذہب رکھیں۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

ذہن الجھنے نہ پائیں اس لئے میں آپ کی خدمت میں اپنے اس فقرے کی تشریح کرنا چاہتا ہوں کہ عقل ودلیل سے سمجھا ہوا مذہب کون سا ہوتا ہے اور منت ومراد والا مذہب کون سا ہوتا ہے۔ منت ومراد والا مذہب یہ ہوتا ہے کہ منتیں پوری ہوتی رہتی ہیں تو مذہبی جذبہ بڑھتا رہتا ہے۔ پارسال ایک آدمی نے سبیل لگائی اتفاقاً کاروبار میں ترقی ہوگئی تو ہمارا سماج یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ تم نے نام حسینؑ پر سبیل لگائی تھی اس لئے کاروبار میں ترقی ہوئی تو اس نے کہا کہ پارسال ایک ہزار خرچ کئے تھے اس سال پانچ ہزار خرچ کردیں گے اور ہمارے سماج نے تعریف بھی کردی کیا مومن ہے مگر اگلے سال کاروبار میں نقصان ہوگیا۔ نفع نقصان لگا ہی رہے گا نا۔

تو کیونکہ ہم نے کاروبار کے نفع سے مذہبیت کو وابستہ کیا تھا تو جب کاروبار بڑھا تو مذہبیت بھی بڑھی اور جب کاروبار گھٹا تو ہم نے کہا کہ اس سال سبیل نہیں لگائی آپ نے کہا سبیل؟ بس ہم مسلمان رہ جائیں بہت بڑی بات ہے۔ آپ ذرا سا ہنسنے کے موڈ میں آگئے تو آپ کو ہنسا ہی دیں۔ ایک بے نمازی کو مولوی صاحب نے نمازی بنایا ان کا کاروبار تھا بکریاں پالنا اور بیچنا انہوں نے نماز جو پڑھنا شروع کی تو بکریوں نے مرنا شروع کردیا۔ ایک مہینے کے بعد وہ مولوی صاحب کے پاس لپکے ہوئے گئے۔ کہا مولوی صاحب جب سے ہم نے نماز پڑھنا شروع کی ہے تب سے بکریاں مرتی جاتی ہیں تو مولوی صاحب نے کہا کہ ایمان نہ خراب کرو روزی اور چیز ہے، ایمان اور چیز ہے یہاں نہیں ملے گا تو وہاں ملے گا۔

اور دل سنبھال کے ایک دو مہینے نماز پڑھی تو جتنی بکریاں تھیں سب کی سب ختم، ایک بکری کا بچہ رہ گیا تو غربت آ گئی غربت آ گئی تو غربت کے آنے کے ساتھ ساتھ ایمان بھی غریب ہو گیا تو بیوی نے سینی میں کھانا نکال کران کو دیا، جو قرار سے بیٹھ جائے تو بکری کا بچہ ہی کیوں ہو، بعض بچے اتنے تیز ہوتے ہیں جو قرار سے نہیں بیٹھتے ہیں میں سوچتا ہوں کہ یہ آدمی کے ہیں یا بکری کے ادھر کودا، ادھر کودا، ادھر کودا، ادھر کودا۔

ان کی سینی پر جو کودا تو کھانا الٹ گیا تو وہی بگڑا ایمان کہنے لگا نماز پڑھتے پڑھتے تو ساری بکریاں مر گئیں صرف تم بچے ہو تم تو دو رکعت کے بھی نہیں؟....تو میں یہ واقعات کیوں سنا رہا ہوں کہ ہمارے سماج میں مذہب کی بنیاد دنیاوی ترقی رہی تو جب کبھی حالات میں تبدیلی ہو گئی تو چونکہ ہم نے بڑھتے کاروبار کے ساتھ مذہب بڑھایا ہے لہٰذا گھٹتے کاروبار کے ساتھ ایمان بھی گھٹ جائے گا تو ہم اس لئے مسلمان نہیں ہیں۔

ہم حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ یہ دین مانیں گے تو کاروبار بڑھتا جائے گا بلکہ ہم اس لئے ایمان لائے ہیں کہ ہماری عقل نے ہم پر اس بات کو واضح اور ثابت کیا کہ بغیر بنانے والے کے کوئی چیز بنتی نہیں ہے، بغیر پیدا کرنے والے کے کوئی چیز پیدا ہوتی نہیں ہے، بغیر چلانے والے کے کوئی چیز چلتی نہیں ہے لہٰذا یہ دنیا جو پیدا ہوئی ہے، یہ دنیا جو بنی ہے، یہ دنیا جو چل رہی ہے اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جب ہم نے پیدا کرنے والے کو مانا تو اس نے اپنے رحم و کرم پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ بھیجے اور یہ پیغام دے کر بھیجا کہ اس دنیا میں تم کو جو کچھ بھی دیا ہے یہ بغیر مانگے دیا ہے کسی عمل کی جزا یا سزا میں نہیں دیا ہے بغیر مانگے دیا ہے اور بغیر مانگے دینے کا ثبوت یہ ہے کہ کافر کو بھی دیا ہے اور مومن کو بھی دیا ہے۔

لیکن اس دنیا میں جو کچھ بھی دیا ہے جیسے یہ دنیا ختم ہونے والی ہے اس دنیا میں

تمہاری عمر ختم ہونے والی ہے ویسے ہی جو کچھ اس دنیا میں دیا ہے یہ بھی ختم ہونے والا ہے تو میرے بندوں! میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں تو جو کچھ دیا ہے فانی دیا ہے اب وہ دینا چاہتا ہوں جو باقی رہ جائے گی اس باقی رہ جانے کے لئے میں باٹوں گا نہیں اسے تمہیں حاصل کرنا ہوگا اور حاصل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ تمہیں امتحان دینا ہوگا اور امتحان کیسے دینا ہوگا امتحان کے پرچے کے مجموعے کا نام ہے مذہب۔

میں آج کے دن اس موضوع کا انتخاب کر کے اس لئے لایا ہوں کہ ہمارے بھائیوں میں، ہماری بہنوں میں، ہمارے بیٹوں میں، ہماری بیٹیوں میں یہ مزاج باقی رہا کہ چونکہ ہم نے سبیل کی تھی اس لئے برکت پیدا ہوگئی، ہم نے نیاز کی تھی اس لئے برکت پیدا ہوگئی، ہم نے چندہ دیا تھا اس لئے برکت پیدا ہوگئی، ہم نے فلاں کام کیا تھا اس لئے برکت پیدا ہوگئی تو اگر اس دین کو ہم دنیا سے وابستہ رکھیں گے تو جب دنیا گھٹتی جائے گی تو ہمارا ایمان بھی گھٹتا جائے گا۔ جس طرح عراق میں عقلی اور علمی مذہب نہیں تھا بلکہ قبیلے والوں کے پاس منتی اور مرادی مذہب تھا وہ آتے تھے روضے میں اور منت پوری ہو جاتی تھی لہٰذا وہ چل رہے تھے راستے پر تو اس کے بجائے صورتحال کیا ہونا چاہیئے۔ اس کے بجائے صورتحال یہ ہونا چاہیئے کہ ہمارا فریضہ ہے کہ یہ دنیا رہے یا چلی جائے ہم کو احکام مذہب پر عمل کرنا ہے یہاں نہیں ملے گا تو وہاں ضرور ملے گا۔ ایک صلوات بھیج دیں محمدؐ و آل محمدؑ پر۔

کوشش میری یہ ہے کہ ذکر معصومؑ بھی ہوتا جائے اور ذکر معصومؑ کے ساتھ ساتھ ایک پیغام بھی سننے والوں تک پہنچ جائے تو آج میں نے آپ کی خدمت میں اس موضوع کا تذکرہ کیوں کیا اس لئے کہ آج امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کا تذکرہ کرنا ہے جتنا میں موقع پاؤں گا اتنا تذکرہ کروں گا ورنہ کم از کم اتنا ہی میں کہہ سکوں تو کافی ہے کہ ہمارے چوتھے امامؑ کی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ دین کے ماننے کو دنیا

کے حالات سے کوئی ربط نہیں ہے چودہ معصومینؑ میں سے کس کا درجہ ہے جو کم ہو لیکن امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام خاص طور سے عبادت خدا میں مخصوص شہرت رکھتے ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ کوئی دوسرا امامؑ یا دوسرا معصومؑ چودہ معصومینؑ میں جو ہمارے چوتھے امامؑ سے کم عبادت کرنے والا تھا۔نہیں ایسے گذرے ہیں جن کی عبادت کو یاد کر کے چوتھے امامؑ نے کہا کہ یہ عبادت مجھ سے نہیں ہو سکتی ہے تذکرہ درمیان میں آ گیا ہے تو سنئے ایک صحابی آئے ہیں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں امامؑ کو جو آ کے دیکھا ہے تو چہرے کا رنگ زرد دیکھا ہے، جسم بالکل دبلا پتلا لاغر اور کمزور دیکھا ہے سر پر، ہاتھوں پر، گھٹنوں پر سب جگہ سجدہ کرنے کے گھٹے دیکھے ہیں دیر تک نماز میں کھڑے رہنے کی بنا پر پیروں پر ورم دیکھا اس ورم کے بعد بھی گھنٹوں نماز پڑھنے کی بنا پر ان پیروں میں ورم کے بعد زخم پیدا ہو گئے ہیں۔

تو امامؑ کی اس تکلیف کو دیکھ کر کے اس صحابی نے بیچین ہو کر کے کہا مولاؑ ہماری کیا ہمت ہے کہ ہم آپ کی خدمت میں کوئی مشورہ عرض کریں اس لئے کہ جو امامؑ کو مشورہ دے وہ امامؑ کو امامؑ نہیں مانتا مگر سواؑ! آپ کی تکلیف ہم سے نہیں دیکھی جاتی ہے لہٰذا ہم غلاموں کی درخواست ہے کہ ذرا کچھ عبادت کم کر دیجئے تا کہ ہم آپ کو صحت مند تو دیکھیں۔ کہنے والے نے تو اپنے جذبات محبت میں ڈوب کے امامؑ سے ایک درخواست کی ہمارے آپ کے چوتھے امامؑ نے امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دی کہا بیٹا جاؤ وہ کتاب لے آؤ وہ ایک لمبی کتاب تھی علی العموم کتابیں یوں کھلتی ہیں وہ یوں کھلتی تھی جیسے بہی کھاتے کھلتے ہیں۔ چوتھے امامؑ دیر تک اس میں کچھ ملاحظہ فرماتے رہے۔ اب آپ سوچئے بزم امامؑ میں بیٹھنے والے جتنے بیٹھے ہیں سب دم بخود بیٹھے ہیں اس لئے کہ امامؑ ملاحظہ فرما رہے ہیں دیر تک کچھ ملاحظہ فرماتے رہے پھر کتاب بند کی اور ایک ٹھنڈی سانس لی۔

جب کتاب بند کر دی اور ٹھنڈی سانس لی تو لوگوں نے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو پوچھیں کہ اس میں کیا ملاحظہ فرما رہے تھے اور کیوں ٹھنڈی سانس لی۔ کہا میں اس کتاب میں اپنے جد علی بن ابیطالبؑ کی عبادت کا حال پڑھ رہا تھا۔ میں اس کتاب میں اپنے جد امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ کے حالات عبادت کو پڑھ رہا تھا۔ کہا مولا پھر ٹھنڈی سانس کیوں لی۔ کہا ٹھنڈی سانس اس لئے لی کہ جو عبادت علیؑ کر گئے ہیں وہ علیؑ ہی کر سکتے تھے مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ تو علیؑ کو میری نگاہ کیا پہچانے گی۔ آپ کی نگاہ کیا پہچانے گی اس لئے علیؑ کو پہچاننا ہے تو سید سجادؑ کی نگاہ سے پہچاننا ہوگا مگر اس کے باوجود آپ کا لقب ہے زین العابدین یعنی عبادت کرنے والوں کی زینت۔

جیسے زیورات اور کپڑے پہن کے عورت کی زینت ہو جاتی ہے، جیسے لباس پہن کے اور ہتھیار لگا کے سپاہی کی زینت ہو جاتی ہے، جیسے عمامہ عبا اور قبا پہن کے عالم کی زینت ہو جاتی ہے ویسے چوتھے امامؑ عبادت کرنے والوں کی فہرست کی زینت ہیں۔

ایک لفظ کہتا ہوں قدر کریں گے آپ قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ حضورؐ کے لئے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اول العابدین ہیں۔ ایک موقع پر قرآن مجید میں تذکرہ ہے پیغمبرؐ کی زبان سے اللہ نے کہا کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا وہ تو لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوگا وہ خالق ہے مگر نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ تو قرآن مجید نے کہا کہ اگر کوئی اللہ کا بیٹا ہوتا تو پیغمبرؐ کہتے ہیں انا اول العابدین کہ میں عبادت کرنے والوں میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں تو یہ شرف تو مجھے حاصل ہوتا تو جب میں بندہ ہوں تو دوسرے کا کیا سوال ہے۔

تو ذرا سوچے جو فہرست عابدین پیغمبرؐ سے شروع ہوتی ہو اور اس فہرست کے لئے جو باعث زینت بن جائے اس کا نام ہے زین العابدینؑ۔ مگر اس زین العابدینؑ کی

عبادت کا تذکرہ میں کیوں کر رہا ہوں آج اس لئے تذکرہ کر رہا ہوں کہ جو آج ہمارے سماج میں دین پایا جاتا ہے کہ یہ برکت بڑھتی جا رہی ہے للہذا دین مانتے جاؤ حالات بہتر ہو رہے ہیں للہذا دین مانتے جاؤ تو یہ منت و مراد والا دین حقیقی دین نہیں ہے۔

منت مراد کی جہاں تک بات ہے تو میں بمبئی کا حال بیس سال رہ کے بھی نہیں جانتا ہوں لیکن یو پی کا حال جانتا ہوں کتنے ہندو ہیں جو تعزیہ رکھتے ہیں یں نے مسلمان فرقوں کا نام نہیں لیا ہے۔ کتنے ہندو ہیں جو تعزیہ رکھتے ہیں خود میرے وطن میں خود میرے گھر کا دھوبی جو ہندو ہے اس نے تعزیہ رکھا اور کئی سال رکھا کس لئے رکھا کہ جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ مر جاتا تھا کسی نے بتایا کہ حسینؑ کے تعزیہ کے سامنے دعا مانگ لو بچہ اس کا زندہ رہ گیا وہ تعزیہ رکھتا رہا تو اگر منت مراد پورے ہونے کی بنا پر ہم نے امام حسینؑ کو مانا تو اس ہندو میں اور ہم اثنا عشری شیعہ میں فرق ہی کیا باقی رہ گیا میرے سامنے کبھی کبھی لوگوں نے شکایت کی کہ مولوی صاحب ایک مسئلہ الجھ جاتا ہے۔

ایک کافر آتا ہے منت مانگتا ہے، دعا مانگتا ہے دعا پوری ہو جاتی ہے اور ہم چھ سال ناک رگڑ کر دعا مانگتے ہیں دعا پوری نہیں ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے میں نے کیا جواب دیا تھا آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ حسینؑ اس ہندو کی دعا فوراً قبول کر لیتے ہیں اور میری دعا اس لئے نہیں قبول کرتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ جو اس کی منت نہیں پوری ہوگی تو یہ مجھے پہچانے گا بھی نہیں اور ہم پر اعتبار رکھتے ہیں کہ چھ سال نہیں چھ ہزار سال بھی اس کی منت پوری نہیں ہوگی تو یہ ہم کو چھوڑ کے بھاگے گا نہیں تو منت اور مرادوں والا مذہب غیروں کے لئے ہونا چاہیئے ہمارے لئے نہیں ہونا چاہیئے۔

تو امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی جو عبادت میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے آپ ذرا دیکھئے کہ دنیا میں ان سے زیادہ کسی نے دکھ نہیں جھیلے۔ میں نے

ہمیشہ کہا ہے ابھی مجلس کو منزل مصائب پر ہمیں لا کے ختم نہیں کرنا ہے لیکن ہمیشہ کہا ہے اور آج بھی کہتا ہوں کہ بالکل صحیح اور حق بجانب ہے یہ فقرہ کہ وہ مصیبتیں سیدِ سجادؑ نے دیکھیں وہ دکھ سیدِ سجادؑ نے جھیلے ہیں۔ صرف آپ کے احساسات کو بیدار کرنے کے لئے اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ حسینؑ نے شمر کے خنجر کے نیچے جب سجدہ کیا تھا اور پیشانی زمین پر رکھی تھی تو خیمے لگے ہوئے تھے۔ پیاسے سہی مگر بچے خیموں میں بیٹھے تھے۔

غمگین سہی مگر بیبیاں خیموں کے اندر بیٹھی تھیں اور سیدِ سجادؑ نے گیارہ محرم کی رات کو اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ فرات کے کنارے چراغاں ہو رہا ہے، شامیانے لگے ہوئے ہیں مبارک سلامت کی آوازیں آ رہی ہیں۔ قتل گاہ میں باپ، چچا، بھائی، سارے اصحاب کی بے گور و کفن لاشیں پڑی ہیں، سہمے ہوئے بچے ماؤں کی گودوں میں بیٹھے ہیں ان کے چہروں پر طمانچوں کے نشانات ہیں، ان کی پیٹھ پر تازیانوں کے نشانات ہیں۔ لیکن ہزار مرتبہ سننے کے بعد ایک مرتبہ اور یہ سنئے کہ جناب زینبؑ یہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے سیدِ سجادؑ نے گیارہ محرم کی رات یعنی اس کے پہلے بھی راتیں آئی ہیں اس کے بعد بھی راتیں آئیں گی لیکن میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں شب عاشور بے حد غمگین ہو کر کے، بیحد مصیبت ہو کر کے بھی ویسی غمگین اور مصیبت کی رات نہیں ہے جیسی گیارہ محرم کی رات ہے۔

شب عاشور بہت غمگین رات ہے مگر ام کلثوم کو چپ کرانے کے لئے عباسؑ آ تو گئے تھے کہ بی بی نہ روئیے اگر آپ کا بیٹا موجود نہیں ہے کہ آپ بھائی پر قربان کریں تو مجھے اپنا بیٹا بنا کر کے قربان کر دیجئے گا مگر عباسؑ کی زندگی میں نہ روئیے گا لیکن سننے والو! بتاؤ گیارہ محرم کی رات کو تھا کوئی جو آ کے ام کلثومؑ سے کہتا کہ بی بی نہ روؤ۔ اور مصیبتوں کا جو پہلا دن ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ سخت دن ہوتا ہے پھر تو آدمی رفتہ رفتہ جھیلنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ میں امامؑ کے لئے نہیں کہتا مگر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جن بچوں نے طمانچے کھائے

تھے وہ گیارہ محرم کو جتنے بے چین تھے وہ بارہ محرم کو اتنے بے چین نظر نہیں آئیں گے تو اس کے لئے مجھے یہ کہنا بغیر مبالغہ بالکل صحیح ہوگا کہ گیارہ محرم کی رات سب سے زیادہ مصیبت کی رات ہے اور میری اور آپ کی شاہزادی جناب زینبؑ فرماتی ہیں کہ میرے لال سید سجادؑ نے گیارہ محرم کی رات جو پوری تاریخ انسانیت کی سب سے غمگین ترین رات ہے اس رات میں سید سجادؑ نے ایک سجدۂ شکر میں گذارا۔

گیارہ محرم کی رات جس سے بڑی کوئی غم کی رات نہیں ہے سید سجادؑ نے سجدۂ شکر میں گذارا اور فرماتی ہیں نماز مغرب اور عشا کے بعد میرے بیٹے نے، میرے بھتیجے نے، میرے گھر کے چشم و چراغ نے، میرے باپ کی یادگار نے، میرے بھائی کی نشانی نے، میرے امامؑ نے، میرے دل کی قوت نے پیشانی رکھی اور صبح تک یہ کہتے رہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ صِدْقًا وَّ عَدْلًا اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے خدائے برحق ہے تو ہے خدائے عادل ہے تو تو ہی ہے۔

اے میرے مولاؑ اس مصیبت کی رات میں آپ سجدۂ شکر کیوں کر رہے ہیں کہا یہ میں اپنے ماننے والی قوم کو آواز دے رہا ہوں کہ دیکھو اگر ہم نے دنیا کی نعمتوں کے سہارے مذہب مانا ہوتا تو آج جب ہمارا پورا خاندان مصائب کے سمندر میں ڈوب گیا تھا تو ہمارا ایمان ڈوب جاتا، ہمارا ایمان مشکوک اور شبہات میں مبتلا ہو جاتا لیکن ہم بھرپور مصائب میں سجدۂ شکر کر کے تمہیں آواز دیتے ہیں دلیل سے ماننا، یقین سے ماننا، معرفت سے ماننا، آخرت کے سہارے ماننا، جنت کی نعمت کی توجہ میں ماننا، دوزخ کے خوف کے ساتھ ماننا دنیا کے گھٹنے بڑھنے کے ساتھ دین کو نہ ماننا تمہارا مذہب علمی مذہب ہونا چاہیئے، تمہارا مذہب عقلی مذہب ہونا چاہیئے، تمہارا مذہب مطالعاتی مذہب ہونا چاہیئے، تمہارا مذہب سمجھا بوجھا مذہب ہونا چاہیئے، منت و مراد والا مذہب نہیں ہونا چاہیئے یہ پیغامِ سید سجادؑ ہے تو

میرے بھائیوں! میری بہنوں! اگر آپ نے اتنی دیر کی میری باتیں سن لی ہیں تو اب میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے اب بگڑے ہوئے عراق کا نقشہ بھی ہے اور اس بنے ہوئے ایران کا بھی نقشہ ہے۔ جس نے سخت ترین حالات میں بھی اپنی داخلہ کیا خارجہ پالیسی بھی نہیں بدلی۔

میں اپنی تقریر کو سیاست کے قریب نہیں لے جانا چاہتا ہوں لیکن کبھی کبھی میرے پاس ایسے آدمی آئے۔ الجھتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے آئے کہ خمینیؒ صاحب کو کیا ہو گیا ہے کسی کو تو دوست بنانا چاہیئے تو میں نے ان سے کہا کہ جو ہو گیا ہے اسے آپ نے پہچانا نہیں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ایران میں حکومت کس کی ہے مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ایران میں شیعوں کی حکومت ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ایران میں خمینیؒ صاحب کا اقتدار ہے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ایران میں اسلامی حکومت ہے اور جب اسلامی حکومت ہے تو اسلامی حکومت کی خارجہ پالیسی یہ ہے کہ جو اسلام کو نقصان پہنچائے گا اس سے تعلقات نہیں رکھیں گے جو اسلام کو فائدہ پہنچائے گا ہم اس سے تعلقات رکھیں گے بس اب اگر اصول بدل ڈالیں خمینیؒ صاحب تو خارجہ پالیسی بدل سکتی ہے اگر ایران بچ بھی جائے گا تو اسلامی انقلاب مٹ جائے گا اور اگر خدانخواستہ خدانخواستہ ایران کو شکست بھی ہو جائے گی تو اسلامی انقلاب کی تحریک تو برقرار رہے گی۔

کیا کربلا میں امام حسینؑ کے شہید ہو جانے کے بعد اسلامی انقلاب کی تحریک رک گئی لیکن اگر انہوں نے اصول بیچ ڈالے ہوتے یزید سے معاملات کر لیتے۔ اب معاملہ پیاس کا ہے، اب معاملہ موت کا ہے، اب معاملہ خاندان کی اسیری کا ہے لہٰذا حالات کے اعتبار سے صلح کر لی جائے تو آج حسینؑ حسینؑ نہیں ہوتا تو بس اب میں آپ کے سامنے ان دونوں ملکوں کے بنے اور بگڑے حالات کو رکھ کر استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ

اپنے ایک ایک بچے کی مذہبی تعلیم کا انتظام کیجئے اور میں اپنے بھائیوں سے اور اپنی بہنوں سے ایک لفظ کہوں گا آپ جس غلط فہمی کا شکار ہیں اس سے باہر نکلئے۔ ہمارے سامنے لوگ آتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارا بچہ بڑا مذہبی ہے ہم نے کہا کیا بات ہے کہا پانچ سال کا ہے اور کلمہ یاد ہے بارہ سال کا ہے اسے بارہ سورے یاد ہیں اگر آپ نے مذہبی تعلیم کو نہیں رکھا تو آپ نسل کو دیندار نہیں بنا سکیں گے اگر نسل کو دیندار بنانا ہے تو اتنی دینیات پڑھایئے کہ وہ اصول دین کو عقلی دلائل سے سمجھے اور فروع دین کی تفصیلات بھی جانے۔

آپ کے گھروں میں کتابیں موجود ہیں بڑا عجیب وغریب قومی درد کا معاملہ ہے ہمارے گھر میں قومی رسالوں کے انبار لگے ہیں، ہمارے گھر میں ناولوں کی کتابوں کے رکھنے کی جگہ باقی نہیں ہے، ہمارے گھروں میں توضیح المسائل نہیں پائی جاتی، ہمارے گھروں میں عملیہ نہیں پائے جاتے ہیں تو جب تک ایک ایک بچہ ایک ایک بچی ایک ایک مرد ایک ایک عورت مذہبی ابتدائی تعلیم حاصل نہیں کرلے گا تب تک یہ مذہب مشکل معلوم ہوتا رہے گا اس مذہب کو آسان بنانا ہے تو مذہب سے واقف بنایئے۔ جو نہیں جانتا ہے وہ مشکل سمجھتا ہے اور جو جانتا ہے وہ آسان سمجھتا ہے۔

ہم بھی جب کبھی پہلی مرتبہ ۵۴ء میں بمبئی آئے تھے تو کوئی ہمیں نہیں جانتا تھا ہم کسی کو نہیں جانتے تھے پوچھتے چلے تھے پتے، لکھ کے چلے تھے نام۔ اسٹیشن پر اترے تھے گھبرائے ہوئے لوگوں نے کہا تھا قلی سامان لے کے بھاگ جاتا ہے تو ہم نے اپنی اسپیڈ قلی سے تیز رکھی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد سیکڑوں مرتبہ آ گئے اب احساس بھی نہیں ہوتا ہے کہ بمبئی جا رہے ہیں۔ بات کیا ہوئی جب تک نہیں جانتے تھے بمبئی جانا مشکل معلوم ہو رہا تھا جب جان گئے تو بمبئی جانا آسان ہو گیا، جب تک آپ مذہب کی تعلیم نہیں حاصل کریں گے آپ کو مذہب مشکل معلوم ہوگا جب آپ مذہب کی تعلیم حاصل کرلیں گے

تو آپ کو مذہب آسان معلوم ہوگا۔

ہم نے بارہ سال میں فقط ایک ہی کام کیا، تنظیم المکاتب ہم نے اسی لئے قائم کی ہمارے ساتھیوں نے اسی لئے قائم کی کہ وہ ابتدائی مذہبی تعلیم جو ہر شیعہ کو حاصل ہونا چاہیئے وہ حاصل ہو جائے ہم نے بچوں کی دینیات بھی چھاپی، ہم نے بالغوں کے لئے بھی دینیات چھاپی اور ہماری کوشش ہے کہ ہندوستان کے شیعہ جتنی زبانیں بولتے ہیں اتنی زبانوں میں دینیات منتقل ہو جائے تا کہ بنیادی مذہب مستحکم ہو جائے پہلے سال ہمارا خرچ آیا تھا ساڑھے سترہ ہزار، آج ہمارا خرچ پہنچ گیا ہے پانچ لاکھ۔ پہلے سال آقائے حکیم نے ہم کو خمس کا اجازہ دیا تھا پچاس ہزار کا، اب ہمارے پاس آقائے خوئی کا اجازہ ہے پانچ لاکھ سال کا اور اب میری آپ سے چھوٹی سی اپیل ہے اس سے پہلے میرے پاس وقت بھی زیادہ تھا اور کچھ نہ کچھ میری قوت بھی زیادہ تھی تو میں لوگوں کے پاس جاتا تھا دوکانوں پہ جاتا تھا، آفسوں میں جاتا تھا تو اب میں نہیں پہنچ پا رہا ہوں تو جو آپ تنظیم المکاتب کو دیتے تھے اب اگر آپ خود پہنچا دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

اور دوسری گذارش یہ ہے کہ اب تک میں آرام باغ میں قیام کیا کرتا تھا جہاں لوگ زندگی میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں لیکن اس سال میرا قیام ڈونگری مارکیٹ میں ہے آپ کے پیشنماز مولانا کاظم رضا صاحب کے گھر پر ہے لہٰذا وہاں ڈھونڈھنے کے بجائے یہاں چلے آیئے تو آپ جو تنظیم المکاتب کی مدد کرتے تھے وہ کریں اور جتنی مدد کرتے تھے اس سے زیادہ کریں اس لئے کہ خرچ بھی بڑھتا جاتا ہے، مکتب بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ ہم نے ہر مکتب کی امداد میں ڈیڑھا اضافہ کیا ہے۔ مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے آپ سے کہتے ہیں جس کے دل میں آئے گا وہ مدد کرے گا اور ہم جو کام کرتے ہیں اس وارث دین کے سہارے کرتے ہیں جو پردۂ غیب میں موجود ہے۔

لیکن آپ تنظیم المکاتب کی مدد کریں یا نہ کریں آپ کا یہ فریضہ ہے کہ آپ گھر گھر اپنے بچوں کی مذہبی تعلیم کا انتظام کریں۔ اللہ ایک، پنجتنؑ پانچ، امامؑ بارہ، معصومؑ چودہ۔اصول کے پانچ فروع دین کے دس اتنا یاد کرا دینے سے مذہب مکمل نہیں ہوتا انہیں بتایئے کہ نماز کیسے پڑھنا ہے ارکان نماز کیا ہیں، واجبات نماز کیا ہیں۔اب میرے پاس وہ لسٹ بھی آ گئی ہے جو مجھے آج سنانا ہے اس میں سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے تو نماز بعد میں آئی پیغمبرؐ پہلے کیا کرتے تھے تو جو سوال کرنے والے ہیں ان سے گذارش کرنا ہے کہ قرآن مجید پڑھیں تو اس میں جناب عیسیٰؑ کی نماز کا ذکر بھی ملے گا اور انبیاءؑ کی نمازوں کا ذکر بھی ملے گا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ امت کے لئے نماز بعد میں واجب ہوئی ہے امت کی منزل اور ہے نبوت کی منزل اور ہے۔

دوسرا سوال میرے پاس یہ ہے کہ حضورؐ قرآن مجید خود لکھتے تھے یا لکھواتے تھے تو حضورؐ اس لئے نہیں لکھواتے تھے کہ ان کو لکھنا نہیں آتا تھا یہ تصور کرنا کہ فلاں چیز نبی کو نہیں آتی تھی اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ نبی کو نبی نہیں مانتا ہے جس کے لئے قرآن مجید میں پروردگار عالم کہے عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اے نبیؐ جو کچھ تم نہیں جانتے تھے ہم نے تم کو سب کچھ بتا دیا ہے ایسے نبیؐ کے بارے میں عدم علم کا کوئی تصور ہی نہیں پیدا ہو سکتا ہے جس نبیؐ کی گود میں پلنے والا علیؑ لکھنا پڑھنا سب کچھ جانتا تھا تو اگر اس کا نبیؐ نہیں جانتا تھا تو علیؑ کیسے جانتے تھے مگر نبیؐ قرآن مجید لکھواتے تھے تا کہ قرآن مجید لوگوں تک پہنچتا رہے اور نبیؐ نے اپنی وفات سے پہلے پورا مکمل قرآن مجید جو لکھوایا تھا وہ مولائے کائناتؑ کے حوالے کر دیا تھا۔ پوچھنے والے نے تیسرا سوال یہ پوچھا کہ جب مرد ماتم کر رہے ہوں تو عورتوں کو دیکھنا چاہیئے یا نہیں دیکھنا چاہیئے۔

مجھے ان سے یہی کہنا ہے کہ نہ مردوں کو عورتوں کو دیکھنا چاہیئے نہ عورتوں کو مردوں

کو دیکھنا چاہیئے ۔سوال ماتم کا کیا ہے۔نامحرم کا نامحرم کو دیکھنا ہی نا جائز ہے۔ ماتم و غیر ماتم میں فرق ہی کیا پیدا ہوتا ہے، جہاں حکم ہے کہ عورت کا چہرہ نقاب سے اس طرح بند نہ ہو کہ کپڑا چہرے پر آجائے وہاں بھی یہ ہدایت ہے کہ نامحرم، نامحرم کو نہ دیکھے ایک سوال یہ ہے کہ کیا محرم کے لئے کالے کپڑے ضروری ہیں ۔نہیں کالے کپڑے ضروری نہیں ہیں اگر دل غمگین نہیں ہے تو کالے کپڑوں کا کیا فائدہ۔ کالے کپڑے تو اس بات کی علامت ہے کہ دل غمگین ہیں تو اب اگر یہ صورتحال ہے کہ محرم کی تیاری میں نئے نئے کالے کپڑے خریدے جائیں اور ہر روز بدلے جائیں ۔ ہر مجلس میں نئے بدلے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کالے کپڑوں کا نہ پہننا بہتر ہے یہ بدلتے ہوئے جوڑے بتاتے ہیں کہ دل خوش ہے، غمگین نہیں ہے، پوچھنے والے کا آخری سوال ہے کہ غیر شیعہ کو یا غیر مسلم کو حسینؑ کے نام پر جو نذر کرتے ہیں وہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ تو میری گذارش ہے کہ فرض کیجئے کہ آپ نے کھچڑا پکایا ہے، آپ نے کھانا پکایا ہے، آپ نے بریانی پکائی ہے اور نام حسینؑ پر آپ کھلا رہے ہیں تو آپ کے سامنے جو بھوکا آجائے اسے کھلا دیجئے جو مسائل کی لسٹ تھی وہ ختم ہوگئی جو دو تین چھوٹے چھوٹے مجھے اعلان کرنا تھے وہ بھی میں نے کر دیئے۔

لیکن آج کی تقریر کا میرے ما حصل کیا ہے کہ مذہب معلوم کیجئے پڑھ کر کے اگر آپ میں شوق پایا جاتا ہے تو صبح ہوتے ہی بے چینی پیدا ہوتی ہے اماں پیپر نہیں آیا جاؤ بیٹا ذرا اخبار تو لے آؤ یہ ان کے یہاں ہے جن کے یہاں ریڈیو نہیں ہے ورنہ تو اذان صبح سے پہلے ریڈیو آن ہو جاتا ہے تاکہ خبریں معلوم ہو جائیں اس ذوق میں میں آپ کی مذمت نہیں کروں گا میں بھی شریک ہوں مجھے خبریں سننے کا اتنا ذوق کبھی پیدا نہیں ہوا جب سے ایران عراق کی جنگ شروع ہوئی تب سے مجھے بھی بے چینی ہوتی ہے کہ مجھے خبریں معلوم ہو جائیں تو میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جب روز آپ اخبار پڑھنا چاہتے ہیں بچوں سے کہا

کرتے ہیں کہ اخبار پڑھا کروتا کہ زمانے سے باخبر رہوتو آپ بھی مطالعہ کیجئے اور بچوں سے کہا کیجئے، مذہبی کتابیں پڑھا کریں اگر سمجھا بوجھا علمی مذہب آپ کے سماج میں پیدا ہو جائے گا تو زمانے کے انقلابات کبھی ہمارے مذہب کو ہلا نہیں سکیں گے اور اگر یہ منت و مراد والا مذہب باقی رہا تو جس دن منت نہیں پوری ہوگی اسی دن عقیدت ختم ہو جائے گی۔

بس یہ ہے میری آج کی مجلس کا ماحصل اور آج مجھے اختتام مجلس میں اس کا ذکر پھر کرنا ہے جس کا نام سید سجادؑ ہے، سید الساجدینؑ ہے ساجدین جمع ہے ساجد کی، ساجد کہتے ہیں سجدہ کرنے والے کو اور سجاد کہتے ہیں بہت زیادہ سجدہ کرنے والے کو، ہمارے چوتھے امامؑ اس مرحلۂ عبادت سے گذرے ہیں کہ شیطان نے اللہ سے کہا تھا پالنے والے میں تیرے اس بندے کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہا لے لے امتحان۔ وہ بندے تو ہمارے، ایسے بہت ہیں جو اس پر نازاں ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اور ایسا کریم اللہ ہے ایسا رزاق اللہ ہے، ایسا غفار اللہ ہے تو بندوں کا خدا پر ناز کرنا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مگر صاحب تعریف وہ بندہ ہے جس پر خدا ناز کرے۔ ایک اژدہے کی شکل میں آیا شیطان، امامؑ نماز پڑھ رہے تھے اس نے آپ کے پیر کے انگوٹھے کو چبانا شروع کیا۔

زخم صرف اتنا نہیں آیا کہ زخم آ گیا ہو بلکہ ہڈیاں چبا ڈالیں اس نے لیکن جب امامؑ کی نماز میں فرق نہیں آیا تو اس ملعون کو بھی کہنا پڑا کہ اَنتَ زین العابدینؑ آج میں اختتام مجلس میں اسی سید سجادؑ کے مصائب پڑھنا چاہتا ہوں جو کربلا میں بیمار تھا۔

دفن علی اصغرؑ کے بعد جب کربلا کے میدان میں حسینؑ نے آواز دی تھی کہ ھَل مِنْ نَا صِرٍ یَنْصُرُنَا ہے کوئی ایسا جو میری مدد کرے تو سید سجادؑ جو بستر سے اٹھ کے نہیں بیٹھ سکتے تھے انہوں نے پورے جسم کی قوت کو سنبھال کے، تلوار کا سہارا لے کے خیمے سے باہر نکلنا چاہا۔ آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہونا چاہیئے کہ جو بستر سے اٹھ کے بیٹھ نہیں سکتا ہے

وہ خیمے سے باہر نکلے گا کیسے، یہ تو سید سجادؑ ہیں جس نے تین دن سے آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔

وہ علی اصغرؑ اچھل کر جھولے سے باہر نکل آئے تو جب چھ مہینے کا حسینؑ کا بیٹا آواز ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ پر جھولے سے باہر نکل سکتا ہے تو سید سجادؑ جو بستر پر بیٹھ نہیں سکتے تھے جب باپ نے آواز دی ہے کوئی ہے جو میری نصرت کو آئے، ہے کوئی میرا مددگار تو تلوار کو ٹیک کر خیمے سے باہر نکلنا چاہا۔ حسینؑ نے آواز دی میری بہن، میری بہن میرے لال کو روک دو۔ میں اس موقع پر خاص طور پر اس تذکرے کو اس لئے لایا ہوں کہ اکثر ذاکرین کی زبان سے ایک فقرہ نکلتا ہے جس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ ان کی زبان سے فقرہ نکلتا ہے کہ سید سجادؑ کو روک لو ورنہ نسل امامت منقطع ہو جائے گی۔ میں اس فقرے سے مطمئن اس لئے نہیں ہوں کہ تاریخ کا اتفاق ہے کہ امام محمد باقرؑ کربلا میں موجود تھے تو اگر سید سجادؑ شہید بھی ہو جاتے تو نسل امامت کے منقطع ہونے کا سوال نہیں تھا۔

ہاں سوال یہ تھا کہ اگر سید سجادؑ بھی شہید ہو جائیں گے تو یزید کے دربار میں میری ترجمانی کون کرے گا۔ اگر سید سجادؑ بھی شہید ہو جائیں گے تو میری شہادت کے بعد میری شہادت کا تذکرہ کون کرے گا یہ دونوں جملے میں نے کہے ہیں ورنہ مصالح امامت کو امامؑ جانتے ہیں مجھے کیا حق ہے میرے پاس کہاں وہ علم و دماغ ہے کہ میں مصالح امامؑ کی ترجمانی کرسکوں لیکن سید سجادؑ جب تلوار کا سہارا لے کے نکلنے لگے تو حسینؑ نے پلٹ کے آواز دی بہن میرے بچے کو روک لو تو سید سجادؑ اتنے کمزور تھے کہ کہ بوڑھی، بھوکی، پیاسی پھوپھی نے جب بازو پکڑ لیا تو بھتیجا بیٹھ گیا۔ میں شہادت نہیں پڑھوں گا میں سید سجادؑ کا پینتیس سال کا گریہ نہیں پڑھوں گا، میں ایک منٹ میں دو لفظ کا ایک فقرہ پڑھوں گا۔ میں بھی رولوں گا اور انشاءاللہ آپ بھی رولیں گے۔

گیارہ محرم کو جب یزید کے لشکر نے کربلا کا میدان خالی کر کے کوفے کا رخ کیا

تو حسینؑ کے اہل حرم قیدی بنائے گئے بس دو فقرے مجھے پڑھنا ہے، تیسرا فقرہ نہیں پڑھوں گا، انشاء اللہ نہ مجھے ضرورت رہے گی اور نہ آپ کو ضرورت رہے گی۔ جب شمر اپنے غلاموں کے ساتھ کچھ ننگی پیٹھ والے اونٹ لے کے آیا اور کہا حسینؑ کے اہل بیت ہم کربلا سے کوفے جا رہے ہیں تم کو ہمارے ساتھ قیدی بن کے چلنا ہے اور اس کے بعد غلاموں سے کہا کہ اونٹ کو بیٹھا کے حسینؑ کے اہل حرم کو سوار کردو تو ہماری آپ کی شہزادی نے کہا! او بے حیا ہٹ جا ہم آل رسولؐ ہیں، ہم خود سوار ہو جائیں گے۔

بس جگر تھام کے سنو میری بہنوں! میرے بیٹیوں! میرے بچوں! میرے نوجوانوں! مصائب سننے کے لئے اور بھرپور وارث حسینؑ کا ماتم کرنے کے لئے ایک منٹ کے لئے تیار ہو جاؤ میں بھی تیار ہوں آپ بھی تیار ہیں۔ سارے قافلے کو زینبؑ نے سوار کیا، سارے قافلے کو زینبؑ نے سوار کیا، سکینہؑ کو سوار کیا، ام کلثومؑ کو بٹھایا، ربابؑ کو بٹھایا، فضہؑ کو بٹھایا آخر میں سب کو بٹھا کر کے بی بی خود سوار ہو گئیں۔

مگر سید سجادؑ کو ظالموں نے بٹھایا، کیسے بٹھایا، کیسے بٹھایا، گلے میں اتنا وزنی طوق، اتنا بھاری طوق کہ میرے بیمار آقا یہ تیرا ہی کارنامہ تھا جو گراں باری کو برداشت کر گئے، طوق کو سنبھال لے گئے، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، جو چل نہیں سکتا ہے اس کی کمر میں زنجیر، اونٹ بٹھایا گیا۔ آخری جملہ سنئے اونٹ بٹھایا گیا سید سجادؑ بٹھا دئے گئے مگر بیمار سنبھل نہیں پاتا تھا۔ بس جب کبھی اس تصور کو سوچتا ہوں تو میں ایک ہی بات سوچتا ہوں کہ اے آسمان تجھ سے قائم کیسے رہا گیا، اے زمین تیرا کلیجہ کیوں نہ پھٹ گیا، جب سید سجادؑ کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا تو قاتلوں نے دیکھا، ظالموں نے دیکھا یہ بیمار نہ بیٹھ سکے گا بس ایک رسی لائی گئی، ایک رسی لائی گئی۔ رسی اونٹ کے پیٹ کے نیچے سے نکال کے ادھر سے امامؑ کا پیر باندھ دیا گیا اور ادھر سے امامؑ کا پیر باندھ دیا گیا۔ آگے پڑھنے کی مجھ میں

طاقت نہیں ہے اونٹ چلتا رہا رسی کی رگڑ زخم پیدا کرتی رہی ارے میرا بیمار، ارے میرا بیمار، ارے میرا بیمار، کاروں سالار بیمار امامؑ جب کوفے میں پہنچا تو زخم اتنا گہرا ہو چکا تھا، زخم اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ زخم سے ہڈی جھلک رہی تھی۔

وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون

مجلس

(۶)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

ارشاد پروردگار عالم ہے کہ مذہب کو مشکل مت سمجھو مشکل سمجھ کر عمل کرنے سے نہ بھاگو اس لئے کہ مذہب کا بھیجنے والا میں ہوں۔ اور میرا یہ اعلان ہے کہ میں تمہارے لئے آسانیاں چاہتا ہوں مشکلیں اور سختیاں نہیں چاہتا ہوں۔

کل میں نے آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ انسان کا مزاج یہ ہے کہ جب تک وہ کسی چیز کو نہیں جانتا ہے مشکل سمجھتا ہے اور جب اسے جان لیتا ہے تو آسانی ہو جاتی ہے، مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام نے ایک عام اصول بتایا ہے جس سے ہم زندگی کے ہر مسئلے میں اور زندگی کے ہر مرحلے میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں، آپؑ نے فرمایا کہ اگر کسی چیز سے تم کو ڈر لگتا ہے تو اس ڈر کے دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تم اس چیز سے دور رہنے کے بجائے اپنے کو اتنا قریب کرو کہ اس چیز میں در آؤ اس کے اندر آ جاؤ خوف خود بخود ختم ہو جائے گا۔

یہ ایک اتنی صاف بات ہے کہ مثالوں کی ضرورت نہیں ہے ہر چیز سے ڈر لگتا

ہے دور رہتے ہوئے اور جب آدمی اس کے بالکل قریب آجائے تو ڈر ختم ہو جاتا ہے تو ویسے ہی مذہب مشکل ہے اور یہ مسئلہ مشکل ہے اور وہ مسئلہ مشکل ہے اور اس پر عمل مشکل ہے اور عمل کریں گے تو یہ نقصان ہو جائے گا اور عمل کریں گے تو وہ نفع چھوٹ جائے گا یہ ساری خوف کی دنیا اس وقت تک ہے جب تک کہ ہم مذہب کی تعلیم حاصل کر کے اپنے کو مذہب کی پابندی کے لئے آمادہ نہیں کرتے اور جب ہم مذہب کی پابندی کے لئے اپنے کو آمادہ کرلیں گے تو ڈر خود بخود ختم ہو جائے گا تو جو حضرات کل کی تقریر میں تشریف فرما تھے ان سے میں نے خاص طور سے ایک بات کہی تھی کہ ہمارے سماج میں سمجھا بوجھا، پڑھا لکھا، علمی عقلی مذہب کم پایا جاتا ہے۔ سنا ہوا منتوں اور مرادوں والا مذہب زیادہ پایا جاتا ہے تو یہ سنا ہوا منتوں اور مرادوں والا مذہب جو ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم مذہب سے دور ہیں۔

میں ایک چھوٹی سی بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بھی مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں میں بھی مسجد میں نماز پڑھنے آتا ہوں۔ میں نے بھی دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہوگا۔ کچھ لوگ مسجد کے برابر جناب عباسؑ کا جو منبر بنا ہوا ہے وہاں نماز پڑھتے ہیں وہاں نماز پڑھنا حرام نہیں ہے لیکن آپ کیوں نماز پڑھ رہے ہیں اس وجہ کو ٹٹو لئے جو بھی وہاں نماز پڑھ رہا ہے اس کا تصور یہی ہے کہ یہ جگہ جناب عباسؑ کے نام سے منسوب ہے لہٰذا یہاں نماز پڑھ کے جو دعا مانگیں گے تو جلدی قبول ہو جائے گی۔ آپ انکار نہیں کر سکتے ہیں اس کے علاوہ کوئی دوسری وجہ ذہن میں موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ منت مراد والا مذہب ہوا۔

علمی مذہب نہیں ہوا علمی مذہب یہ ہے کہ مولائے کائنات نے واضح ترین لفظوں میں ارشاد فرمایا" لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد "مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز، نماز ہی نہیں ہے اگر وہ مسجد میں نہ پڑھ رہا ہو ہو تو ذرا آپ مجھے بتائیں کہ جناب عباسؑ آپ کی منت اور مراد کو اس وقت زیادہ پورا کریں گے کہ جب

آپ ان کے باپ اور امامؑ کے ارشاد پر عمل کریں گے یا جناب عباسؑ آپ سے اس وقت راضی ہوں گے جب آپ اپنے امامؑ، ان کے باپ، اپنے آقا کے ارشاد کے خلاف اپنے دل ودماغ کی پیدا کی ہوئی ایک چیز پر عمل کریں گے۔

جناب عباسؑ کے نام سے جو منبر منسوب ہو جائے میں اس کی تعظیم کا خود بھی قائل ہوں آپ کو بھی تعظیم سے منع نہیں کر رہا ہوں لیکن میں آپ کے اس احساس کو بیدار کرنا چاہتا ہوں کہ مسجد چھوڑ کے اگر آپ وہاں نماز پڑھتے ہیں تو اس نماز میں وہ ثواب نہیں ملے گا جو آپ کو مسجد میں ملے گا اور مسجد میں نماز پڑھ کے اگر آپ منبر پر جا کر کے جناب عباسؑ کو مدد کے لئے دعا کے لئے پکاریں گے تو وہ کہیں زیادہ آپ سے راضی اور خوشنود ہوں گے بجائے اس کے کہ آپ ارشادات معصومینؑ کے برخلاف وہاں پر نماز پڑھیں۔

تو میں یہ گذارش آپ کی خدمت میں کیوں کر رہا ہوں ذاکرین تو ایسے مسائل بیان کرتے ہوئے دو باتیں سوچ کر ڈر جاتے ہیں ایک ڈر تو وہ ہے جو میں نے دس بیس پندرہ سال پہلے ہی نکال دیا وہ ڈر یہ ہوتا ہے کہ کہیں مجلس خراب نہ ہو جائے سامعین ناپسند نہ کرلیں، ہمیں سننا نہ چھوڑ دیں، مجمع گھٹ نہ جائے اور ذاکرین میں کہیں نمبر نیچے نہ آجائے تو میں نے اپنے دماغ پر سے یہ سارا بوجھ ہٹا ہی دیا تو مجھے کیا پریشانی ہے۔

دوسرا ڈر یہ ہوتا ہے یہ میں اپنے لئے سنا رہا ہوں، اپنی صنف کے لئے سنا رہا ہوں، اپنے ساتھیوں کے لئے سنا رہا ہوں تو جب اس جگہ پر آنے والوں کا حال یہ ہے تو نیچے بیٹھنے والوں کا حال تو کچھ اور بدتر ہوگا۔ اماں ٹال جاؤ ایسی باتوں میں مت ٹوکو ورنہ مؤمنین کو ناگواری محسوس ہو جائے گی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم کو آپ کی پسند و ناپسند کا خیال ہے، آپ کے نفع اور نقصان کا خیال نہیں ہے تو میں نے کل بھی بات کہی تھی اور آج بھی کہتا ہوں کہ آپ مذہب کی تعلیم حاصل کریں اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم دلائیں عالم دین

ہونا بڑی منزل ہے، مبلغ مذہب ہونا بڑی منزل ہے۔ عالم دین کی منزل تک تو میں نہیں پہنچا ہوں تو آپ کیسے پہنچیں گے میں تو تھوڑی سی معلومات رکھتا ہوں جو بیان کیا کرتا ہوں عالم دین کا درجہ تو مجھ سے کہیں بعد میں شروع ہوتا ہے۔

تو میں کل اور آج جو دعوت دے رہا ہوں کہ آپ علم دین حاصل کریں اپنے بچوں کو علم دین سکھائیں اور تعلیم دین دیں تو ظاہر ہے کہ اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ آپ ان کو ملّا بنادیں عالم دین بنادیں۔

ایک بزرگ مرحوم ہوگئے اللہ ان پر اور رحمتیں نازل کرے احمد آباد وہ کسی فنکشن میں گئے تھے جو ہمارے آپ کے درمیان فنکشن ہوتے ہیں وہ معلوم ہے۔ فلاں صاحب آرہے ہیں ایک ہنگامہ ہے کیا پروگرام ہے کہا ہار پھول پیش ہونا ہے اب ظاہر ہے کہ آنے والا کوئی سیٹھ ہوتا ہے یا عالم دین ہوتا ہے یا کوئی بڑی شخصیت ہوتی ہے۔ ہار پھول، ہار پھول اور یہ ہار پھول کا چکر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی مومنین کو یہ بھی نہیں یاد رہتا ہے کہ یہ ایام عزا ہیں۔ اس میں ہار پھول مناسب بھی ہے یا نامناسب ہے تو وہ بمبئی کے ایک سیٹھ ہی تھے وہ کسی فنکشن میں گئے تھے، کہیں افتتاح کرنے گئے تھے، کہیں ادگھاٹن کرنے گئے تھے ہار پھول کا انتظام تھا وہاں میرے جیسا ایک بیوقوف مولوی بھی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اس لمبے چوڑے پروگرام کے بجائے ایک مدرسہ قائم کردیجئے تا کہ بچوں کو دینی تعلیم حاصل ہو تو مرحوم انتقال کر گئے مگر ان کا یہ فقرہ آج بھی میرے ذہن میں زندہ ہے۔ اپنے کو کوئی ملّا مولوی نہیں بنانا ہے یعنی اپنے کو کوئی ملّا مولوی بنانا، ایسا گھٹیا ذلیل کام ہے کہ یہ کام اپنے کو نہیں کرنا ہے۔

تو میں آج آپ کی خدمت میں چونکہ سلسلۂ معصومینؑ میں امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کا تذکرہ کرنا ہے لہٰذا دو ہی باتیں کہنا چاہتا ہوں پہلی بات تو یہ

کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ یہ سماجی مذہب رکھیں گے، یہ ملتی مذہب رکھیں گے، یہ مرادوں والا مذہب رکھیں گے تو یہ مذہب کسی دن بھی ختم ہو جائے گا ویسے ہی ختم ہو جائے گا جیسے عراق میں ختم ہو گیا اور اگر آپ علمی مذہب رکھیں گے، اپنے بچوں کو تعلیم دین دیں گے اور ان کو ملا مولوی بنانا بہت بڑی بات ہے لیکن ان کو ان کے واجبات بتائیں گے ان میں یہ ذوق وشوق پیدا کریں گے کہ وہ دینی کتاب پڑھیں، وہ عملیے پڑھیں، وہ مسائل معلوم کریں وہ توضیح المسائل پڑھیں تب تو سچا دین ان میں پیدا ہوگا جس پر وہ عمل کریں گے اور عمل کریں گے تو باقی بھی رہیں گے۔

تو میری آج کی تقریر کل سے مرتبط ہے اس طرح سے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک شیعہ کو دینی تعلیم یعنی ملا مولوی والی نہیں وہ ابتدائی دینی تعلیم کہ اس کے دلائل مستحکم ہو جائیں اور اسے عمل کرنے والے روزمرہ کے مسائل معلوم ہو جائیں اتنی ابتدائی تعلیم دینا ضروری بھی ہے، واجب بھی ہے اور اتنا عظیم ثواب ہے جس کا آپ حساب اور شمار نہیں کر سکتے۔

میں سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاؤں لیکن پہلے میں ایک چھوٹا سا مسئلہ سناتا ہوں جس کا جی چاہے توضیح المسائل موجود ہے اردو میں موجود ہے، گجراتی میں موجود ہے پڑھ لیجئے گا کہ شریعت محمدیہ میں اللہ کے علاوہ کسی کے لئے بھی سجدہ کرنا اور رکوع کرنا حرام ہے۔ میں نے ایک لفظ کہا ہے اس کی وجہ پہچانئے خدا کے علاوہ کسی کے لئے بھی سجدہ کرنا حرام ہے کسی کے لئے سجدہ کرنا، کسی کے لئے بھی رکوع کرنا حرام ہے۔ میں نے یہ قید کیوں لگائی کہ شریعت محمدیہ میں ایسا کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ ہمیشہ سے حرام نہیں ہے اگر ہمیشہ سے سجدہ کرنا غیر خدا کے لئے حرام ہوتا تو اللہ ملائکہ کو مع شیطان کے جناب آدمؑ کا سجدہ کرنے کا حکم نہ دیتا تو اس وقت سجدہ کرنے کا حکم دینا یہ بتاتا ہے کہ ابتدا میں غیر خدا کو سجدہ کرنا حرام

نہیں ہے اگر ہمیشہ سے سجدہ کرنا حرام ہوتا تو یوسفؑ جیسے نبیؑ کے سامنے ان کے بھائی سجدہ نہ کرتے اگر وہ سجدہ کرتے تو وہ ان سے اظہار بیزاری واظہار برأت کرتے تو کبھی سجدہ حرام نہیں تھا کبھی غیر خدا کے لئے رکوع حرام نہیں تھا۔

لیکن جب سماج میں بت پرستی کا رواج ہو گیا تو انسان کے ذہن کو بت پرستی سے بچا کے خدا کے سامنے جھکانے کے لئے یہ مزید احتیاط کا حکم لازم کر دیا گیا، واجب کر دیا گیا کہ اب غیر خدا کے لئے سجدہ حرام ہے غیر خدا کے لئے رکوع حرام ہے جو میں مسئلہ سنا رہا ہوں اگر آپ نے ایک آدمی بھی ایسا دیکھا ہے جو اس مسئلہ کی خلاف ورزی کرتا ہے، نہیں کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ یہ حرام ہے تو وہ یہ کام انجام نہ دیتا جو چیز حرام ہے اس حرام کے کرنے کے بعد نہ ہم سے جناب عباسؑ خوش ہو سکتے ہیں، نہ ہم سے مولائے کائناتؑ خوش ہو سکتے ہیں، نہ ہم سے خدا خوش ہو سکتا ہے، نہ ہم سے نبیؐ خوش ہو سکتے ہیں، نہ ہم سے اہلبیتؑ خوش ہو سکتے ہیں اور وہ جب ہم سے خوش نہیں ہو سکتے ہیں تو پھر نہ ہماری منت پوری ہوگی نہ مراد پوری ہوگی۔

میں امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی تعظیم اپنے لئے بھی واجب سمجھتا ہوں اور آپ کے لئے بھی واجب سمجھتا ہوں اس لئے کہ میرے بھی امامؑ ہیں اور آپ کے بھی امامؑ ہیں لیکن شریعت نے ان کے لئے ایک مخصوص تعظیم قرار دی کہ جب ان کا نام لیا جائے تو چاہنے والے شیعہ کا فریضہ ہے کہ وہ اٹھ کر کے کھڑا ہو جائے۔

جمعہ میں جب بارہ اماموںؑ کے نام آتے ہیں، چودہ معصومینؑ کے نام آتے ہیں، تیرہ ناموں تک آپ بیٹھے رہتے ہیں لیکن جب بارہویں امامؑ کا چودھواں نام آتا ہے تو ہم اٹھ کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مجھے وجہ بیان کرنے کا حکم نہیں ہے لیکن شاید یہ مشق کرائی جا رہی ہے کہ نام سنتے ہی جب اٹھ کھڑے ہونے کا مزاج بنا رہے گا تو جب کبھی ظہور کا

اعلان ہوگا تو پوری دنیا کے شیعہ اٹھ کھڑے ہوں گے کہ امامؑ کا ظہور ہو گیا۔

تو مذہب نے ہمیں تعظیم کا طریقہ بتایا، حضورؐ کی مخصوص تعظیم، حضور کی مخصوص تعظیم کیا ہے؟ جب کوئی حضور کا نام لے یا کسی سے نام سنے تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ ان پر درود بھیجے لیکن نام پیغمبرؐ لیا جائے تو ہم ان کے لئے سجدہ نہیں کر سکتے، نام پیغمبرؐ لیا جائے تو ہم ان کے نام کے سننے کے بعد اتنا نہیں جھک سکتے ہیں کہ دیکھنے والے کو شبہ پیدا ہو کہ یہ رکوع کر رہے ہیں اس لئے کہ اس شریعت میں رکوع اور سجدہ فقط اللہ کے لئے رکھا گیا ہے غیر خدا کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔

آپ کو شبہ نہ ہو کہ کل حلال تھا، کل جائز تھا سجدۂ آدمؑ کا حکم دیا جا رہا تھا یوسفؑ کو ان کے بھائی سجدہ کر رہے تھے آج حرام کیوں ہو گیا ہے مثال سے ایک جملہ میں بات واضح ہو جائے گی ٹھنڈا پانی حلال ہے کہ حرام ہے، کھانا اچھا ہے واجب ہے، پانی اور زیادہ واجب ہے لیکن جسے کارلہ ہو جائے ہر آدمی کے لئے کھانا حلال، پانی حلال مگر جسے کارلہ ہو جائے ڈاکٹر اس کے لئے پانی منع کر دے گا کہ بغیر کھولائے ہوئے نہ پلانا اور کھانا تو دینا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ جب تک معدہ ٹھیک رہتا ہے کھانا جائز رہتا ہے، پانی جائز رہتا ہے، ہر چیز جائز ہوتی ہے لیکن جب معدہ کارلے میں مبتلا ہو جائے تو جو چیزیں جائز ہوتی ہیں وہ چیزیں روک دی جاتی ہیں۔ ویسے ہی انسان، سماج جب تک بت پرستی کے کارلے میں مبتلا نہیں ہوا تھا آدمؑ کو بھی سجدہ جائز تھا، یوسفؑ کو بھی سجدہ جائز تھا لیکن جب آدمی خدا کو چھوڑ کے بت پرستی کر کے کارلے میں مبتلا ہونے لگا تو شریعت نے یہ احتیاط واجب کر دی کہ خدا اور بندے میں فرق کرنے کے لئے کہ سجدہ فقط اللہ کے لئے، رکوع فقط اللہ کے لئے ہے۔

میں نے کچھ کہا ہے اور کچھ نہیں کہا ہے جو میں نے نہیں کہا ہے وہ آپ نے دیکھا ہے اور لوگ کیا کہیں گے کہ اس سے میں ڈرنے والا نہیں ہوں میں خود ہی ایک مجلس پڑھ

چکا ہوں تو اب آپ یہ بتایئے کہ ایک آدمی خدا کو خوش کرنے کے لئے، نبی کو خوش کرنے کے لئے، امامؑ کو خوش کرنے کے لئے، جناب عباسؑ کو خوش کرنے لئے ایسا کام کرتا ہے جسے شریعت نے جائز نہیں قرار دیا ہے حرام قرار دیا ہے اور اس کے بعد وہ امید رکھتا ہے کہ میری منت پوری ہو جائے گی اور مراد پوری ہو جائے گی تو الٹے راستے پر جارہا ہے یا نہیں جارہا ہے اور یہ کیوں جارہا ہے یہ اس لئے جارہا ہے کہ مذہب کی تعلیم اسے حاصل نہیں ہے۔

اب میں آپ کے سامنے آگے بڑھوں گا اور ذرا تھوڑی توجہ زیادہ حاصل کرتے ہوئے ایک گذارش کرنا چاہتا ہوں۔ ہندوستان کی آبادی کتنی ہے ایک اندازہ یہ ہے کہ ستر کروڑ کے قریب، صحیح گنتی تو میرے خیال میں کبھی حکومت کے پاس ہوتی ہی نہیں ہے اس لئے کہ آج فرض کیجئے کہ آدمی گن کر کے گئے آپ کے گھر میں کتنے آدمی انہوں نے دفتر میں جا کے رپورٹ دی۔ تیرہ آدمی اور وہ دفتر میں جب پہنچے تو چودھواں پیدا ہو گیا تو مردم شماری کبھی صحیح تو ہوتی ہی نہیں یہ مردم شماری یا تو پیدا کرنے والا جانے یا علم غیب رکھنے والے معصومینؑ جانیں۔ مولائے کائناتؑ نے بارہا اس بات کا اعلان کیا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو اس کے معنی ان کے پاس ساری چیزوں کا علم ہے۔ تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی تو ایک اندازہ ہے کہ ہندوستان کی آبادی ستر کروڑ اس میں ایک اندازہ ہے کہ شیعوں کی آبادی، اثنا عشری شیعوں کی آبادی ایک کروڑ ہے اب وہ ایک کروڑ دس لاکھ ہو یا نوے ہی لاکھ ہو یا اسّی لاکھ ہو تو فیگر تو ویسے ہی نہیں پتہ، اب اس کے ساتھ ذرا سروے کیجئے کہ ایک کروڑ اثنا عشری شیعہ کتنے ہزار مقامات پر آباد ہوں گے ان بستیوں کو گننا شروع کیجئے ان بڑے شہروں کے محلوں کو گننا شروع کیجئے: ایک بستی کی حیثیت رکھتے ہیں تو کئی ہزار کی تعداد نکلے گی یا نہیں نکلے گی۔

میں ابھی آپ کو چھوڑوں گا نہیں تھوڑی دیر آپ سے سروے کراؤں گا فقط ایک

تصور سے آپ کام لیں کہ اس بمبئی میں جہاں تک نیا پرانا بمبئی جوڑا جاتا ہے سب جوڑ لیجئے کتنے مقامات پر اثنا عشری شیعوں کی اکٹھا آبادیاں ہیں کہئے پچاس ہزار کی تعداد میں ہیں سو کی تعداد میں ہیں، پانچ سو کی تعداد میں ہیں ایک ایک بلڈنگ سے نکل آئیں گے اب اس حساب سے آپ اندازہ لگائیں کہ پورے ہندستان میں کتنی بستیوں میں اثنا عشری شیعہ آباد ہیں جو بھی اندازہ لگائیں اب میں اس کے بعد گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہر بستی کو ایک عالم دین درکار ہے یا نہیں درکار ہے۔

ہم رات و دن تو یہی کہتے ہیں کہ جہاں بستی بسائی جائے وہاں ایک اسکول کھولا جائے، جہاں بستی بسائی جائے وہاں بستی بسانے سے پہلے ایک اسپتال ضرور کھولا جائے اور حکومت پلاننگ کے ساتھ اگر کوئی نئی کالونی بناتی ہے یا کوئی نئی بستی آباد کرتی ہے تو جب نقشہ بنایا جاتا ہے تو یہ پارک ہے جہاں گھبرائے ہوئے انسان آسکیں۔ یہ اسپتال ہے جہاں بیمار لوگ آسکیں یہ اسپتال کا وہ حصہ ہے جہاں وہ عورتیں آسکیں جن کو بچے ہونے والے ہیں۔ یہ اسکول ہے جہاں بچے آ کے پڑھ سکیں تو اگر دنیا میں چھوٹی چھوٹی کالونیاں بنائی جاتی ہیں تو اتنی پلاننگ کے ساتھ بنائی جاتی ہیں تو میں آپ سے بحیثیت قوم کی ایک فرد کے اور بحیثیت اس کے کہ آپ شیعہ اثنا عشری ہیں سیدھا یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہر شیعہ محلّہ کو، ہر شیعہ بستی کو ایک عالم دین کی ضرورت ہے یا نہیں ہے سیدھا سا فیصلہ اگر دین کی ضرورت ہے تو عالم دین کی ضرورت ہے تو اگر دین ہی کی ضرورت نہیں ہے تو بے شک عالم دین کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نہیں ہم حکومت سے کیوں مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ بستی بسادی ہے اس میں پانی نہیں آتا، یہ بستی بسادی ہے یہاں اسپتال نہیں ہے یہ بستی بسادی ہے یہاں پارک نہیں، یہ بستی بسادی ہے یہاں فلاں آسانی نہیں ہے۔ کیوں؟ یہ اس لئے کہ یہ جسم کو جتنی چیزیں

چاہیئے اتنا سامان فراہم ہونا چاہیئے تو ہم بیمار ہوں گے لہٰذا اسپتال ہونا چاہیئے، ہمارے بچے ہوں گے لہٰذا اسکول چاہیئے، سامان درکار ہوگا لہٰذا مارکیٹ اور بازار چاہیئے تو ہمیں اگر دین چاہیئے تو ایک عالم دین چاہیئے یا نہیں چاہیئے۔

اب آپ سوچئے کہ ہندوستان کے شیعوں کو کتنے عالم دین کی ضرورت ہے چھوٹے بڑے ملا کر ایک لفظ میں نے پہلے دن بھی کہا تھا اور وہ آج بھی کہوں گا کہ میں عالم دین کی بات کرتا ہوں چالو ملاّ کی بات نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ ہمارے بمبئی میں، ہمارے گجرات میں، ہمارے مہاراشٹر میں ایک مزاج ہوتا ہے نا کہ اگر سستا مال مل جائے تو مہنگا مال خریدنے کی کیا ضرورت ہے جتنی مرغیاں مرجاتی ہیں ہم بمبئی بہت دن سے آتے ہیں جتنی مرغیاں مرجاتی ہیں، گھروں میں مرجاتی ہیں تو پھینکنا پڑتی ہیں اور بمبئی میں مرجاتی ہیں تو سب بک جاتی ہیں اس لئے کہ ہوٹل والے خرید لاتے ہیں۔

جتنے انڈے گندے ہو جائیں گے وہ گھروں میں پھینک دیے جائیں گے لیکن بمبئی میں جتنے انڈے خراب ہو جائیں گے سب بیکری میں چلے جائیں گے تو یہ سب گندے انڈے بیکری میں تو چلے جائیں گے یہ مری ہوئی مرغیاں ہوٹلوں میں تو چلی جائیں گی لیکن جب یہ غذا ان کے جسم میں داخل ہوں گی تو کبھی معدہ خراب ہوگا، کبھی لیور خراب ہوگا، کبھی بیماریاں پیدا ہوں گی آج کاور پھیلا ہوا ہے، یرقان پھیلا ہوا ہے۔ کل فلاں بیماری پھیلی ہوئی ہے تو یہ نتیجہ کس بات کا ہے یہ نتیجہ اس بات کا ہے کہ سستا مال خرید لیں چنانچہ ان شہروں میں رہنے والے جو محتاط گھرانے ہیں وہ بچوں کو عادی بنا دیتے ہیں کہ گھروں کا کم مزے والا کھانا کھاؤ مگر بازار کا خریدا ہوا مال نہ کھاؤ لیکن ایک مزاج بن گیا ہے کہ جو چیز سستی مل جائے لے لو۔ صلوات بھیج دیں محمدؐ اور آل محمدؐ پر

لہٰذا چالو ملاّ سستا مل جاتا ہے یعنی ہم پورے گیارہ صوبوں میں مکاتب چلاتے ہیں

کشمیر سے لے کے بنگال تک اور یو پی سے لے کے تامل ناڈ تک مگر جن مقامات پر ہم مکتب چلانے میں ہارے ہیں ان میں سے ایک گجرات ہے۔ مہاراشٹر کا تو خیر کوئی ذکر ہی نہیں۔

اس لئے کہ جہاں فضل خدا سے دولت ہی دولت ہو وہاں تعلیم کی کیا ضرورت ہے یعنی اگر آپ مجھ سے سننا چاہیں تو میں گنا سکتا ہوں کہ میں نے بمبئی شہر میں کتنے مکتب کھولے ہیں جو بند ہو گئے ہیں اور اگر آج ہم سے پوچھئے کہ آج کتنے ہیں تو لے دے کے دو ہیں ایک ممبرا میں اور ایک باندرہ میں اور وہ بھی دونوں غیر معیاری مکتب ہیں یعنی ان مکتبوں کو دیکھنے کے بعد آپ یو پی میں چل کے ہمارے مکاتب کو دیکھیں تو آپ کو زمین و آسمان کا فرق محسوس ہوگا۔

اس لئے کہ یہاں پر وہ والدین، خدا پر، نبیؐ پر احسان کر رہے ہیں جو اپنے بچے کو ایک گھنٹے کے لئے مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجیں اور ہمارے یہاں یو پی میں ایسی بستیاں ہیں جن کے والدین بچوں کو بھیجتے بھی ہیں اور جب بچے واپس آتے ہیں تو نظریں بچا کر ان کی دینیات خود بھی پڑھ لیتے ہیں تو بات کہیں کی کہیں نکل جائے گی گجرات میں ہم کیوں ہار گئے۔ گجرات میں کبھی ہمارے مکاتب کی تعداد بیس سے اوپر بڑھ گئی تھی آج گھٹتے گھٹتے شاید دس سے بھی نیچے آ گئی اس لئے کہ وہاں کا مزاج یہ ہے کہ جب چالو ملا سے کام چل سکتا ہے تو مہنگے ملا کی کیا ضرورت ہے۔

مگر آپ جانتے ہیں کہ جس نے خود ہی علم دین حاصل نہیں کیا ہے وہ آپ کو علم دین کیا بتائے گا، جن کو خود صحیح نماز پڑھنا نہیں آتی وہ پیش نمازی کر رہے ہیں جو صحیح طور پر حروف نہیں ادا کر پاتے وہ نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

تو میں آپ کی خدمت میں اس مسئلہ پر پورے طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی آبادی کا آپ حساب لگائیں اور اس کے بعد آپ محسوس کریں کہ ہماری شیعہ

قوم کی دینی ضرورتوں کے لئے کم سے کم کتنے عالم دین چاہیئے۔ ٹھیک ہے وہ عالم دین جو پورے ہندوستان میں کنٹرول کر سکے اس کی منزل اور ہوگی، جو پورے صوبے پر کنٹرول کر سکے اس کی منزل اور ہوگی، جو پورے ضلع پر کنٹرول کر سکے اس کی منزل اور ہوگی لیکن جو ایک مسجد میں کھڑا ہو کر کے صحیح مسائل بتا سکے اس کی ضرورت تو اور ہوگی ہی۔ ایسے علماء کہاں سے پیدا ہوں۔

اب ذرا ہندوستان کا نقشہ دیکھئے پورے تامل ناڈ میں ایک دینی مدرسہ نہیں ہے، پورے کرناٹک میں ایک مدرسہ نہیں ہے، پورے آندھرا میں ایک مدرسہ نہیں، پورے گجرات، راجستھان، مدھیہ پردیش، مہاراشٹر میں ایک دینی مدرسہ نہیں ہے اور کہاں تک آپ کو تفصیل سنائیں پورے ہندوستان کا جائزہ ہم سے سن لیجئے ایک مدرسہ جو نہیں ہے مگر کہا جاتا ہے کاغذ پر باقی ہے۔ وہ بہار میں پایا جاتا ہے ذرا دیر مجھے موقع مل جائے تو یوپی سے گن کر بتا سکتا ہوں۔ لیکن سب دس کے اندر ہی اندر ہیں۔ دس سے باہر نہیں ہیں ایک دو مدرسے کشمیر میں پائے جاتے ہیں اگر یہ سارے مدرسے آپ جوڑیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مشکل سے پورے ہندوستان میں بارہ مدرسے پائے جاتے ہیں ان مدرسوں سے اتنے علماء کیسے نکلیں جو ہر مسجد کو پیش نماز مل جائے اور ہر میت پر نماز پڑھانے والا مل جائے اور ہر شادی میں نکاح پڑھانے والا مل جائے یہ قومی ضرورت ہے یا نہیں ہے۔

اس پر تو سب سوچتے ہیں کہ صاحب قوم کی روزگار بہتر ہونا چاہیئے، قوم کی زندگی کا معیار بہتر ہونا چاہیئے یہ بھی تو قومی سطح پر سوچنے والا مسئلہ ہے ہماری دینی ضروریات کے لئے ایسے مدارس بھی ہونا چاہیئے ان میں اطاعت خدا کی اتنی بڑی تعداد بھی ہونا چاہیئے کہ نکلنے والے علماء نکلیں تو کم سے کم صحیح نماز جماعت پڑھا سکتے ہوں زندگی کے روز مرہ اور مرنے جینے کے جو مسائل ہیں اس کی صحیح رہبری کر سکے۔

میں مسائل کو آپ کے سامنے بالکل ننگا کر کے، عریاں کر کے پیش کرتا ہوں مجھے کوئی شرم نہیں ہے اس لئے کہ جب آپ کو احساس نہیں ہے تو میں شرما کے کیا کروں گا یہاں اتنے آدمی بیٹھے ہیں سب سے میری گذارش ہے ایک ایک بچہ دے دیجئے ہم لے جا کے عربی مدرسے میں داخل کر دیں تا کہ وہ عالم دین بن جائے۔ اے مولوی صاحب دے تو دیتے مگر پڑھ لے گا تو کھائے گا کیا؟ یہ کسی اور کی بات نہیں کر رہا ہوں آپ ہی کی بات کر رہا ہوں یعنی ہمارا بچہ جاہل رہے بالکل جاہل رہے دستخط کے بجائے انگوٹھا چھاپ بن جائے، ٹرنر بن جائے ہمیں گوارہ ہے، ہمیں اطمینان ہے کہ کما کھالے گا تھوڑا بہت پڑھ لے پھر بھی دفتر میں نوکری کر لے گا کچھ نہیں کر سکے گا تو کسی فیکٹری میں پیون ہو جائے گا اور اگر چپراسی بننے کا، پیون بننے کا وقت آیا تو کوشش ہوتی ہے کہ بینک میں جگہ مل جائے اس لئے کہ وہاں پیون کی تنخواہ بھی....

کوئی کہے یا نہ کہے میں کہتا ہوں پوری شیعہ قوم کے لئے غیرت میں ڈوب جانے کی جگہ ہے کہ آج بینک کے پیون کو جو تنخواہ مل رہی ہے وہ آپ کی کسی بڑی سے بڑی مسجد کے پیش نماز کو نہیں مل رہی ہے۔ جب آپ اتنا مستقبل تاریک کر دیں گے تو نہ ماں کا دل تیار ہوگا نہ باپ کا دل تیار ہوگا کہ ہمارا بچہ دینی تعلیم حاصل کرے۔

اب مسئلہ آ گیا ہے کہ مسجد والے آئیں گے کہ مولوی صاحب آپ نے تو میرے لئے مشکل پیدا کر دی۔ ہم تنخواہ بڑھائیں تو کہاں سے بڑھائیں ہم سے سنئے جب تک آپ چندے پر بھروسہ کریں گے، جب تک آپ چندے پر، کلیکشن پر بھروسہ کریں گے آپ کا دامن ہمیشہ تنگ رہے گا اور جس دن آپ مذہب کا لوٹا ہوا مال مذہب کو واپس کر دیں گے۔

یہ کسی غریب کا بھیجا ہوا مذہب نہیں ہے ذرا سوچیں ہم میں سے ہر آدمی بالکل صحیح حساب کر کے سال میں ہر نفر کا فطرہ نکال دے، جس پر زکوٰۃ کی چیزیں واجب ہوتی ہیں

وہ زکوٰۃ نکال دے، سال کا دن معین کر کے خمس نکال دے تو ایک مسجد کو نہ کسی ٹرسٹ کی ضرورت ہے، نہ کسی کلیکشن کی ضرورت ہے۔ ہم کروڑ پتی ہیں، ہم لکھ پتی ہیں، ہم ہزار پتی ہیں ہمارے پاس بیکری ہے، ہمارے پاس فیکٹری ہے ہمارے پاس آفس ہے، ہمارے پاس کاروبار ہے، ہم بڑا کارِ خیر کرتے ہیں کہ پانچ سو روپئے ہم نے چندے میں دے دیئے، دس ہزار روپئے ہم نے فلاں کام میں خرچ کر دیئے ذرا کبھی اپنا حساب کر کے دیکھو کہ جو تم نے دو لاکھ کمائے ہیں اس میں خمس کتنا واجب ہوتا ہے۔ تم نے پوری زندگی میں خدا ورسولؐ کا جو مال ہے وہ ادا نہیں کیا ہے تو جب تک ہم اور آپ اپنے اپنے واجبات ادا نہیں کریں گے یہ مذہب غریب رہے گا اور جب تک یہ مذہب غریب رہے گا تب تک مدرسے ویران رہیں گے آپ کے نکاح غلط ہوتے رہیں گے، آپ کی میتیں غلط دفن ہوتی رہیں گی۔

آپ کہیں گے کہ ہم مجلس سننے آتے تھے چودہ معصومینؑ کا حال سننے آتے تھے آج مولوی صاحب پتہ نہیں کس جلال میں آ گئے، کہاں بہک گئے، کیسی کیسی باتیں ہمیں سنانے لگے۔ لیکن ہم بہکے نہیں ہیں بلکہ ہم نے محسوس کیا ہے کہ یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ دو آدمی بیٹھ جائیں تو باتیں کی جائیں، پانچ آدمی بیٹھ جائیں تو باتیں کی جائیں۔ نہیں اس کو کھلے پلیٹ فارم پر پوری قوم کے سامنے قومی مسئلے کی حیثیت سے پیش کر دیا جائے کہ اگر آپ مذہبی واجبات ادا کرنے کے عادی بن جائیں تو مذہب آپ کا محتاج نہیں ہے، غریب نہیں ہے۔

حضور سرورِ کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ائمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پوری زندگی جو دین کا مشن چلایا ہے۔ میں دعوائے علم نہیں رکھتا ہوں میں عالمِ دین نہیں ہوں مگر اتنی کہنے کی ہمت کرتا ہوں کہ آپ کبھی نہیں بتا سکیں گے کہ انہوں نے چندہ کیا ہو یا تو شرعی رقمیں جو مذہب کی رو سے ان کے پاس آتی تھیں ان سے وہ کام

چلاتے تھے یا وہ ذاتی طور پر قرض لیتے تھے مگر چندہ نہیں کرتے تھے۔

میں نے شاید یہیں آپ کو سنایا تھا اور اگر نہیں سنایا تھا تو میں نے بمبئی کی کسی مجلس میں سنایا ہے کہ امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کربلا کی مہم کے لئے کئی ہزار کا قرض لیا تھا جس قرض کو بعد شہادت حسینؑ امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادا کیا تو میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ مجلسیں کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ ان مذہبی اجتماعات کو زندہ دین اور زندہ قوم کی شکل میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو محدود، مخصوص انداز پر سننے اور سوچنے کا انداز بدلئے، حالات کا جائزہ لیجئے، مذہب کا مطالعہ کیجئے، واجبات ادا کیجئے، قربانیاں دیجئے، فرائض محسوس کیجئے اور پھر دیکھئے کہ مذہب آگے بڑھتا ہے یا نہیں بڑھتا ہے۔

آج بھی اور کل بھی، کل نجف اشرف میں اور آج قم میں ہزار ہزار طلاب ہیں) جو عالم دین بننے کے لئے علم دین حاصل کر رہے ہیں اور سیکڑوں نہایت اعلیٰ قسم کے مدرسین ہیں جو پڑھا رہے ہیں لیکن نہ وہاں چندہ ہوتا ہے نہ وہاں کوئی اپیل ہوتی ہے، نہ کوئی فنکشن ہوتا ہے لوگ آتے ہیں اور اپنے اپنے واجبات ادا کرتے ہیں اور پورا حوزۂ علمیہ قم اور حوزۂ علمیۂ نجف چلتا ہے اور بے نیازی کے ساتھ چلتا ہے۔

میں نے کل آپ کے سامنے تذکرہ کیا تھا ابھی میں ستمبر میں گیا تھا جب میں ستمبر میں گیا تو تین جو بڑے عالم دین قم میں موجود تھے ان کے یہاں حاضر ہوا آقائے محمد رضا گلپایگانی، آقائے شہاب الدین مرعشی، آقائے سید محمد کاظم شریعت مدار اور تینوں جگہ میں نے یہ دیکھا کہ آنے والے مسائل بھی پوچھتے ہیں مسائل لکھوا کے بھی لے جاتے ہیں اور ہم نے وہاں یہ بھی دیکھا ہے کہ آنے والے آتے ہیں اور رقوم شرعیہ بھی دیتے ہیں۔

ہندوستان میں ہم نہیں دیکھتے ہیں ہم نے عالم دین محمد رضا گلپایگانی کو دیکھا،

مرعشی کو بھی دیکھا، شریعت مدار کو بھی دیکھا کہ جس سے انہوں نے رقوم شرعی لی اس کو اس کی رسید دی رسید دینے کا مطلب کیا ہے کہ اس کا حساب بھی رکھتے ہیں۔

تو میں آپ کی خدمت میں گذارش کیا کر رہا تھا، میں آپ کی خدمت میں گذارش یہ کر رہا تھا کہ جب تک آپ اس قومی ضرورت کو محسوس نہیں کریں گے کہ ہم کو سیکڑوں کی تعداد میں پیش نماز چاہیئے، سیکڑوں کی تعداد میں عالم دین چاہیئے تب تک یہ قومی ضرورت پوری نہیں ہوگی۔ یہ تھوڑی سی مجلسوں سے اور انہیں مجلسوں میں تھوڑے سے ذاکرین کے بیانات سے مذہبی تعلیم مکمل ہونے والی نہیں ہے ضرورت کس بات کی ہوتی ہے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ پڑھنے والے کو اپنا مستقبل تابناک معلوم ہو مدرسے چلانے والوں کو اطمینان ہو کہ ہم اپنا خرچ پورا کرلیں گے تو فقط ایک راستہ ہے نہ ٹرسٹ کا سہارا لینا چاہیئے، نہ چندے کا سہارا لینا چاہیئے، واجبات ادا کیجئے واجبات۔

اور اگر آپ واجبات نہ ادا کریں یا میں واجبات نہ ادا کروں جب میں لفظیں اپنے بولوں تو آپ مجھے اپنے میں شامل سمجھئے گا تا کہ یہ کسی کو خیال نہ ہو کہ اپنے کو بچا کے کہہ رہے ہیں اگر نماز نہ پڑھنے کی کوئی سزا ہے تو اگر آپ نہ پڑھیں گے تو آپ کو سزا اکہری ملے گی اور میں نہیں پڑھوں گا تو مجھے سزا دوہری ملے گی اگر زکوۃ و خمس اور فطرہ نکالنا واجب ہے آپ نہیں نکالیں گے تو آپ کو سزا اکہری ملے گی اور میں نہیں نکالوں گا تو سزا دوہری ملے گی۔

تو میں آپ کی خدمت میں آج یہی کہنا چاہتا ہوں کہ امام محمد باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات زندگی میں سب سے اہم ترین چیز فقط یہ ہے کہ ہم اس بات کو محسوس کریں کہ وہ علم میں مشہور ہیں تو وہ علم دین ہی میں مشہور ہیں علم دنیا میں انہیں شہرت حاصل نہیں ہے میرے جملے سے آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ دنیا میں جتنے پڑھے لکھے پیدا ہوئے ہیں اور کل آنے والی قیامت تک جتنے انسان پڑھے لکھے پیدا ہوں گے ان کے پاس جتنا علم

دنیا ہوگا یہ سارا علم دنیا جمع بھی کرلیا جائے تو اس سے کہیں زیادہ علم دنیا ہمارے ہر امامؑ کے پاس موجود ہے میں نے ابھی آپ کے سامنے تذکرہ کیا تھا کہ مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بارہا یہ فرمایا ہے کہ جو چاہو پوچھ لو۔ تو یہ بھی فرمایا ہے کہ چاہو تو زمین کی بات پوچھ لو، چاہو تو آسمان کی بات پوچھ لو تو یہ غلط فہمی میرے جملے سے نہ پیدا ہونے پائے کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ائمہؑ کے پاس خدانخواستہ علم دنیا نہیں تھا، نہیں مجھے یہی کہنا ہے کہ یہ دنیا ختم ہو جائے گی مگر دنیاوی علوم میں بھی یہ دینا اس سرحد تک نہیں پہنچ سکے گی۔

جس سرحد کے آگے آل محمد کھڑے ہیں انہیں زمین کا علم بھی تھا، انہیں ستاروں کا علم بھی تھا، انہیں سیاروں کا علم بھی تھا، انہیں زمین کے طبقات کا علم بھی تھا، ان کو سمندر کی تہوں کا علم بھی تھا، انہیں سمندر کی مخلوقات کا علم بھی تھا اگر وہ ناز کرتے تھے تو اس پر نہیں کرتے تھے کہ ہم کو سائنس کا علم ہے، ہم کو جغرافیہ کا علم ہے، ہم کو تاریخ کا علم ہے۔ وہ فخر کرتے تھے تو اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہم کو دین کا علم ہے۔ معلوم ہوا کہ دنیا کے سارے علموں میں سب سے بہتر علم، علم دین ہے اس لئے کہ علم دین سرمایۂ افتخار آل محمدؑ ہے۔ ایک صلوات بھیجئے محمدؐ و آل محمدؐ پر

ہوسکتا ہے کہ بات کہتے کہتے اپنی زبان سے کوئی ایسا سخت لفظ بھی نکل گیا ہو جو آپ میں سے کسی بھائی، بہن کو ناگوار ہو گیا ہو تو اس ناگواری کے لئے میں آپ سے معذرت کئے لیتا ہوں۔ یہ کیوں اس لئے کہ اگر زبان سے لفظ ناگوار نکلا ہے تو دل کا جذبہ ناگواری والا نہیں ہے۔ میں نے آپ میں اس احساس کو بیدار کرنا چاہا ہے کہ قوم کو دیندار اور مذہب کو زندہ کرنے والے امامؑ کے لئے حالات کو بہتر بنانے کا راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے واجبات صحیح طور سے ادا کریں۔ صحیح جگہ پر پہنچائیں اور علم دین کا مستقبل اتنا تابناک کریں

کہ ماؤں کے دلوں کی یہ تمنا کہ میرا بچہ ڈاکٹر ہو جائے، ہمارا بچہ، بیٹرٗ ہو جائے اس سے بڑھ کے یہ تمنا پیدا ہو جائے کہ ہمارا بچہ عالم دین ہو جائے۔

اب ذرا ثواب بھی سن لیجئے بہت کچھ مجھے کہنا تھا اور کچھ کہہ چکا ہوں اور کچھ کہوں گا اور کچھ چھوڑ بھی دوں گا مگر کچھ کہوں گا، آج نہ کہوں گا تو کل کہوں گا کل نہ کہوں گا تو دو چار دن کے بعد کہوں گا آپ کو دن کا اتہ پتہ نہیں بتاؤں گا کہ آپ سوچیں کہ اس دن جائیں یا نہ جائیں آخری بات سن لیجئے۔ دینی تعلیم کے دو حصے ہیں ایک دینی تعلیم کا وہ حصہ ہے جو ہر شیعہ کو حاصل ہونا چاہیئے اور ایک دینی تعلیم کا وہ حصہ ہے جسے وہ حاصل کرے جو عالم دین بن کے ان فرائض کو انجام دے جن کے بغیر مذہب اور شریعت معطل ہو جائے۔

اب علم دین کے یہ دونوں حصے آپ نے الگ الگ سمجھ لئے ہیں تو ضرورت ہے گھر گھر دینیات کی کتاب موجود ہو جو بچوں کو پڑھائی جائیں۔ گھر گھر اعلم کے عملیہ اور توضیح المسائل موجود ہوں کہ روزانہ نہیں تو ہفتے میں کم از کم دو ایک مرتبہ بھی گھر والے جمع ہو کر مسائل پر تبادلۂ خیالات کریں اور وہ بڑے مدرسے بھی قائم ہونا چاہیئے جہاں سے عالم دین نکلیں۔

تو اب سننے کے لئے آخری فقرہ سنئے امید ہے کہ میری بہنیں خاص طور سے توجہ کریں گی اس لئے کہ مجھے پوری تاریخ نے یہی بتایا ہے کہ جس کام پر قوم کی عورتیں متوجہ ہو جاتی ہیں پھر اس قوم کو کوئی پیچھے ڈھکیل نہیں سکتا۔

ایران میں بھی اگر انقلاب آیا ہے تو اس مرحلہ پر انقلاب آیا ہے جس کی تصویریں میں نے دیکھی ہیں اور آپ نے بھی دیکھی ہوں گی شاہ کی فوج نے جو گولیاں چلائی تھیں ان میں جو چھوٹے چھوٹے بچے مر گئے تھے، مائیں ان کی میت لے کے جلوس کے آگے آگے چل رہی تھیں دنیا نے جب یہ دیکھا کہ جس کا پانچ برس کا بچہ، دو برس کا بچہ،

چار برس کا بچہ، گولی کھا کے مر گیا ہے اور ماں اس کی لاش کو لے کے آگے چل رہی ہے تو گھر میں کوئی آدمی نہیں تھا جو باہر نہ نکل آیا ہو شاہ کہتا تھا مارشل لاء لگا دو کوئی گھر سے باہر نہ نکلنے پائے اور آقائے خمینیؒ فرانس سے حکم دیتے تھے کہ آج کوئی آدمی گھر کے اندر نہ رہے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ شاہ بے بس نظر آتا تھا اور آقائے خمینیؒ پیرس میں رہ کے اتنے با اثر تھے کہ ہر شیعہ گھر سے باہر نکل آتا تھا۔

اگر صحیح جذبہ کے ساتھ ایک عالم دین آقائے خمینیؒ کو یہ صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ پیرس میں رہ کے ایران کو کنٹرول کر سکتا ہے تو جو وارث دین ہے تو کیا وہ پردۂ غیبت میں رہ کے پوری دنیا کی شیعیت کا تحفظ نہیں کر سکتا ہے۔

ایک عالم دین کے مقابلے میں بہت بڑا درجہ ہے امامؑ کا اور امامؑ کے سامنے آقائے خمینیؒ کی کوئی حقیقت نہیں ہے لیکن صحیح جذبہ ہونا چاہیئے، صحیح حوصلہ ہونا چاہیئے، صحیح جرأت ہونا چاہیئے۔

تو میں اپنی بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بڑھئے اس بے دین سماج کو دیندار بنانے کے لئے، آپ بڑھئے اس قوم کو واجبات ادا کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے، آپ گھروں میں یہ چرچا پھیلایئے کہ نہ ہم حرام کھانا چاہتے ہیں نہ حرام کھلانا چاہتے ہیں، اللہ کا حق نکالو، نبیؐ کا حق نکالو، امامؑ کا حق نکالو، مال پاک کر و تب گھر میں لاؤ دیکھیں قوم میں زندگی آتی ہے یا نہیں آتی ہے تو میں خاص طور سے اپنی بہنوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ آخر میں علم دین کے ثواب میں ایک حدیث سن لیجئے اور آج کی مجلس تمام کردوں۔

اصحاب بیٹھے ہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ آٹھویں امامؑ کا ارشاد ہے جہاں میری یادداشت محفوظ نہیں ہوتی ہے اور میں پہلے سے دیکھ کے نہیں آتا ہوں درمیان میں

مجھے بات یاد آجاتی ہے تو میں حوالہ نہیں دیتا۔

بہر حال یہ پوری ذمہ داری سے حوالہ دیتا ہوں کہ امامؑ کا ارشاد ہے کہ اصحاب بیٹھے ہیں۔ کہا! تم میں سے وہ کون ہے؟ سن رہے ہیں کہا تم میں سے وہ کون ہے؟ جو ہم آل محمدؐ کے یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھے۔

مومن کے یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا اور ہے اور آل محمدؐ کے یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور ہے۔

لفظوں میں فرق پہچان لیجئے بس جو مومن میں اور آل محمدؐ میں فرق ہے وہی یتیم مومن کے سر پر ہاتھ رکھنے میں اور یتیم آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنے میں فرق ہے۔

آپ نے اس سے پہلے بہت مرتبہ سنا ہوگا کہ اگر ہم کسی یتیم یعنی یتیم مومن کے سر پر ہاتھ شفقت اور محبت سے رکھ دیں تو ہمارے ہاتھ کے نیچے اس یتیم بچے کے جتنے بال آجائیں گے ہر بال کی تعداد کے مطابق خدا ہم کو ثواب دے گا تو اگر یتیم مؤمن کے سر پر ہاتھ رکھنے میں ہر بال کی تعداد کے مطابق ثواب ملے گا تو یتیم آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنے میں کیا ثواب ملے گا۔ ہے کسی کے پاس ایسا ذہن جو حساب لگا سکے۔

لوگوں نے پوچھا! بے شک فرزند رسولؐ یتیم آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنا بہترین شرف ہے اور یہ سب چاہیں گے مگر آپ یہ تو بتا دیں کہ یتیم آل محمدؐ کون ہے؟

لفظیں سنئے، لفظیں سنئے ہر لفظ کی ذمہ داری قبول کر کے کہتا ہوں آپ کے سامنے کہ امامؑ نے کہا ہمارا ہر وہ شیعہ جو ہمارے مذہب پر ہے مگر اسے ہمارے مذہب کی تعلیم حاصل نہیں ہے وہ ہم آل محمدؐ کا یتیم ہے۔ کہا! مولاؑ اگر وضاحت کر دیں کہ یہ دین سے ناواقف شیعہ کو اپنا یتیم کیوں کہہ رہے ہیں؟ تو ہمارے دل اور مطمئن ہو جائیں تو امامؑ کے بجائے اپنے الفاظ میں آپ کی خدمت میں بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی یتیم کو

یتیم کیوں کہتے ہیں؟

کہا چاہنے والا باپ سے چھٹ گیا ہے اس لئے یتیم ہے تو جو اپنے چاہنے والے امام سے چھٹ جائے وہ شیعہ، یتیم آل محمدؐ ہے۔

کہا مولاؑ ہم سمجھ گئے کہ جس شیعہ کو دینی معلومات حاصل نہ ہو وہ یتیم آل محمدؐ ہے مگر اس کے سر پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

کہا کہ وہ جس دین کی بات کو نہیں جانتا ہے وہ بات اس کو بتا دو یہ ہم آل محمدؐ کے یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا ہے۔

تو میری بہنوں!

تمہارے گھروں میں جو بھی دینیات کی کتابیں پائی جاتی ہیں انہیں کھولو اپنے بچوں کو دینی تعلیم دو یہ تمہارے بچوں کی دینی تعلیم نہیں ہے یہ یتیم آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنا ہے۔

میرے بھائیوں! جو آپ کے گھروں میں دینی کتابیں موجود ہیں جو بازاروں میں مل سکتی ہیں۔ انہیں خریدئے اپنے بچوں کو بتایئے، اپنے محلے کے بچوں کو بتایئے مدرسے قائم کیجئے بازار میں کتابیں نہیں ملتی ہیں تو انہیں چھپوایئے تاکہ دینی تعلیم آگے بڑھے اور یتیمان آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنے کا ثواب ملے۔

بس میرے پاس وقت بھی نہیں ہے، بات بھی نہیں ہے پیغام بھی مکمل ہو چکا ہے ایک بات جذباتی طور پر، تصوراتی طور پر آپ کی خدمت میں کہنا چاہتا ہوں اور بڑا شکر گذار ہوں آپ کا کہ میں سنانا چاہتا ہوں اور آپ پوری توجہ کے ساتھ سن لیتے ہیں بس میری یہی دعا ہے کہ پالنے والے تذکرہ کرنے کی توفیق دے دے اور سننے والوں کو عمل کرنے کی توفیق دے دے۔

آخری فقرہ جذباتی اور تصوراتی دنیا سے سن لیجئے۔ میرے مکان کے سامنے

ایک بچہ رہتا ہے مثال سنا رہا ہوں اس کا باپ مر گیا جب وہ نکلتا ہے میں اس کے سر پر ہاتھ رکھتا ہوں کہا! بیٹے کیسے ہو تمہاری کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا ساری زندگی اس نے کوئی ضرورت نہیں بتائی۔ بڑا بھی ہو گیا، پڑھ لکھ کے کمانے بھی لگا، یتیمی کے حدود سے بھی نکل گیا لیکن جب تک وہ یتیم رہا میں اس کے سر پر ہاتھ رکھتا رہا۔

میں اپنے ذہین جذباتی اور علمی مجمع سے اور اپنی ہر بیٹی اور بہن سے اپنے ہر نوجوان بچے اور بھائی سے جذبات کی بنا پر اپیل کے طور پر ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ کل جب میں مر کے میدان محشر میں پہنچوں گا اور اس یتیم بچے کا باپ مجھے ملے گا تو وہ بے تابانہ دوڑ کر مجھے گلے لگا لے گا یا نہیں یقیناً لگائے گا کہ تم ایسے تھے کہ تم میرے بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے تھے۔

بس اس کے آگے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اگر ہم نے علم دین پھیلانے میں کسی بھی طرح حصہ لیا تو یقیناً آل محمدؐ میدان محشر میں انشاء اللہ گلے لگا لیں گے کہ تم ہمارے یتیموں کے سروں پر ہاتھ رکھتے تھے جب ایک مومن کا مزاج شرافت یہ ہے جہاں شرافت قدم چومتی ہے تو ان آل محمدؐ کے یہاں کیا ہوگا۔

ختم کر دی میں نے بات اب ایک ہی بات باقی ہے کہ چند فقرے مصائب کے پڑھوں اور آپ کے سامنے مجلس تمام کر دوں۔

میں اپنے بیان کو یہاں تک لے آیا ہوں کہ دینی تعلیم میں کسی قسم کی بھی دلچسپی اور حصہ لینا، کتاب پڑھانا، کتاب چھپوانا اس میں مالی مدد پہنچانا خود پڑھانا بچوں کو بھیجنا کوئی حصہ بھی لینا یہ یتیم آل محمدؐ کے سر پر ہاتھ رکھنا ہے اور اگر آپ جذبات کے ساتھ سن رہے ہیں تو آیئے میں آل محمدؐ کے یتیموں کا ایک منظر بھی آپ کے سامنے پیش کر دوں۔

وہ منظر آپ کو گیارہ محرم کی رات میں نظر آئے گا آپ ڈھونڈھنے نہ جائیں کہ

اس میں مسلم بن عوسجہ کا بیٹا تھا، آپ تلاش نہ کریں کہ اس میں اصحاب حسینؑ میں سے کس کا کون سا بچہ ہے۔ نہیں آج جو بچے بھی جلتی ہوئی زمین پر خیموں کے جل جانے کے بعد، لاش حسینؑ کی پائمالی کے بعد، لاشوں کے دفن نہ ہونے کے باوجود جو زمین پر بیٹھے ہیں ان کا تعلق کسی خاندان سے ہو آج یہ سب یتیم آل محمدؐ ہیں اور اس پورے قافلے کی دیکھ بھال کرنے والی ایک معظمہ ہیں جن کے جوان بیٹے کی لاش کربلا کی قتل گاہ میں بے گور وکفن پڑی ہے مگر زینب کو اپنا جوان بیٹا نہیں یاد ہے، زینبؑ کے کان میں حسینؑ کی آواز گونج رہی ہے۔ خدا حافظ و ناصر میرا قافلہ تیرے حوالے ہے میں ایک جملہ پڑھوں گا اور مجلس تمام کردوں گا اور انشاء اللہ غم و ماتم کا حق ادا ہو جائے گا۔

پوری پوری ذمہ داری جناب زینبؑ کی ہے میں راویت کے سہارے کے بغیر پڑھ رہا ہوں، تصور کے سہارے پڑھ رہا ہوں کہ میں سوچتا ہوں تو یہی سوچتا ہوں کہ سید سجادؑ جو سجدۂ شکر میں ہیں اور زینبؑ ایسی پھر رہی ہیں کہ کون بچہ رو رہا ہے اور کون سو گیا ہے نہیں۔ نہ کسی تاریخ نے مجھے بتایا اور نہ ہی کوئی تاریخ مجھے بتا سکے گی کہ بچے سوئے تھے یا نہیں سوئے تھے اس لئے کہ جو بچے چار چار دن کے بھوکے پیاسے ہوں وہ سوئے تھے یا نہیں سوئے تھے کون بتا سکے گا۔

مجھے آج تک کسی کتاب میں نہیں مل سکا کہ گیارہ محرم کی رات کو بھی ان پیاسے بچوں کو پانی ملا کہ نہیں ملا۔ مجھے کسی کتاب میں نہیں مل سکا کہ گیارہ محرم کو بھی ان بچوں کی فاقہ شکنی ہو سکی یا نہیں ہو سکی۔ ہم تو عاشور کی شام تک فاقہ شکنی کر لیتے ہیں لیکن جب بھی عاشور کی شام آئے، ہم آپ فاقہ شکنی کریں تو میری بہنوں! میرے بھائیوں! ان یتیموں کو یاد کرنا جو فاقہ شکنی کے وقت طمانچے کھا رہے تھے۔

ایک فقرہ مجھے پڑھنا ہے اور وہ خود مجھے اپنا دل سنبھال کے پڑھنا ہے آپ متوجہ

ہو گئے ہوں تو سنئے میں نے کتابوں میں جو کچھ پڑھا اور آپ نے بھی ذاکرین سے برابر سنا تو یہی سنا ہے کہ ساتویں محرم سے پیاسے بچوں کی صدائے العطش اتنی بلند ہوتی تھی ہائے پیاس ہائے پیاس العطش العطش العطش شام کی فوج سنتی تھی کہ حسینؑ کے بچے رو رہے ہیں۔ میں نے خود ہی آپ کو بارہا سنایا ہے کہ جب جناب عباس علمدار رخصت آخر کے لئے آئے ہیں اور حسینؑ سے اجازت مانگ رہے تھے تو اس وقت اٹھائیس بچے، چھوٹے چھوٹے کمسن بچے خیمے سے روتے ہوئے نکلے تھے ارے پیاس مارے ڈالتی ہے تو اب جب امامؑ نے کہا عباسؑ جاؤ شام کے لشکر سے کہو کہ ان بچوں کو پانی دے دیں ہمیں نہیں دیتے ہیں تو نہ دیں تو شام کے لشکر نے کہا پیاسے بچے، کمسن بچے، چھوٹی عمر کے بچے مر جائیں گے مگر ہم پانی نہ دیں گے تو بچے زمین پر لوٹ لوٹ کر یہ کہہ کے رونے لگے کہ اب ہم پیاسے مر جائیں مگر ہمیں پانی نہیں ملے گا۔ معلوم ہوا کہ ساتویں کی صبح کو آواز العطش آرہی تھی۔ آٹھویں کی صبح کو آواز العطش آرہی تھی، نویں کی صبح کو آواز العطش آرہی تھی، دسویں کی صبح کو آواز العطش آرہی تھی صبح کو بچے پانی مانگ رہے تھے عباسؑ جب جارہے تھے تو بچے پانی مانگ رہے تھے لیکن میں نے گیارہ محرم کا جو منظر کتابوں میں دیکھا تو مجھے یہی نظر آیا اب بچے چپ بیٹھے تھے۔

مجھے خود بھی دل سنبھال کے اپنا آخری فقرہ پڑھنا ہے ساتویں سے لے کے دسویں تک پانی مانگ کر رونے والے بچے گیارہ محرم کو پیاسے تھے مگر چپ بیٹھے تھے میں نے تصور میں جاکے ان بچوں سے پوچھا۔

اے مصیبت زدہ بچو! اے مصیبت زدہ بچو! اب تم پانی کیوں نہیں مانگ رہے ہو، اب تم کیوں نہیں روتے ہو تو مجھے یہی جواب ملے گا عالم تصور میں کہ ہم نے عصر عاشور کو اتنے طمانچے کھالئے ہیں، اتنے تازیانے کھالئے ہیں کہ اب اگر ہم پانی مانگیں گے تو یہ ظالم

طمانچے مارنے کے لئے پھر آجائیں گے ہائے بیکسی! ہائے مجبوری کہ پیاسے بچے سہمے ہوئے ماؤں کے کلیجے سے لگے بیٹھے تھے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۷)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

مجھے یقین اور امید ہے کہ روزانہ سنتے سنتے ہر بچے اور بڑے کے دماغ میں اللہ کا یہ اعلان جم گیا اور راسخ ہوگیا ہوگا کہ مذہب کا ماننا اور دین پر عمل کرنا آسان ہے مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ دین و مذہب کا بھیجنے والا خدا یہ اعلان کررہا ہے کہ ہم تمہارے لئے سختیاں نہیں چاہتے بلکہ تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں۔ میں نے پچھلے دو دنوں میں خاص طور سے آپ کے سامنے یہ گذارش کی ہے کہ آدمی جس چیز کو نہیں جانتا ہے مشکل سمجھتا ہے اور جب جان لیتا ہے تو آسان سمجھتا ہے۔

جب تک کوئی آدمی کسی کام کو نہیں کرتا ہے وہ کام اس کو مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن جب کوئی آدمی کسی کام کے کرنے کی نیت کرتا ہے اور کرتے کرتے عادی ہوجاتا ہے تو کام آسان ہوجاتا ہے۔ ہم بہت سے ایسے علاقوں میں جاتے ہیں جہاں اتنی گرمی ہوتی ہے کہ آدمی کے لئے ایک باریک کرتا بھی پہننا دشوار ہوتا ہے تو اس وقت جب ہمیں لوگ دیکھتے ہیں کہ بنیائن پہنے ہیں، گنجی بھی پہنے ہیں، کرتا بھی پہنے ہیں اور شیروانی بھی پہنے ہیں تو بہت

سے لوگوں نے سوال کیا مولوی صاحب۔ کیا آپ کو گرمی نہیں لگتی۔ نہیں گرمی آپ کو بھی لگتی ہے، گرمی ہم کو بھی لگتی ہے لیکن ایک آدمی نے جسم کو آزاد بنایا ہے کہ کپڑا کم سے کم رہے تو ذرا بھی لباس اگر بڑھ گیا تو بے چینی بڑھ جاتی ہے ہم زیادہ لباس پہننے کے عادی ہو چکے ہیں لہٰذا ہمیں احساس نہیں ہوتا، کتنے آدمی ہیں جو فقط عاشور کے دن ننگے پیر چلتے ہیں تو ان کے پیروں میں دو چار، دن تک تکلیف رہتی ہے اور کتنے ایسے آدمی ہیں جو ساری زندگی ننگے پیر چلتے ہیں۔

اگر ایک دن انھیں جوتا پہنا دیا جائے تو وہ اس کے لئے تکلیف کا دن ہوتا ہے۔ یہ روز مرہ کی مثالیں ہیں۔ جو عورتیں چادر پہننے کی عادی ہیں، گھروں میں رہنے کی عادی ہیں ان سے اگر کہا جائے بغیر چادر کے گھر سے باہر نکلو تو ان کے بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے، قدم تھرتھراتے ہیں، دل دھڑ دھڑاتا ہے، دھڑکن بڑھ جاتی ہے، نفس کی حرکت تیز ہو جاتی ہے اور جو بغیر برقع کے، بغیر چادر کے ہر آدمی سے شیک ہینڈ کرنے کی عادی ہیں۔ اگر ایسے گھر میں ہمارے ایسا کوئی بیوقوف مولوی مجلس پڑھنے پہنچ جاتا ہے تو انھوں نے کہا ہم مولوی صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

ہم نے کہا کہ ہم پردہ کرنا چاہتے ہیں، نظر سے نظر نہ ملے، چہرے پر نگاہ نہ جمے ہم ادھر منھ کئے بیٹھے ہیں، ان سے کہتے ہیں کہ ادھر منھ کر کے بیٹھو جو پوچھنا ہو پوچھ لو تو ان کے خیال میں وہ دس منٹ کی گفتگو اتنی بھاری ہے کہ انھیں اس ماحول میں گھٹن محسوس ہوتی ہے تو میں ان چھوٹی چھوٹی مثالوں کے ذریعہ آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک ہم خود ذاتی طور پر مذہب کی تعلیم حاصل نہیں کریں گے اور ہم خود ذاتی طور پر مذہب کی پابندی کے لئے اپنے کو تیار نہیں کریں گے تب تک ہمیں مذہب ہمیشہ مشکل معلوم ہوتا رہے گا اور جیسے جیسے ہم مذہب کی تعلیم خود حاصل کرتے جائیں گے تو معلومات کے بعد مذہب آسان ہو جائے گا اور جب عمل کی نیت کریں گے اور عمل کرتے رہیں گے تو

دینی پابندی بھی آسان ہوجائے گی۔

بس آخری مثال یوں سن لیں آپ کہ جو پابند نماز ہوتا ہے وہ اگر رات میں دیر میں سوتا ہے تو نیند میں بھی اسے بے چینی محسوس ہوتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سوتے رہ جائیں اور نماز قضا ہو جائے۔ تو نو بجے رات کو سونے والا آرام سے سوتا ہے کہ آنکھ کھل ہی جائے گی، نماز پڑھ ہی لیں گے قضا نہیں ہوگی۔

لہٰذا وہ چار بجے، پانچ بجے جو ٹائم ہوتا ہے نماز کا آرام سے سوتا رہتا ہے لیکن یہی پابند نماز جب تین بجے رات میں سوتا ہے تو پانچ بجے صبح تک تیرہ مرتبہ بے چین ہو کے آنکھ کھلتی ہے کہیں سورج نکل تو نہیں آیا، کہیں نماز قضا تو نہیں ہوگئی تو جب نماز کی پابندی کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے تو عدم پابندی کا خطرہ تکلیف کا سبب بن جاتا ہے اور جو پابند نماز نہیں ہے ان کے خیال میں آیا کہ چلو کانو در میں مجلسیں ہیں وہاں جنت مل جائے گی، حسین ٹیکری میں چہلم ہے وہاں جنت مل جائے گی، ملے گی اور یقیناً ملے گی مگر سب کو نہیں مل جائے گی۔

انہوں نے کہا اچھا ہے مولوی صاحب بھی جانے والے ہیں انھیں کے ساتھ چلے چلیں۔ ہم نے صبح کوٹرین میں جگانا شروع کیا جا ورے جا رہے ہو، کانو در جا رہے ہو، حسین ٹیکری جا رہے ہو، مولاؑ کی بارگاہ میں حاضری کے لئے جا رہے ہو، جنت خریدنے جا رہے ہو تو نماز نہ قضا کرو تو اولاً تو اٹھیں گے ہی نہیں اور اگر اٹھ بھی گئے تو پھر نماز نہیں پڑھیں گے اور اگر نماز پڑھ بھی لیں گے تو خدا کو کس نگاہ سے دیکھیں گے وہ تو خدا جانے، بقیہ ایک مخصوص نگاہ سے ہم کو بھی دیکھیں گے کہ ہمیں جو یہ پتہ ہوتا کہ اس طرح آپ ہماری نیند خراب کریں گے تو ہم آپ کا ساتھ لیتے کہ نہ لیتے یہ بھی سوچنے کی بات ہے تو ان کے لئے نو بجے رات میں چلی ہوئی گاڑی میں چھ بجے صبح کو احمد آباد میں جگا کے نماز

پڑھوانا ایک تکلیف دہ بات ہے۔اور پابند نماز کے لئے چار بجے سونا اور پانچ بجے تک تیرہ مرتبہ جاگنا ایک گھنٹے کی نیند تکلیف دہ بات ہے تو معلوم کیا ہوا معلوم یہ ہوا کہ معلومات ہونا چاہیئے ، احساس ہونا چاہیئے ، ذمہ داری ہونا چاہیئے اور آج میں آپ کے سامنے اپنی تقریر میں دو لفظ اپنی بچیوں کو، اپنی بیٹیوں کو، اپنے بچوں کو، اپنے نو جوانوں کو دینا چاہتا ہوں اس پر توجہ فرمائیں۔

کام آدمی تنہا کرتا ہے خود ہی کرتا ہے مگر انسان فطری طور پر جس معاشرے میں رہتا ہے، جس سماج میں رہتا ہے، جس سوسائٹی میں رہتا ہے غیر محسوس طور پر اس سوسائٹی، معاشرے اور سماج کے اثرات قبول کرتا ہے تو میرے کہنے کا مقصد کیا ہے اور آج کی میری تقریر کا ماحصل کیا ہے کہ اگر ہم پابند دین سوسائٹی پیدا کرلیں، اگر ہم دیندار سماج پیدا کرلیں، اگر ہم محنت کر کے وہ معاشرہ بنالیں جہاں پابندیٔ دین میں ہر شخص متوجہ ہو جائے تو یقین مانئے یہ مشکل دین بے حد آسان ہو جائے تو ضرورت کس بات کی ہے، دونوں لفظیں سنئے یہی مجھے آج سنانا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا سماج ایسا ہو، ہماری سوسائٹی ایسی ہو، ہمارا معاشرہ ایسا ہو جو مذہبی ہو، دیندار ہو اور پابند دین ہو اس کے برخلاف صورتحال کیا پائی جاتی ہے میں نے دو مرتبہ لفظیں کہیں اور پھر کہوں گا تا کہ کسی دیر میں سمجھنے والے کو بھی زحمت باقی نہ رہے کہ ضرورت ہے کہ ہم ایسا سماج و معاشرہ اور سوسائٹی پیدا کریں جو پابند دین ہو تا کہ جو اس سوسائٹی اور معاشرے میں رہے اسے پابندیٔ دین آسان معلوم ہو اس کے برخلاف ہمارے سماج کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہم میں سماجی مذہب پایا جاتا ہے، سوسائٹی کا مذہب پایا جاتا ہے، معاشرے کا مذہب پایا جاتا ہے۔خدا و رسولؐ اور امامؑ کا مذہب نہیں پایا جاتا ہے۔

آپ کو یاد رکھنے میں اور سمجھنے میں اور دوسروں کو سمجھانے میں زحمت نہ ہو اس لئے ایک مرتبہ پھر، میں اپنی بات کی تکرار کرنا چاہتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارا معاشرہ اور سوسائٹی وہ ہو جو پابند دین ہو مگر ہم پابند دین سماج نہیں رکھتے ہیں بلکہ سماجی دین رکھتے ہیں۔ ہم پابند دین معاشرہ نہیں رکھتے ہیں بلکہ معاشرتی مذہب رکھتے ہیں۔ لفظوں میں، اگر آپ کے ذہن الجھ رہے ہیں تو میں مثال عرض کروں گا یعنی صحیح معاشرہ کیا ہونا چاہیئے؟ وہ معاشرہ ہو جو خدا سے ڈرتا ہو، نبیؐ سے ڈرتا ہو، امامؑ سے ڈرتا ہو جو جنت کا شوقین ہو جو دوزخ سے ڈرتا ہو، جو واجبات کی ادائیگی میں ذمہ داری محسوس کرتا ہو، جو گناہ کرنے میں ڈرتا ہو اور ایسا سماج جب پیدا ہو جائے تو اس میں جو بھی ہوگا تو اسی راستے پر چلے گا۔

یہ وہ سوسائٹی ہوئی، یہ وہ سماج ہوا، یہ وہ معاشرہ ہوا جو خدا کے دین کو مان رہا ہے، نبیؐ کے دین کو مان رہا ہے، امامؑ کے دین کو مان رہا ہے، قرآن کو مان رہا ہے اس کے برخلاف ہم سماجی دین مانتے ہیں، الٰہی دین نہیں مانتے ہیں۔ لفظوں میں اگر کچھ تلخی، کڑواہٹ کی جھلک ہے تو ذرا دیر صبر کریں۔ کبھی کبھی کسی بیماری کو دور کرنے کے لئے کڑوی دوا پلانا پڑتی ہے اور پینی پڑتی ہے۔

میں اپنے لفظوں کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم میں خدا، نبیؐ اور امامؑ والا مذہب کم پایا جاتا ہے، ہم میں سماجی مذہب زیادہ پایا جاتا ہے۔ یعنی رمضان کا مہینہ قریب ہو اور ہمارے ایسے گھر بہت کم ہیں جن میں یہ چرچا شروع ہو جائے کہ اب کی ایسا رمضان گذر جائے کہ جس میں راتوں کو نماز شب کی پابندی ہو جائے، ایسا رمضان گذرے کہ دن میں ہمارا بچہ تلاوت قرآن کرلیا کرے۔

پوچھیئے ہمارے سو گھروں میں کتنے ایسے گھر ہوتے ہیں اور اگر آپ اجازت دیدیں تو ہمارے سیکڑوں گھروں میں ایک گھر بھی ایسا نہیں ہوتا ہے جہاں غریب رمضان

جھانک سکے، اندر جانا تو بہت بڑی بات ہے ادھر بقرعید شروع ہوئی کہ ادھر چھوٹے بڑے کو فکر ہوئی کہ بکرا کتنے میں ملے گا۔ تھانے سے لائیں تو کتنے میں ملے گا اور ممبرا سے لائیں تو کتنے میں ملے گا اور بھنڈی بازار سے لائیں تو کتنے میں ملے گا اور اب مولوی صاحب پر یورش شروع ہوئی مولوی صاحب ایک قربانی میں کتنے شریک ہو سکتے ہیں۔

مولوی صاحب نے کہا صاحب سات، ستر کہا چلو ایک بکرا ڈھونڈھ لیں۔ دس بقرعید کو ایک جانور کی قربانی مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ دس ذی الحجہ کو ایک بکرے کی، ایک جانور کی قربانی راہ خدا میں کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے مگر نماز پانچ وقت کی واجب ہے، روزہ رمضان بھر کا واجب ہے سال کے آخری دن کا حساب کر کے خمس نکالنا واجب ہے ورنہ یہ کی ہوئی قربانی بھی قربان ہو جائے گی تو ہم میں سے کسی کو افسوس نہیں ہوتا ہے اس بات کا کہ اب کی ہم روزہ نہیں رکھ سکے مگر ایسے ہمیں ملتے ہیں، آپ کو ملتے ہوں یا نہ ملتے ہوں۔

مولوی صاحب کیا بتائیں اب کی اتنی دور چلے گئے تھے۔ وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا، قربانی نہیں کر سکے یعنی جو دس ذی الحجہ کو قربانی مستحب ہے وہ نہیں کر سکے۔ تو معلوم یہ ہوتا ہے جیسے ہم بالکل بے دین ہو گئے اور سال بھر نماز نہیں پڑھی تو کہیں سے ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اگر بے نمازی ہونے پر ہمیں اپنی بے دینی کا احساس ہوتا تو ہمارے پاس اللہ کا مذہب ہوتا، ہمارے پاس امامؑ کا مذہب ہوتا، ہمارے پاس خدا و رسولؐ کا مذہب ہوتا لیکن یہ قربانی کا اہتمام جو ہے یہ اس لئے نہیں ہے کہ یہ حکم خدا ہے، یہ سماج کا رواج ہے تو ہم سماجی مذہب رکھتے ہیں، الٰہی مذہب نہیں رکھتے ہیں۔

آپ کو ایسی آڑی ترچھی باتیں میرے علاوہ کوئی نہیں سنائے گا اور میں بھی اس لئے سنانے لگا ہوں کہ میں نے ہر طرح سے آپ کو آزما کے دیکھ لیا ہے کہ جیسے سناتا ہوں

آپ سن لیتے ہیں۔ تو جب مجھے آپ برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں کیوں نہ وہ کوششیں کروں کہ آپ ان راہوں سے نکل آئیں جو راہیں آپ کو قبر سے لے کے برزخ تک نقصان پہنچانے والی ہیں اور کیوں نہ یہ میرا محترم مجمع اس شاہراہ پر آجائے جو جنت کی طرف جارہی ہے۔ ایک صلوات بھیجیں برمحمدؐ وآل محمدؐ۔

تو میری دو لفظیں یاد رکھئے ہمیں دیندار سوسائٹی چاہیئے، ہمیں دیندار معاشرہ چاہیئے، ہمیں دیندار سماج چاہیئے اسی کے برخلاف ہمارے پاس سماج اور معاشرہ اور سوسائٹی کا دین پایا جاتا ہے۔ میں نے لفظوں کو اتنی مرتبہ دہرادیا ہے کہ اب آپ کو یاد رکھنے میں دقت نہیں ہوگی۔

اب مثالیں سنئے، ساری زندگی نماز قضا کرنے والے مطمئن کیوں، کوئی بلا آنے والی نہیں ہے بلکہ سب سے بڑی بلا تو یہ نماز ہی تھی جس کو آنے سے روک دیا لیکن بلاؤں کے آنے کا احساس کس دن پیدا ہوتا ہے۔ یہ سماجی دین کہاں کہاں ہم کو دیندار بناتا ہے۔ وہ سنئے الٰہی دین ہم نے چھوڑ دیا ہے جس دن نئی دوکان کھولی جارہی ہے اللہ اس دن یاد آیا ہے، قرآن اس دن یاد آیا ہے، امامؑ اس دن یاد آئے ہیں، مولوی صاحب اس دن یاد آئے ہیں، آیئے ہماری دوکان میں سب سے پہلے آپ قرآن پڑھ دیجئے۔

یہ قرآن اس لئے پڑھ دیجئے کہ یہ کھل رہی ہے یہ جب کھل جائے گی تو اس میں سارے وہ کام ہوں گے جس کو قرآن نے منع کیا ہے اور ہمیں تو خیر کوئی بلاتا ہی نہیں اور اچھا کرتے ہیں کہ نہیں بلاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم مروت کرنے والے نہیں ہیں۔ آپ کہیں گے قرآن پڑھ دیجئے برکت ہوجائے گی۔

ہم پوچھیں گے جس مال سے آپ کاروبار کھول رہے ہیں اس کا خمس نکال چکے ہیں یا نہیں۔ اگر خمس نکال چکے ہیں تو برکت دینے والا اعلان کررہا ہے کہ ہم برکت دیں

گے اور اگر خمس نہیں نکالا ہے تو وہ بخش دے تو بخش دے ورنہ یہ خمس نہ نکلا ہوا حصہ ممکن ہے کہ ساری پونجی لے کے بیٹھ جائے۔ تو ہمیں مذہب کس دن یاد آیا دوکان کھولنے کے دن برکت کے لئے، دوسرا کار خیر سمجھ میں آیا ایک چالو ملاّ کی تلاش ہوئی ان کی جان ہم نہیں چھوڑیں گے اس لئے نہیں چھوڑیں گے کہ تم اگر دین کے کام میں لگے ہو اور اگر دین سے روزی کماتے ہو تو تم خود علم دین حاصل کرو۔ ایک ملاّ چاہیئے کس لئے تاکہ دوکان میں آ کے صبح صبح پندرہ منٹ کے لئے قرآن مجید پڑھ دیا کرے اور میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ یہ ویکنسی بھی ختم ہو رہی ہے اس لئے کہ اب سوروں کے ٹیپ آ گئے ہیں وہ لگا دیئے جائیں گے۔ جب ٹیپ چالو ہو جائے گا تو اب چالو ملاّ کی بھی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ ایسے مقدس اور دیندار گھر بھی پائے جاتے ہیں ارے کہا بڑے دیندار لوگ ہیں بڑے دیندار لوگ ہیں ایک ہانک لگائی جا رہی ہے۔

ہم بھی پہنچے۔ بھئی کیا دینداری ہے کہنے لگے جناب روز ایک مولوی صاحب ان کے یہاں آ کے نیچے بیٹھ کے قرآن پڑھتے ہیں ایسا دیندار گھرانہ ہے کہ روز مولوی صاحب آ کے قرآن پڑھتے ہیں ہم نے کہا یہ بتاؤ کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو یہ کیا کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ ہو گیا جواب اور آپ سمجھ بھی گئے ارے صاحب یہ بڑا دیندار گھرانہ ہے، یہ فیملی بڑی مذہبی فیملی ہے۔ ہم نے کہا: کیا ہوا: کہا جب تک مولوی صاحب آ کے قرآن پڑھ کے چلے نہیں جاتے ہیں تب تک ریڈیو پر گانا ان کے گھر میں نہیں سنا جاتا۔

ارے بھائی حرام ہے تو چوبیس گھنٹے حرام ہے۔ نہیں تو نہیں ہمیں دین کس دن سمجھ میں آیا جس دن دوکان کھل رہی ہے، دین کس دن سمجھ میں آیا جس دن نمازوں کو قضا کر کے ہم جاگیں تو مولوی صاحب آ کے پانچ منٹ، دس منٹ قرآن پڑھ دیں۔ صحیح

پڑھیں یا غلط پڑھیں وہ جانیں اور ان کو بھی پچیس جگہ پڑھنا ہے لہٰذا ان کو بھی معلوم ہے کہ آواز وہاں تک پہنچ جائے کہ مولوی صاحب آئے تھے تو جب آپ کرائے پر برکت حاصل کریں گے تو وہی جنت مل سکے گی جو کرائے پہ مل سکے گی اور کرائے پہ کوئی جنت ملنے والی نہیں ہے۔ کیا ضرورت ہے اس قرآن خوانی کی، کہا اس سے بال بچے آرام سے رہیں گے۔ گھر میں برکت ہوگی اور دین کب یاد آتا ہے۔

سب مثالیں نہیں سنائیں گے لیکن دس پانچ تو سنا ہی دیں گے شادی کی تاریخ کب رکھیں اس دن ہمیں دین یاد آئے گا اور جب شادی ہونے والی ہو تو حدیث کسا پڑھ دی جائے، حدیث کسا سے پہلے جتنی ریکارڈنگ ہو سکتی ہے وہ سنادی جائے اور شادی کے بعد جتنے کام غلط ہو سکتے ہیں سب ہو جائیں۔ اب تو سماج اس منزل پر آگیا ہے کہ اب شادی بعد میں ہوتی ہے اور شادی سے پہلے شادی ہوتی ہے۔ آپ کہیں گے یہ کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہیں تو ہم تو منبر ہی پر اعلان کرتے ہیں کہ بیوقوف نہ ہوتے تو مولوی کیوں ہوتے مگر اتنا یاد رکھیے گا کہ بیوقوف ہو کے بھی مولوی ہیں تو آپ سب کے مولوی ہیں۔

لہٰذا جو حصہ ہم تک آئے گا وہ بٹے گا آپ کو بھی، تو بات سنئے نئے نئے سماج میں جو بے حیا اور حیا سوز رواج پائے جا رہے ہیں کیا ہوا کہا نسبت طے ہوگئی انگیج منٹ ہوگیا۔ ہم نے کہا کہ شادی کب ہے۔ کہا اگلے مہینے، کہا: آج کل کیا ہوتا ہے۔ کہا: آج کل دونوں گھومنے گئے ہیں۔ یہ غیر مسلم سماج کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ یہ یہودی اور عیسائی سماج کی بات نہیں کر رہا ہوں، یہ اثنا عشری شیعہ مذہب سماج کی بات کر رہا ہوں، شادی بعد میں ہوگی، شادی کی انگوٹھی پہلے پہنی جائے گی۔ شادی بعد میں ہوگی، رنگ اور ساری کی رسم پہلے ہوگی۔ لڑکی لڑکوں کو ساتھ میں رہنے کا موقع دیا جائے گا۔

مذہب کیا کہتا ہے نامحرم کو نامحرم کا دیکھنا حرام ہے اور میں کچھ نہیں کہتا۔ اس لئے

کہ کہنے کی ہمت بھی کروں تو مسجد میں نہیں کہہ سکتا کہنا چاہوں بھی تو مجلس میں نہیں کہہ سکتا، کہنا چاہوں بھی تو بچوں میں نہیں کہہ سکتا، کہنا چاہوں بھی تو اپنی بیٹیوں کے سامنے نہیں کہہ سکتا لیکن جو نہیں کہہ سکتا وہ آپ جانتے تو ہیں تو حلال وحرام سے آنکھیں بند کر کے شادی طے کرنا، شادی کی رسمیں طے کرنا اور شادی کے بعد مہمل رسمیں طے کرنا۔

درمیان میں جس وقت نکاح پڑھا جارہا ہو فقط اتنی دیر کے لئے دین یاد آتا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا کچھ کار خیر کردو تب یہ شادی کے بعد کچھ کار خیر کر کے گویا کہ برکت اللہ سے خرید لی ؛ یہ سماجی مذہب ہے، یہ الٰہی مذہب نہیں ہے، یہ علوی مذہب نہیں ہے، یہ معصوم کا مذہب نہیں ہے اور موقع یاد دولاؤں اور موقع یاد دلاؤں جب خدانخواستہ خدانخواستہ کوئی ہمارے گھر میں مرجاتا ہے، ارے موت سے کوئی بچا تو سکتا نہیں، مجلس پڑھنے والے بھی مریں گے، مجلس سننے والے بھی مریں گے ہم تو ہر بری بات اپنے سے شروع کرتے ہیں توجہ فرمائیں جب میت واقع ہوگئی لاش پڑی ہے، اس کی لاش پڑی ہے جو لکھ پتی تھا مگر اس نے ایک پائی خمس کا نہیں نکالا جو کروڑ پتی تھا، حج کرنے نہیں گیا جو دولتمند تھا، مگر اس نے کبھی کمانے میں اور خرچ کرنے میں حلال وحرام کو نہیں دیکھا۔ جس نے پاٹنر کا مال دبالیا اور دیوالہ نکال کے مالدار ہوگیا تو سماج میں اس کی عزت میں فرق نہیں آئے گا۔ مجھے بمبئی کا حال نہیں معلوم، لیکن میں نے مارواڑیوں کے لئے سنا ہے کہ جب ان کے پاس کوئی قرض لینے جاتا ہے تو وہ پوچھتے ہیں کہ یہ بتاؤ کہ تم دیوالیہ کتنی مرتبہ ہوئے یعنی مارواڑی قرض دینے سے پہلے یہ پوچھتا ہے کہ یہ بتاؤ کتنی مرتبہ تم نے دیوالہ نکالا ہے۔ جو کہتا ہے کہ اب تک دیوالہ نہیں نکالا تو وہ کہتے ہیں کہ تم کو قرض نہیں دیں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم دھوکہ دے کے کمانا نہیں جانتے ہو تو ہمارا قرضہ کیا واپس کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر سات مرتبہ دیوالہ نکالا ہے تو ہاں تم لے جاؤ۔ اب تجارت کا مزاج یہ

بنایا گیا ہے کہ عیاری، مکاری، جھانسے بازی میں جو تیز ہو وہ تو تجارت میں کامیاب رہے گا مگر جو ایماندار رہے گا۔ یہ، یہ کیا کریں گے تو زندگی میں نہ حج کیا، نہ زکوٰۃ نکالی، نہ خمس نکالا، نہ کبھی پاٹنر کا حق ادا کیا ہے، نہ کبھی باپ کے مرنے کے بعد، بھائی، بہنوں کو حق دیا جو ملا اس پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے۔ اب لاش پڑی ہے لاش تھوڑا سا غم بیوی کو ہے، تھوڑا سا غم بیٹے کو ہے، تھوڑا سا غم بیٹی کو ہے غریب کی میت نہیں ہے۔

میں اس کی بات کر رہا ہوں اس لئے کہ غریب کی میت پہ تو غم زیادہ ہوتا ہے کہ یہ مر گئے ہیں تو ہمارا کیا ہوگا، ان کا کیا ہوگا۔ یہ فکر نہیں ہوتی آج تک میں نے کسی جگہ یہ نہیں سنا کہ جو مر گئے ہیں ان پر جو نمازیں باقی رہ گئی ہیں، روزے باقی رہ گئے خمس باقی رہ گیا، زکوٰۃ باقی رہ گئی ہے، حج باقی رہ گیا ہے، دوسروں کے حقوق باقی رہ گئے ہیں تو ان کا کیا ہوگا۔

آج تک مجھ سے یہ کسی نے سوال نہیں کیا لیکن مر گئے تو کہا بچوں کا کیا ہوگا، ابھی بیوی جوان ہے اس کا کیا ہوگا، ماں باپ بوڑھے ہیں ایک ہی اولاد تھی کیسے جئے گی۔ معلوم ہوا وہ تو مر ہی گئے ہیں ان کی کیا فکر ہے فکر تو ان زندوں کی ہے تو غریبوں کے یہاں آنسو تو ذرا دل سے بھی بہتے ہیں کہ اب یہ مر گئے ہیں تو فاقے کا خطرہ ہو سکتا ہے اور امیروں کے یہاں جب لاش پڑی ہوتی ہے تو تھوڑا تھوڑا غم ہوتا ہے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان کے مرنے پر غم نہیں کیا ورنہ تو دل میں بے تابیاں ہوتی ہیں جلدی دفن ہو جائیں، جو پرسہ دینے آنے والے ہیں وہ جائیں تو تجوری کھول کے تقسیم شروع ہو اب اگر اس وقت کوئی بڑا دیندار گھرانہ ہے، بڑا دیندار گھرانہ ہے میری ان تنقیدوں کو اگر آپ برا بھی مانیں تو میں معافی تو آپ سے مانگ لوں گا لیکن میں اپنی ان باتوں کے لئے معذرت خواہ نہیں ہوں آپ کو آپ کی بھلائی کے لئے متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ بھائی ذاکر کی ایک ہی سزا ہوتی ہے کہ اس کو نہیں سنیں گے تو ہم نے تو آپ کو خود ہی موقع دے دیا تھا کہ آپ نہ سنئے

اب اس کے بعد بھی آپ سننے پر تیار ہیں تو ہم سنانے پر تیار ہیں ایک مل جل کر صلوات تو بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

تب یہ جو لاش پڑی ہے۔ کہا کچھ ان کی آخرت کا کام بھی ہو جائے تو اب یہاں دھندھے شروع ہوئے، وہ باتیں جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں ہے، نہ مذہب میں ہے، نہ عملیہ میں ہے، نہ توضیح المسائل میں ہے، نہ کسی معمولی سے معمولی پڑھے لکھے عالم دین کے دل و دماغ میں ہے وہ باتیں پیدا ہو گئیں۔

کہا: کیا ہوا کہا جب غسل دے رہے تھے تو آپ کی میت نے منھ کھول دیا تھا تو ہم نے ان کو پانی پلا دیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اب ان کو قبر میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو یہ غسل دینے والوں نے مغفرت کی سند دیدی۔ کہا! ہم نے جب غسل دیا تو چہرہ ایسا ہو گیا تھا کہ اطمینان رکھو سیدھے جنت میں جائیں گے، وہ جائیں گے یا نہیں جائیں گے تھوڑے سے پیسے ان کی جیب میں جائیں گے۔ قبر میں فقط اعمال کام آنے والے ہیں نہ میت پانی پیتی ہے، نہ پانی پلا کے آپ بخشوا سکتے ہیں۔ میت کو کفن پہنانے کا حکم ہے وہ اوروں کی میتیں ہیں جن کو خوشبو لگائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں میت کے لئے خوشبو جائز نہیں ہے صرف کافور کا استعمال ہوتا ہے۔ کہا عذاب سے بچانا چاہتے ہو یہ جو مذہب کی باتیں ہیں یہ تو ہمیں یاد نہیں۔ کہا! عذاب سے بچانا چاہتے ہو تو اگر چہ یہ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے مگر پھر بھی اگر تم چاہتے ہو تو تم بیر کی لکڑیاں ان کے بغل میں رکھ دو جب تک وہ خشک نہ ہونگی، ہم عذاب روکے رکھیں گے۔

یہ رحمت کے بہانے ہیں تو ہمیں تو یہ یاد رہتا نہیں۔ مذہب نے جو چیزیں بتائی ہیں وہ یاد رہتی نہیں ہیں۔ معصومینؑ نے کہا تم اپنے مرنے والے کو ساری زندگی اگر بھول بھی جانا تو اس رات کو مت بھولنا جس رات کو وہ قبر میں دفن ہوا ہے۔ کہا مولاؑ اس رات کو نہ

بھولنے کا طریقہ کیا ہے۔ کہا دو رکعت نماز پڑھنا اور اس کا ثواب مرنے والے کو ہدیہ کرنا تو مذہب نے جو باتیں بتائی ہیں وہ تو ہمیں یاد نہیں آتی ہیں اور اگر یاد بھی آئیں تو ایک مرتبہ آرام باغ سے نکلتے ہوئے پوچھا، یہ دو رکعت نماز وحشت پڑھنے والے کتنے آدمی مل جائیں گے، یہ کتنے میں مل جائیں گے۔ یہ خود نماز وحشت تو پڑھ نہیں سکتے۔ انھیں تو نماز ہی سے وحشت آتی ہے۔

اور ہمارا سماج دین کے معاملے میں کتنا جاہل ہے اس کا اندازہ آپ کو مسجد میں نہیں معلوم ہوگا، کسی میدان میں، کسی گھر میں نماز جماعت کرا دیجئے اور اس میں ایسا کیجئے پیش نماز ایسا لایئے جسے قصر نماز پڑھنا ہو اور نماز پڑھنے والے بھی کھڑے کر دیجئے جنھیں پوری نماز پڑھنا ہو اور ایسے لے آیئے جو ایک رکعت میں شریک ہو کوئی دوسری رکعت میں شریک ہو، کوئی تیسری رکعت میں شریک ہو ساتھ نہ ختم کر دے تو میرا ذمہ۔ آقائے شیخ نجفی صاحب مرحوم ایک مرتبہ بھاؤنگر گئے یہ لطیفہ نہیں سنا رہا ہوں، واقعہ سنا رہا ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کو کوئی بڑے سیٹھ ہی لے گئے تھے۔

آقائے نجفی کو جب نماز پڑھنا تھی تو اب یہ میزبان سیٹھ صاحب بھی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے نیت کی میں نماز پڑھتا ہوں قربۃ الی اللہ انھوں نے نیت کی نماز پڑھتا ہوں پیش نماز صاحب کے پیچھے قربۃ الی اللہ اب ظاہر ہے کہ وہ دو ہی رکعت پڑھ سکتے تھے، نماز قصر تھی ان بڑے سیٹھ صاحب نے اپنی پوری دینداری کے ساتھ اپنے وطن میں نماز عشا دو رکعت پر ختم کر دی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی نماز غلط ہوگئی۔ کہا شیخ صاحب کے ساتھ پڑھی ہے اور غلط ہوگئی ارے اتنے بڑے عالم دین کے ساتھ پڑھی اور غلط ہوگئی۔ میں نے زندگی میں کبھی پڑھی ہی نہیں اور ایک اتفاق سے پڑھی بھی تو وہ غلط ہوگئی، کہا ہاں غلط ہوگئی ان کی دو رکعت ہے، ہماری چار رکعت ہے کہا کیا مطلب یعنی ان کو

کنسیشن، ہم کو کنسیشن نہیں تو یہ جہالت کی حد ہے دین میں لیٹ ہو گئے تھے۔ جب نماز پڑھنے میں یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ مسافر کی نماز چار رکعت ہوتی ہے یا دو رکعت ہوتی ہے۔ یہ ہوائی جہاز میں بیٹھا کے لے جانے کا کیا کام تھا بڑی تندی کے ساتھ شیخ صاحب کو بھاؤنگر لے آئے اس سے بڑی دینداری کیا ہوگی تو میں آپ کی خدمت میں جن باتوں کو مثالیں دے کر آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ شادی کے موقع پر، برکت کے لئے دوکان کھولنے کے دن یا چوپڑا شروع کرنے کے دن یا سال کے پہلے دن جو برکت کے لئے بسم اللہ لکھواتے ہیں اس سے برکت نہیں ہونے والی ہے۔

برکت ہوگی اعمال سے، برکت ہوگی تقویٰ سے میں آپ کو دھوکا نہیں دوں گا، میں آپ کو دھوکے میں رہنے نہیں دوں گا۔ اس کے بعد بھی آپ رہنا چاہیں تو کوئی آپ کو نکال نہیں سکتا۔ سنئے اور یاد رکھنے کے لئے سنئے کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے بعد یعنی حقوق اور واجبات کے ادا کرنے کے بعد گناہ اور حرام باتوں سے بچنے کے بعد تقویٰ، پرہیز گاری کے معنی سمجھ لیجئے تو حضورؐ نے کہا کہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے بعد حاجت پوری کرنے کے لئے، منت پوری ہونے کے لئے، مراد بر آنے کے لئے اتنی سی دعا درکار ہوتی ہے جتنا کھانے میں نمک درکار ہوتا ہے۔ ایک دیگ پکانے کے لئے کیا کروں، باورچی نہیں ہوں لیکن ایک کیلو یا آدھا کیلو نمک درکار ہوگا، گھی اتنا چاہیئے اور چاول اتنے چاہیئے اور چنا اتنا چاہیئے یہ سب اتنا چاہیئے جب باورچی نے سارا سامان لکھادیا تو ہم سامان لے آئے پانچ کیلو یہ، دو کیلو وہ اور دس کیلو وہ اور آخر میں ڈھائی من کی ایک بوری لے آئے باورچی نے پوچھا یہ کیوں لائے ہیں۔

میں نے کہا کہ نمک، نمک کہا! کہ یہ کیا ہوگا کہا کہ ایک دیگ کھچڑا پکا ؤ گے نمک

نہیں چاہیئے تو دنیا کہے گی کہ دیوانے ہوئے ہو نمک زیادہ ہو جائے گا تو مزہ کرکرا ہو جائے گا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے بعد پابندیٔ دین کے بعد سماجی مذہب نہیں، الٰہی مذہب ماننے کے بعد دعا اتنی سی دعا میں منت پوری ہو جاتی ہے جتنے سے نمک میں کھانے میں مزہ آجاتا ہے اور دوسرا فقرہ بھی سنو میری بہنو! تم زیادہ سنو! حضورؐ نے دوسرا فقرہ فرمایا اور جناب ابوذرؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ بغیر عمل کے، بغیر دینداری کے، بغیر پابندیٔ دین کے، بغیر ادائیگی حقوق کے اگر تم دعا کرتے ہو تو یہ وہ تیر ہے جو کمان کے بغیر پھینکا گیا ہے، تیر اگر ہم ہاتھ سے پھینکیں تو بڑے مشاق ہوں گے تو زیادہ سے زیادہ مسجد کے ہال سے باہر نکل کے گر جائے گا لیکن اگر کمان سے پھینکیں گے تو جتنی اچھی کمان ہوگی اور جتنے اچھے ہم مشاق ہوں گے کمان سے تیر پھینکنے میں نشانے پر جا کے بیٹھے گا تو بس حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعا نشانے پر جا کے بیٹھے، تمہاری دعا قبول ہو جائے، حاجت پوری ہو جائے، مشکل دور ہو جائے، منت اور مراد حاصل ہو جائے تو وہ کمان چاہیئے جس سے دعا کا تیر پھینکا جائے اور اس کمان کا نام ہے دینداری۔

میں آج سلسلۂ کلام کے اعتبار سے امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صرف نام نامی لینا چاہتا ہوں ورنہ کسی معصومؑ کا کوئی تفصیلی تذکرہ کر ہی نہیں سکا۔ آپ کے سامنے تو اتنی سی بات مجھے یاد دلانا ہے کہ ہمارے چھٹے امامؑ کے زمانے میں بنی امیہ اور بنی عباس کے آپس کے ٹکراؤ کی بنا پر دنیا والے آپس میں الجھ گئے تو ہمارے چھٹے امامؑ کو دین کی تعلیم عام کرنے کا موقع ملا۔ جس کو اگر آپ ملانا چاہیں تو دو جملوں میں یاد رکھئے گا۔ چھٹے امامؑ کے جد نے، حضورؐ نے ایک سطر کی عبارت لکھنے کے لئے ایک قلم دوات مانگا تھا تو دنیا نے کہا تھا قلم دوات نہیں دیں گے ان کا دماغ بیکار ہو گیا ہے اور آج اسی نبی کا یہ بیٹا جو امامت میں چھٹا امامؑ اور عصمت میں آٹھواں معصوم ہے ان کے لئے پورے ملک سے چھ ہزار علماء

آ کے اپنے خرچ پر مدینے میں قیام کرتے تھے کہ جعفر صادقؑ کی زبان سے کچھ نکلے تو ہم لکھ لیں تو ہوا کیا بنی امیہ کا تخت الٹ گیا اور بنی عباس کا تخت بک گیا مگر زمین پر قبضہ تھا بنی عباس کا، دلوں پر قبضہ تھا امام جعفر صادقؑ کا، لوگوں کے مال پر، لوگوں کی جان پر، لوگوں کی عزت پر قبضہ تھا حکومت کا اور لوگوں کی روح پر، دماغ پر، خیالات پر قبضہ تھا امامؑ کا۔ اب مقابلہ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی ہے۔

آپ کے سامنے مثال میں ایک لفظ کہنا کافی ہے کہ بہت سے آدمی الیکشن میں فقط اس لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ہارنا تو ہے مگر کھڑے ہو جاؤ کچھ ووٹ کاٹ لیں تو جیتنے کی کوشش کرنے والا چار چھ ہارنے والا اس لئے کھڑا کرتا ہے کہ یہ تھوڑے تھوڑے ووٹ کاٹیں تاکہ جو جیتنے والا ہے اس کے ووٹ کٹ جائیں اور یہ کٹے ہوئے ووٹ ہماری کامیابی کا ذریعہ بن جائے اور یہ جو ابھی پچھلا الیکشن گذرا ہے یہ نہیں جو ابھی ہوا تھا اندرا اور چرن سنگھ والا، اس زمانے میں چونکہ ڈیزل بڑی مشکل سے ملتا تھا تو مہاراشٹر کا حال تو ہمیں معلوم نہیں ہے مگر یوپی کا ہمیں حال معلوم ہے کہ جن کے بارے میں کبھی لوگوں نے سوچا نہیں تھا کہ یہ اسمبلی یا پارلیمنٹ کے الیکشن کے لئے کھڑے ہوں گے وہ بھی کھڑے ہو گئے۔

خبر آئی فلاں صاحب الیکشن میں کھڑے ہو گئے ہم نے پوچھا انھیں یہ بیماری کیسے ہو گئی اس لئے کہ ان کو ان کے گاؤں والے تو کیا گھر والے بھی ووٹ نہیں دیں گے تو یہ اسمبلی کا الیکشن کیسے لڑیں گے۔ ہم سے چھوٹی عقل والے لوگوں نے کہا کہ مولوی صاحب کان ادھر لایئے تو ہم بتادیں، ہم کان ادھر لے گئے کہا جو الیکشن کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کو حکومت بہر حال ڈیزل ضرور دیتی ہے۔ ووٹر ووٹ دیں گے یا نہیں دیں گے لیکن کنوینگ کے لئے ڈیزل ضرور دیتی ہے۔

ہم نے کہا کہ یہ کاہے کے لئے کھڑے ہوئے، کہا ڈیزل بیچنے کے لئے۔ تو اتنی سی بات ہم نے اس لئے بھی سنائی کہ آج پوری تقریر میں آپ کا منھ کڑواہی کڑوا رہا ہے ایک ذرا سا میٹھا بھی ہو جائے تو گذارش کیا کرنا چاہتا تھا گذارش یہ کرنا چاہتا تھا کچھ ہارنے والے اپنی ہار کے یقین کے باوجود اس لئے کھڑے ہوتے ہیں کہ ووٹ کاٹ تو سکیں گے اور کچھ اصلی جیتنے والے محبوب امیدوار کو الیکشن میں ہرانے کے لئے جھوٹے امیدوار کھڑے کرتے ہیں کہ یہ ووٹ کاٹیں شاید کٹتے کٹتے نمبر آجائے کہ ان کے سترہ ہوں ہمارے لئے اٹھارہ ہوں اور جیت جائیں اب کی ذرا بڑے بھی مل کے صلوات بھیج دیں۔

جب ہمارے آپ کے چھٹے امامؑ نے پوری ملت اسلامیہ اور پوری مملکت اسلامیہ کے بسنے والے مسلمان کے قلب و دماغ پر علمی قبضہ کرلیا، دلوں پر قبضہ، دماغوں پر قبضہ، خیالات پر قبضہ کمالات کی بناپر دلوں پر قبضہ تو حکومت کا تخت بچھا تھا مگر ہل رہا تھا چھٹے امامؑ اپنے گھر میں کھجور کی چٹائی پر بیٹھے مسائل بتا رہے تھے اور یہاں بنی عباس کے مضبوط خلفاء کا تخت ہل رہا تھا تو ضرورت ہوئی کہ تخت حکومت کو جمانے کے لئے چار مضبوط پائے بنائے جائیں کہ یہ بھی عالم دین ہیں، یہ بھی فقیہ ہیں، یہ بھی مجتہد ہیں ان سے بھی مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے۔ بس وہیں پہ یہ چار فقہیں پیدا ہوئی ہیں نام ہم کیوں گنائیں آپ جانتے ہیں اور ہم کو اپنی قوم کی سدھار کی فکر ہے۔ ہم غیروں کے مسائل میں بحث کر کے الجھنا بھی نہیں چاہتے۔

ہمارے اپنے خود غم کیا کم ہیں کہ ہم دوسروں کے دلوں کو غمگین بنائیں، ہمارے پاس اپنے ہی مسائل کیا کم ہیں کہ ہم دوسروں کے مسائل میں الجھیں مگر ہم اپنی جماعت کو، اپنے سماج کو، اپنے مذہب کے ماننے والوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ جو چار نئی فقہیں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں پیدا ہوئیں یہ اس لئے پیدا ہوئیں کہ ہلتی ہوئی

حکومت کو سنبھالے کون؟ لہٰذا ایک طرف علم امامت تھا اور ایک طرف سرکاری فقیہ تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بات کہے بغیر سمجھ جائیں تو ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے یاد ہے۔ ایوب خان یاد آئے۔ ایوب خان جب پاکستان کے حکمران تھے تو انھوں نے علم دین وفقہیات میں دخل دیتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ کوئی ملاّ مولوی چاند کی تاریخ کا اعلان نہیں کرے گا جو سرکاری ہلال کمیٹی ہوگی وہ اعلان کرے گی یعنی چاند اللہ نکالے یا نہ نکالے جس دن ایوب خان نکال دیں گے نکل آئے گا تو سرکاری ہلال کمیٹی نے اعلان کردیا کہ چاند نکل آیا کل عید ہے اور جتنے مسلمان تھے، جتنے مسلمان علماء تھے، جتنے فرقوں کے علماء تھے سب نے کہا کہ چاند نہیں نکلا۔

بس اس کے آگے آپ مزید تشریح چاہتے ہیں تو نہیں کروں گا اور اس مثال میں اگر آپ اشارے میں سمجھ جائیں گے تو شکر گذار ہوں گا تو اب مسئلہ یہ درپیش ہوگیا کہ سرکار نے اعلان کردیا ہے کہ چاند ہوگیا لہٰذا ایوب خان کی تو نماز عید ہونا چاہیئے اور یہ ہے سماجی نماز، الٰہی نماز نہیں ہے جو عید، بقرعید پڑھتا ہے وہ معاشرے والی نماز پڑھتا ہے، سوسائٹی والی نماز پڑھتا ہے، اللہ والی نماز نہیں پڑھتا ہے تو اب ان کو نماز پڑھائے کون کوئی ملاّ مولوی تیار نہیں، چاند نکلا نہیں رمضان ہے تو چونکہ پاکستان میں اسلامی حکومت تھی۔

لہٰذا ایک ملاّ صاحب جیل میں قیدیوں کو نماز جماعت پڑھاتے تھے۔ قاتل، چور، جیب کترے جیل میں نماز پڑھتے تھے۔ ان کے ملاّ صاحب ان کو جماعت سے نماز پڑھاتے تھے تو اب مسئلہ درپیش ہوگیا کہ نماز جماعت کیسے ہورہی ہے عید تو ہوئی نہیں تو جب کہیں کوئی ملاّ نہیں ملا تو وہ جیل والے ملاّ سمجھ گئے تو جب حکومت کی ایسی مجبوریاں ہوتی ہیں تو بس فقہ کی نئی شکل نکل آتی ہے، امام بھی نئے نکل آتے ہیں اور نئے نئے مقابلے بھی پیدا ہو جاتے ہیں لیکن اتنا یاد رکھو وہ غبار اٹھ کے بیٹھ جاتا ہے اور سورج چمکتا رہتا ہے،

آفتاب دمکتا رہتا ہے۔ ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آلِ محمدؐ

بس مجھے بیان روکنا ہے وقت پورا ہو گیا اور میرے کئی بھائی آنکھ بچا بچا کے گھڑی دیکھ چکے ہیں۔ مگر انھیں یہ خبر نہیں ہے کہ جب آپ یوں بھی دیکھتے ہیں تب بھی ہم دیکھ لیتے ہیں اس لئے کہ مجلس بھر آپ ہمیں دیکھتے ہیں، ہم آپ کو دیکھتے ہیں۔ زیادہ زحمت نہیں دیں گے اور زیادہ زحمت دینے کے قابل ہی ہم نہیں رہ گئے۔ اس لئے کہ ایک سہ پہر کو بہر حال پڑھنا پڑتی ہے، ایک یہاں بہر حال پڑھنا پڑتی ہے، ایک یہاں کے بعد پڑھنا پڑتی ہے تو اس بڑھے کے لئے تین ہی مجلسیں کافی ہیں اور اگر الگ سے دو ایک ہو گئیں تو یہ فقط نگاہ کرم مولائے کائناتؑ ہے، ان کی ذات پاک کا صدقہ ہے جو میں آپ کی خدمت کر لیتا ہوں ورنہ نہ میرے پاس علم ہے، نہ میرے پاس عمل ہے، نہ میرے پاس زبان ہے، نہ میرے پاس الفاظ ہیں ہاں دل ضرور ہے جس میں یہ جذبہ ہے کہ یہ قوم دیندار بن جائے۔

لیکن اگر درمیان میں میں نے آپ کا منھ میٹھا کیا ہے تو چلتے چلتے ایک گولی اور، تو چھٹے امامؑ کے سامنے جب یہ سرکاری علماء آتے تھے تو امامؑ پوچھتے تھے تم فتویٰ دیتے ہو تو کیسے دیتے ہو۔ کہا! اگر قرآن میں مل جاتا ہے تو فتویٰ دے دیتے ہیں۔ کہا اگر قرآن میں نہیں ملتا ہے تو؟ کہا اگر کوئی حدیث پا جاتے ہیں تو اس سے بتا دیتے ہیں۔ کہا اگر وہاں بھی نہیں ملتا ہے تو؟ کہا بس جو سمجھ میں آتا ہے وہ بتا دیتے ہیں۔ تو امامؑ نے کہا یہ قیاس ہے۔ میں کسی دن آپ کو قیاس سمجھا دوں گا اور اگر میں بھول جاؤں تو مجھے ٹوک دیجئے گا۔ میں تشریح کر دوں گا تو امامؑ نے کہا یہ قیاس ہے اور جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ شیطان ہے۔ لہٰذا مذہب میں قیاس حرام ہے۔

اب اس میں کڑوی گولی کیا ہے، کڑوی گولی یہ ہے کہ ہم چھٹے امامؑ کے ماننے والے بھی الٰہی مذہب میں نہیں، اپنے سماجی مذہب میں قیاس سے کام لینے لگتے

ہیں۔ جناب جب یہ کام ٹھیک ہے تو یہ بھی ٹھیک ہے، جناب جب یہ چیز حلال ہے تو یہ چیز بھی حلال ہے تو یہ جناب جو اس مسئلہ کو اس مسئلے سے جوڑ کے فتویٰ دیتے ہیں۔

میں بہت سی مثالیں سنا سکتا ہوں لیکن اب وقت نہیں ہے اور اگر آپ فرمائش فرمائیں گے تو کسی دن سنا بھی دوں گا۔ تو یہ جو ہمارے سماج میں خاص طور سے عورتوں میں اور خاص طور سے منت مرادوالوں میں جو نئے نئے فتوے نکل آتے ہیں جن کا کوئی ذکر نہ قرآن میں ہے، نہ ارشاد معصومینؑ میں ہے اور نہ علمائے دین جعفری کے فتاویٰ میں ہے۔ لیکن وہ جو فتوے دے لیتے ہیں تو مجھے اتنا ہی کہنا ہے یہ وہ قیاس ہے جس سے چھٹے امامؑ نے منع کیا ہے۔ کہاں کہاں ہم قیاس کرتے ہیں۔

ہم کسی دن انشاء اللہ آپ کی خدمت میں دو چار مثالیں عرض کریں گے، لیکن آج اپنے بیان کو یہاں پہ روکتے ہوئے اتنا کہنا چاہتا ہوں میری آج کی پوری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ وہ معاشرہ پیدا کیجئے، وہ سوسائٹی پیدا کیجئے، وہ سماج پیدا کیجئے جو پابند دین ہوتا کہ جو اس میں رہے، جو اس میں پیدا ہو، جو اس میں پلے وہ دیندار ہو جائے اور اس مذہب سے بچئے جو خدا و نبیؐ اور امامؑ کا لایا ہوا مذہب نہیں ہے بلکہ سماجی رسموں کی بنا پر جس کو ہم مذہب سمجھ بیٹھے ہیں۔ ختم کر دی میں نے بات اور آخر کلام میں مجلس تمام کرتے کرتے مجھے اتنا ہی کہنا ہے کہ کربلا میں حسینؑ ہمارے سامنے یہ نمونہ پیش کر رہے ہیں کہ دیکھو پابند دین سماج کیسا ہوتا ہے۔ ہزار مرتبہ کا سنا ہوا واقعہ آپ کو یاد دلاتا ہوں پابند دین سماج کیسا ہوتا ہے اس کا مرقع کربلا میں حسینؑ بن علیؑ پیش کر رہے تھے۔

ابھی قافلہ کربلا نہیں پہنچا ہے کہ امامؑ بیان کر رہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ نانا مجھے بلا رہے ہیں، ہم موت کی طرف جا رہے ہیں تو جناب علی اکبرؑ بڑھ کے آتے ہیں۔ بابا! جب سے یہ سفر شروع ہوا ہے آپ بار بار موت کا تذکرہ کرتے ہیں تو بابا

جب ہم حق پر ہیں تو موت کا کیا ڈر ہے۔

خدانخواستہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں، نہ علی اکبرؑ کو شبہ تھا، نہ حسینؑ کو شبہ تھا لیکن نہیں یہ تذکرہ اس لئے ہونا تھا کہ یہ ہمارے لئے راہ ہدایت بن جائے۔ کہا بابا ہم حق پر ہیں۔ کہا بے شک ہیں تو کہا پھر ڈرنے کی کیا بات ہے۔ تو یہ علی اکبرؑ اور حسینؑ کے درمیان سوال وجواب نہیں ہے بلکہ یہ ہمارے آپ کے نام پیغام ہے کہ معاملہ زندگی کا ہو یا موت کا، حق کا ساتھ دینے والا معاشرہ پیدا ہونا چاہیئے۔ کس نے نہیں سنا ہے کہ عاشور کی رات جب حسینؑ بار بار موت کا ذکر کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کل کوئی سر بچے گا نہیں جو نوک نیزہ پر بلند نہ ہو جائے، کل کوئی گلا بچے گا نہیں جو خشک ہونے کے باوجود کٹ نہ جائے، کل کوئی لاش بچے گی نہیں جو لاوارث پڑی نہ رہ جائے، کل کوئی لاش بچے گی نہیں جس پر گھوڑے دوڑا نہ دیئے جائیں۔

میں نے علماء سے پوچھا ہے کہ سارے شہداء ایک جگہ دفن ہیں۔ مولاؑ کے پیروں کی طرف جناب علی اکبرؑ دفن ہیں اور جناب علی اکبرؑ سے لے کے آگے جہاں تک نشان بنائے گئے اگر چہ دیکھنے میں اوپر فرش نظر آتا ہے مگر یہاں سے وہاں تک گنج شہداء ہے جس میں سارے شہداء دفن ہیں۔ حبیب بن مظاہرؑ ہیں جو رواق میں دفن ہیں، عباسؑ علمدار ہیں جن کا روضہ الگ ہے تو مجھے علماء سے پوچھنا پڑا کہ یہ حرؑ شہداء سے کئی میل کے فاصلے پر کیوں دفن ہیں، کئی جواب مجھے ملے مگر میرا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا مگر ایک جواب ملا جس سے میرا دل مطمئن ہو گیا کہ جب لاشوں کی پامالی کا وقت آیا تو کوئی نہیں تھا جو حسینؑ کے لئے کچھ کہتا اور لاش کو ہٹا کر پامالی سے بچا لیتا۔ اجرکم علی اللہ۔

میں تذکرہ یہ کر رہا تھا کہ شب عاشور جب حسینؑ یہ کہہ رہے تھے تو ایک مرتبہ جناب قاسم بن حسنؑ نے یہ کہا کہ چچا بڑی دیر سے آپ موت کا تذکرہ کر رہے ہیں لیکن یہ

بتایئے ہماری موت حق پر ہے یانہیں ۔ارے میرے شہزادے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے مگر بھتیجا پوچھ رہا ہے اور چچا بتار ہا ہے۔ کیوں؟ نہ بھتیجے کو پوچھنا ہے نہ چچا کو بتانا ہے بلکہ چچا اور بھتیجے کو کل کے ہمیں پیغام دینا ہے کہ موت سرہانے آجائے مگر حق کا دامن ہاتھ سے نہ جانے پائے ،دین کی پابندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے ۔تم معاشرہ بناؤ یہ ہے حسینؑ کی تمنا، یہ ہے شہادت حسینؑ کا مقصد۔

کہا بیٹا موت تو حق پر ہے کہا چچا پھر شہد میں وہ مٹھاس نہیں ہے جو حق پر مرنے میں ہے مگر قاسمؑ ایک بات یادرکھو کل کوئی بچہ نہ بچے گا حد یہ ہے کہ تمہارا سب سے کمسن چھوٹا بھائی اصغرؑ بھی نہ بچے گا۔ بس یہ سننا تھا کہ بے تاب ہو کر قاسمؑ اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہا چچا ایک بات بتادیجئے میں نہیں بچوں گا، لڑنے جاؤں گا، عونؑ و محمدؑ نہیں بچیں گے لڑنے جائیں گے، اکبرؑ نہیں بچیں گے لڑنے جائیں گے، میرا چچا نہیں بچے گا لڑنے جائے گا، سارے بنی ہاشم، سارے اصحاب واعزالڑنے جائیں گے نہیں بچیں گے مگر میرے چچا، مگر میرے چچا اصغرؑ تو لڑنے نہیں جائیں گے اصغرؑ کیسے شہید ہوجائیں گے اور اس کے بعد ایک مرتبہ بڑی بے تابی سے کہا ارے چچا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دشمن خیمے کے دروازے تک آجائیں۔

حسینؑ نے کہا نہیں قاسمؑ میں اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں پر لے جاؤں گا، پانی مانگوں گا، پانی کے بجائے تیر لگے گا اور بچہ شہید ہوجائے گا۔ قاسمؑ کو اطمینان ہو گیا دشمن خیمے تک نہیں آئیں گے، دشمن خیمے تک نہیں آئیں گے۔ لیکن قاسمؑ بھی جانتے تھے، حسینؑ بھی جانتے تھے جب شہادت مکمل ہوجائے گی تو ظالم خیموں پر نظر آئیں گے۔

میں آج آپ کی خدمت میں فقط اتنا فقرہ یاددلانا چاہتا ہوں بار بار میں نے وضاحتیں کردی ہیں کہ یہ سب باخبر لوگ ہیں ۔ان کے سوال و جواب کو نہ جاننے کی بنیاد کبھی نہ قرار دیجئے گا۔ اب اختتام مجلس میں ذکر مصیبت پر مجلس تمام کرتے ہوئے اس منزل پر

آپ کولانا چاہتا ہوں، اس منزل پر آپ کولانا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ سخت وقت وہی تھا جب دشمن خیمے کے دروازے پر آ گئے اور جب دشمن خیمے کے دروازے پر آ گیا تو اب زینبؑ، عباسؑ کو آواز نہیں دے سکتی تھیں، اب ام کلثومؑ، اکبرؑ کو نہیں پکار سکتی تھیں، اب حسینؑ کے باوفا اصحاب موجود نہ تھے کہ اگر گردنیں نہ کٹا دیتے تو شانے سے شانے ملا کے کھڑے ہو جاتے۔ بس کیا تھا ایک مرتبہ بیبیوں نے بچوں کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے مگر میرا تصور یہ کہتا ہے کہ جب بیبیوں نے بچوں کو گھیرے میں لے لیا ہوگا تو زینبؑ سارا قافلہ چھوڑ کے خود خیمے میں آ گئی ہوں گی، جس میں سید سجادؑ تھے تا کہ اگر دشمن قتل کرنا چاہیں تو اس پھوپھی کا گلا کٹ جائے مگر میرے لال کا گلا نہ کٹنے پائے۔

ارے مال لٹا، خیمے جلے، بچے نکلے، بیبیاں تڑپیں کچھ بچے خود نکل آئے، کچھ کو بیبیاں لے کے نکلیں اور بقیہ کو جناب زینبؑ بار بار جاتی ہیں ایک بچے کو لاتی ہیں، ایک بی بی کو لاتی ہیں ارے خیمہ جلتے جلتے گرنے کے قریب آ گیا بس ایسا منظر تھا کہ شام کی فوج کا ایک سپاہی کہنے لگا بی بی اب نہ جاؤ، بی بی اب نہ جاؤ ارے یہ خیمہ گر پڑے گا۔ کہا کیسے نہ جاؤں میرے کلیجے کا ٹکڑا خیمے کے اندر ہے۔ گئیں جناب زینبؑ، بازو پکڑ کر لے کے چلیں سید سجادؑ روتے ہوئے چلے۔ وامصیبتاہ وا محمداہ، واغربتاہ

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۸)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر

عزیزان گرامی میں روزانہ آپ کی خدمت میں اپنی بات یہاں سے شروع کرتا ہوں کہ پروردگار عالم نے قرآن مجید کے اس فقرے میں یہ اعلان کیا ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں، سختیاں نہیں چاہتے ہیں۔ اس اعلان کا منشا اور مقصد یہ ہے کہ بندے مذہب کو آسان سمجھیں اور اپنے کو مذہب کا پابند بنانے کے لئے آمادہ اور تیار کریں۔ اللہ کے اس اعلان کے برخلاف شیطان ہزار طریقوں سے انسانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ مذہب کا پابند ہونا بہت دشوار ہے۔

اس بات کا میں نے آپ کے سامنے بار بار تذکرہ کیا ہے کہ صحیح یا غلط اگر کوئی آدمی کسی کام کو مشکل سمجھ لے گا تو اسے چھوڑ بھاگے گا اور اگر اس کام کو آسان سمجھ لے گا تو اس میں عمل کی ہمت بڑھتی جائے گی۔ آج میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ شیطان ہمارے سماج اور سوسائٹی کو بے دین بنانے کے لئے دین سے بیزار کرنے کے لئے دوطرفہ حملہ کرتا ہے۔ ایک طرف لوگوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ دین مشکل ہے تو جب

دین کی کچھ باتوں پر عمل ہوسکتا ہے اور کچھ باتوں پر عمل نہیں ہوسکتا تو آسان راستہ یہ ہے کہ کبھی پابندیاں چھوڑ دو اور دوسری طرف دین سے محبت کرنے والوں اور دین سے دلچسپی لینے والوں میں ایسی نئی نئی باتیں پیدا کرتا ہے کہ وہ مذہب کے واجبات کی ادائیگی بھول جاتے ہیں۔ کچھ چیزوں کو خود سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مذہب ہے ان کی ساری دلچسپی، ساری انرجی، ساری طاقت ان چیزوں پر خرچ ہو جاتی ہے اور مذہب کے واجبات باقی رہ جاتے ہیں۔

میں اپنی اس بات کے دونوں رخوں کی تشریح کرتے ہوئے اپنے پہلے دن کی تقریر سے بات یاد دلاتے ہوئے آج پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پروردگار عالم نے دنیا کی ہر چیز کو پاک قرار دیا ہے جب تک وہ چیز نجس ثابت نہ ہو جائے پاک ہے۔ البتہ جو چیزیں نجس ہیں وہ بے حد محدود ہیں۔ مثال کے طور پر انسان کا سارا جسم پاک ہے خون جب جسم سے باہر آجائے تو نجس ہے پیشاب نجس ہے دو چیزیں اور نجس ہیں اس کے علاوہ ساری چیزیں پاک ہیں۔ دنیا میں جتنے جانور پائے جاتے ہیں وہ تین چار طرح کے ہیں کچھ پانی میں رہنے والے ہیں، کچھ زمین پر رہنے والے ہیں، کچھ سوراخوں میں رہنے والے ہیں۔ اللہ نے اس پوری خشکی، تری، سوراخ، جنگل، دریا، پہاڑ سب میں رہنے والے جانوروں کو پاک کر دیا فقط دو جانور نجس قرار دیئے ایک کتا اور ایک سور۔

اللہ نے ساری چیزیں پاک کر دیں جتنی چیزیں چاہو کھاؤ، پیو۔ ایک شراب حرام اور نجس کر دی۔ اللہ نے سارے انسانوں کو پاک کر دیا جس کے بارے میں معلوم ہو جائے تمہیں کہ یہ غیر مسلم ہے یا مسلمان ہے اہل بیتؑ کا دشمن ہے یا مسلمان ہے اور اگر دین کی کسی متفقہ بات کا انکار کرنے والا ہے۔ اس کو نجس سمجھو تو میں اتنی دیر کی باتوں کا خلاصہ دو لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کتنی چیزیں پاک ہیں اس کی فہرست بھی بنائی، کتنی چیزیں نجس ہیں ان کی گنتی بھی کر دی۔

اب اس کا کیا علاج ہے کہ انسان شیطان کے قبضے میں اتنی مضبوطی کے ساتھ ہے کہ لاکھوں کروڑوں چیزیں جو پاک ہیں ان سے ہمیں دلچسپی نہیں ہوتی۔ ہماری سوسائٹی دلچسپی لیتی ہے انھیں چیزوں سے جو نجس ہیں۔ بھائی ہزاروں جانور پائے جاتے ہیں پالئے کوئی نہیں پالے گا لیکن کتا ضرور پالا جائے گا۔ اچھا مذہب مسلسل میں آپ کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ اللہ یہ کہتا ہے کہ ہر چیز پاک ہے جب تک نجاست ثابت نہ ہو جائے۔ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں مشکلیں نہیں چاہتے۔ کہا کتا نجس ہے۔ نجس چیز کا خریدنا، بیچنا بھی حرام ہے۔ لیکن ان مقاصد کے لئے جو تمہارے کارآمد ہیں۔ کتا خرید سکتے ہو، کتا پال سکتے ہو گھر کی حفاظت کے لئے ضرورت ہے پالو، تم جانوروں کے گلے پالتے ہو اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے پالو، تم کھیتی اور کاشتکاری کرتے ہو اس کی حفاظت کے لئے ضرورت ہے پالو، تمہاری روزی شکار سے وابستہ ہے یا تمھیں شوق ہے شکار کا اس میں کتا مددگار ہے پالو، لیکن انسان ان میں سے کسی کام کے لئے نہیں پالتا۔ ہماری نئی تہذیب کتے کو نہ شکار کے لئے پالتی ہے نہ حفاظت کے لئے پالتی ہے، نہ کسی اور مقصد کے لئے بلکہ تہذیب یہ ہے کہ ہاتھ میں زنجیر ہو زنجیر میں منھ زوری کرتا ہوا کتا ہو، تو معلوم یہ ہوا کہ عہد حاضر کا انسان آرہا ہے اب یہ کتا گھر میں رہے گا نجاستیں پھیلائے گا۔

اب ہم نے کہا کہ تم نے کتا پال کے گھر نجس کر دیا۔ کہا صاحب مذہب بہت مشکل ہے۔ بھئی اللہ نے ساری چیزیں، سارے جانور پاک کر دیئے تھے ایک کتا نجس کیا تھا شیطان نے اس کتے کو ہماری گود تک پہنچا دیا۔ ہمارے جو اونچے ترقی یافتہ گھر ہیں ان گھروں کی عورتوں میں یہاں تک تہذیب پہنچ گئی کہ ماں اگر اپنے بچے کو گود میں لیکے چلے تو یہ ترقی کے خلاف یعنی اتنا غریب گھرانہ ہے کہ ان کے پاس نوکر نہیں ہے کہ بچے کو گود میں لیکے چلے اگر گود میں لینا ہی ہے تو ایک شوہر ہر خدمت کے لئے حاضر ہے۔ اگر آپ برا

نہ مانیں تو فقط اس کے دُم نہیں ہے بقیہ یہ ویسے ہی مطیع ہے جیسے وہ دُم ہلا کے کرتا ہے تو آج کے زمانے کی ترقی یافتہ عورت بچے کو گود میں لیکے چلنا خلاف تہذیب سمجھتی ہے لیکن کتا گود میں ہو نہلایا جائے گا، موٹر میں بیٹھایا جائے گا، نکلنے کی شان یہی ہوگی کہ ہم کار ڈرائیو کر رہے ہیں، وہ کھڑکی سے منھ نکالے ہے۔

تو بس آپ یہ پہچانئے کہ یہ تہذیب کی پابندی مشکل ہے یا ملعون شیطان نے انسانی تہذیب کو اس منزل پر پہنچایا ہے کہ جو چیز نجس ہے اسی کے قریب ہم کو کر دیا ہے میں آپ کے سامنے جتنے نمونے چاہوں پیش کر سکتا ہوں کہ چند محدود چیزیں جن کو خدا نے، مذہب نے، شریعت نے نجس کہا ہے، حرام کہا ہے، ناجائز کہا ہے۔ ہماری سوسائٹی اس کے گرد گھومتی ہے۔ مثال کے طور پر پیشاب ایک نجاست ہے۔ ایسی نجاست ہے کہ میں نے بارہا آپ کو سنایا ہے۔ کہ ان لوگوں کا قبر میں دفن ہونے کے بعد فشار سخت ہوتا ہے جو زندگی میں پیشاب کی نجاست سے بے پرواہ رہتے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ دنیا میں لاکھوں گندگیاں ہیں مگر ہر گندگی گندگی ہے عہد حاضر میں، پیشاب کہیں سے گندگی نہیں ہے۔

پہلا فیشن کیا پیدا ہوا، پہلا فیشن تو یہ پیدا ہوا کہ آدمیوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کیا۔ کچھ دن پہلے ہم نوجوانوں سے پوچھتے تھے کہ تم کھڑے ہو کے پیشاب کیوں کرتے ہو۔ کہا کہ جناب وہ آپ کے سمجھنے کی بات نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی باتیں ہماری سمجھ میں کہاں سے آئیں گی۔ پتلون بیٹھنے نہیں دیتا اچھا اب ڈھیلے پتلون بھی چل گئے مگر پیشاب کی تہذیب جدید یہ ہے کہ کھڑے کھڑے ہم اس موقع پر ایک نکتہ ہمیشہ سنایا کرتے ہیں کہ آدمی اور جانور میں ایک ہی فرق تھا۔

آج تک آپ کو کوئی ہاتھی، کوئی اونٹ، کوئی بھینس، کوئی گھوڑا، کوئی گدھا ایسا نہیں ملا ہوگا جو اس لئے بیٹھ گیا ہو کہ اسے پیشاب کرنا ہے۔ یعنی جانور پیشاب کرتے تھے

کھڑے کھڑے، آدمی پیشاب کرتا تھا بیٹھے بیٹھے۔ اب نئی تہذیب یہ پیدا ہوئی کہ آدمی کھڑے کھڑے پیشاب کررہا ہے یعنی ہم نے اتنی ترقی کرلی کہ شیطان کے فضل وکرم سے، رمضان کے فضل وکرم سے نہیں، ہم جانور کے برابر ہوگئے۔ آپ برا نہیں مانتے ہیں اس لئے ایک جملہ اور کہتا ہوں کہ ابھی آدمی یہاں تک تو پہنچ گیا ہے کہ کھڑے کھڑے پیشاب کرتا ہے ایک کسر اور باقی ہے اور ایسی بے تکی بات میرے علاوہ اور کوئی نہیں سنائے گا اور آپ کے علاوہ کوئی اور سنے گا نہیں۔

کھڑے ہو کے تو پیشاب ہم کرنے لگے ہیں بس کسر اتنی اور باقی ہے کہ ایک پیر اٹھا کے پیشاب کرنا ابھی باقی ہے اور کیا عجیب ہے کچھ دن میں یہ بھی رائج ہو جائے۔ لیکن آپ جانتے ہیں اس کھڑے کھڑے پیشاب کا نقصان کیا ہے ہم مجلسیں پڑھتے ہیں، مجلسوں میں خاص طور سے پابندئ دین کی طرف توجہ دلاتے ہیں، پابندئ دین کی طرف جب توجہ دلاتے ہیں تو سب سے زیادہ زور دیتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ اس لئے کہ نماز ہی وہ چیز ہے جس کے لئے میں آپ کو سنا چکا، نماز ہی وہ چیز ہے جس کے لئے قرآن مجید میں پروردگار عالم نے یہ اعلان کیا ہے، یہ ذمہ داری لی ہے، یہ گارنٹی دی ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ نماز گناہوں سے بچاتی ہے تو اگر ہم پابند نماز ہو جائیں تو برائیوں سے بچنے لگیں گے۔ تو ہم نے ایک نیا کام شروع کیا۔

بمبئی میں کم، یوپی میں زیادہ وہاں ہم بہت سے دیہاتوں میں جب مجلسیں ہوتی ہیں۔ تو دیہاتوں میں مجلسیں ہو نہیں سکتیں، جب تک کہ سامعین میں سب کو کھانا نہ کھلایا جائے۔ ظاہر ہے آنے والے پانچ میل سے دس میل سے پندرہ میل سے آرہے ہیں۔ ہوٹل کوئی ہے نہیں تو مجلس پڑھیں گے مولوی صاحب، کھانا کھلائے گا بانی مجلس تو درمیان میں ہم نے راستہ یہ نکالا کہ مجلس کے بعد کھانے کا دسترخوان تب تک بچھے گا نہیں جب تک

نماز نہ ہو جائے ۔ یہ دھندھا ہم نے جو شروع کیا تو اب پکڑ دھکڑ شروع ہوئی ایک نو جوان کو ہم نے پکڑا چلو نماز پڑھو ابھی تم نے سنا ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے، ابھی تو تم نے سنا ہے کہ جب نماز قبول ہوگی تو سارے اعمال قبول ہوں گے اور جو نماز قبول نہیں ہوگی تو کوئی عمل قبول نہیں ہوگا ابھی تو تم نے سنا ہے کہ نماز جیسے خیمہ گر پڑتا ہے ستون نکال دینے پر ویسے ہی نماز دین کا ستون ہے، یہ ستون نکل جائے گا تو دین گر پڑے گا۔ چلو نماز پڑھنے، تو ہمارا نو جوان کہتا ہے۔ مولوی صاحب! پڑھیں گے مگر آج نہیں۔

ارے بھائی آج نہیں، کیوں؟ کہنے لگے، مولوی صاحب آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ پڑھیں گے مگر آج نہیں ۔ ہم اس کی جان کو آ گئے کہ آج کیوں نہیں؟ کہا مولوی صاحب ۔ ہم تو یہ سمجھ کے آئے تھے کہ مجلس میں جانا ہے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ آپ لگ جائیں گے کہ نماز بھی پڑھو تو ہم نے کہا کہ کون سی مشکل بات ہے۔ جب مجلس میں آئے ہو تو نماز بھی پڑھ لو۔ جب اس کی جان میں لگے رہے تو آخر میں اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم پیشاب کرتے ہیں اور پانی نہیں لیتے ہیں تو اس کے معنی کیا ہوئے کہ اس سماج میں ہر چیز گندی ہے، مگر پیشاب گندا نہیں ہے، لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے یا نہیں روکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ زندہ ثبوت یہ ہے کہ جب سے آپ نماز کے پابند ہو جائیں گے تو کم سے کم پیشاب کی نجاست سے دور ہو جائیں گے۔

راستے پر راستہ نکل آئے گا، بات میں بات نکل آئے گی تو اب جو یہ کھڑے ہو کے پیشاب کرنے کا فیصلہ ہے اسے سنئے کہ بیٹھ کے پیشاب کرتے اگر تو پیشاب وہیں تک رہتا جہاں تک لگا تھا، کھڑے کھڑے جو پیشاب کیا تو اپنا ہی پیشاب کم سے کم گھٹنوں تک تو آ ہی گیا بقیہ پتلون کے بٹن بند کرتے کرتے اک ذرا سا تبرک انگلی میں لگ گیا۔ پیشاب کر کے پلٹے تھے کہ اتنی دیر میں ہم سامنے آگئے، ہم سے مصافحہ ہو گیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وہ ایک ذرا سا پیشاب ادھر سے ادھر بھی آ گیا اور ہم نے جو مجلس پڑھی تو پسینہ جو آیا تو یہ ہاتھ بھی، وہ ہاتھ بھی، منھ بھی اور جب مجلس پڑھ کے اترے تو سارا مجمع مصافحہ کر رہا ہے تو وہ جو سڑک پر ایک پیشاب ہوا تھا وہ پوری مجلس میں بٹ گیا، پورے محلّہ میں بٹ گیا، پورے شہر میں بٹ گیا یہ کیوں؟ یہ فقط اس لئے کہ شیطان یہ بات جانتا ہے کہ قبر میں تم پیسے جاؤ گے اگر پیشاب کی نجاست سے احتیاط نہیں کرو گے لہٰذا کوئی کام ہو یا نہ ہو لیکن پیشاب عام ہو جائے تا کہ آدمؑ کی اولاد کو قبر میں بھی چین نہ ملے۔

اب ذرا آپ یہ بتائیے کہ ہم اپنے لئے مشکل کا سامان خود فراہم کر رہے ہیں یا مذہب ہماری راہ میں مشکل پیدا کر رہا ہے۔ مسئلہ بھی سن لیجئے ایک آدھ جگہ لڑکے ہم کو ملے۔ کہا مولوی صاحب آپ منبر پر بیٹھ کے اپنے حساب سے جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں اب پیشاب کہاں لگے گا کوئی جگہ تو معین ہے نہیں، اچھا کچھ چیزیں واقعی ایسی ہیں جن کی کوئی جگہ معین ہی نہیں۔ کہاں بھوک لگے گی نہیں معلوم، کہاں پیشاب لگے گا نہیں معلوم، کہاں نیند آ جائے گی نہیں معلوم اور کہیں آئے نہ آئے مجلس میں تو آ ہی جائے گی تو انہوں نے کہا مولوی صاحب کہاں پیشاب لگ جائے گا اب تو آپ نے حکم صادر کر دیا، مجلس پڑھ دی۔ ہم کیا کریں۔ ہم نے کہا کہ مسئلہ سن لو جتنا پیشاب لگا رہ گیا ہے جسم پر پیشاب کرنے کے بعد جتنا پیشاب لگا رہ گیا ہے اتنے پیشاب کا دوگنا پانی ڈال دو طہارت ہو جائے گی۔

اب ہمارا تصور کیا ہے کہ با قاعدہ جب تک پانی نہ ملے تب تک طہارت نہیں ہوگی۔ مذہب کہتا ہے لگے ہوئے پیشاب کے دوگنے برابر پانی سے طہارت ہو جائے گی تو یوں سمجھئے کہ اگر ایک قطرہ پیشاب لگا رہ گیا تو آپ پوری احتیاط سے دو قطرے پانی ٹپکا دیں طہارت ہو جائے گی۔ اتنا پانی ملنا کون مشکل ہے۔ کہا مولوی صاحب فیکٹری میں کہاں

ملے گا، آفس میں کہاں ملے گا، سڑک پر کہاں ملے گا ہم سے سنئے اب اگر روز آپ کو جانا ہی ہے تو ایک شیشی میں تھوڑا پانی لیتے جایئے اور وہ کون جگہ ہے جہاں پانی نہیں ملتا۔ کچھ نہیں ہے آپ کی جیب میں رومال رہتا ہے کہیں بھی کسی نل سے تر کر کے بیٹھ جایئے اور رومال نچوڑ لیجئے طہارت ہو جائے گی۔ یعنی میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم مذہب کی پابندی کی نیت کر لیں تو مذہب پر عمل کرنا آسان ہے۔ ایک صلوات بھیج دیں بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے جب بات آ گئی ہے تو اسی بات کی تکمیل ہو جائے۔ مردوں میں پیشاب کھڑے ہو کے کرنے سے پھیلتا ہے۔ عورتوں میں کیسے پھیلتا ہے وہ بھی سن لیجئے جتنی عورتیں بچے پالتی ہیں۔ جب تک بچہ چھوٹا ہے ہمارے گھروں میں سو میں کم از کم پنچانوے گھر ایسے ہیں جس میں بچے کا پیشاب تو نجس ہوتا ہی نہیں۔ حالانکہ مذہب نے یہاں بھی آسانیاں رکھی ہیں مذہب نے یہاں بھی آسانیاں رکھی ہیں کہ جب تک بچہ دودھ پیتا ہے۔ جب سے غذا کھانے لگے، دانہ کھانے لگے، غلہ کھانے لگے تب کی بات اور ہے۔ جب تک دودھ پیتا ہے اس وقت تک اگر لڑکا ہے تو اس کے پیشاب پر آپ اتنا پانی ڈال دیں کہ وہ جگہ پانی سے بھیگ جائے طہارت ہو جائے گی۔ لڑکی کے پیشاب میں اصول وہی رہے گا کہ جب تک کہ دو مرتبہ طہارت نہ ہو پاکیزگی نہ پیدا ہو گی۔ البتہ اگر آب کثیر ہے، نل ہے، پائپ سے پانی آ رہا ہے، ٹنکی سے پانی آ رہا ہے جو کر سے زیادہ ہے حوض ہے تو فقط بھیگ جانا کافی ہے ہم سے لوگوں نے کہا کہ مجلس پڑھنا اور ہے، بچے پالنا اور ہے۔

اور ابھی تو خالی ہمیں سے کہا ہے لیکن جس حساب سے ہمارے سماج میں الٹی ترقی چل رہی ہے اس میں آپ یقین مانئے گا اگلے پچاس سال میں جب حساب یہی چل رہا ہے کہ لڑکے پڑھنے میں کمزور، لڑکیاں پڑھنے میں تیز، جب ریزلٹ آیا جب ریزلٹ

آیا۔کہا لڑکے چھبیس فیصدی کامیاب ہوئے ہیں اور لڑکیاں چھپن فیصدی پاس ہوئی ہیں۔انھیں سو جگہ چکر لگا کے بھی نوکری نہیں ملتی اور انھیں نوکری جلدی مل جاتی ہے ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ قوم کی بدترین تباہیوں میں سے ایک تباہی یہ ہے کہ ہمارے گھر کی عورتیں یا لڑکیاں سروس کریں یا نوکری کریں اس لئے کہ نہ اس سے زیادہ کوئی بے حیائی کا راستہ ہوسکتا ہے، نہ اس کے بعد وہ حدیں برقرار رہ سکتی ہیں جن کو شریعت نے قائم کیا ہے۔

نامحرم نامحرم کو نہ دیکھے ممکن ہی کیسے ہے۔ نامحرم کا جسم بغیر لباس کے دوسرے نامحرم کے جسم سے مس نہ ہو یہ شریعت کا حکم ہے۔ یہ سروس کے بعد ممکن کہاں ہے۔ معصومۂ کونین فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیھا نے گھر میں اون کات کے اور اس کے عوض میں اجرت میں مزدوری میں جَو لے کے پیس کے روٹی پکا کے یہ ہم کو پیغام دیا کہ گھروں میں اگر ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ روزی حاصل کرنا عورتوں کے ذمہ آجائے اس لئے کہ مرد موجود نہیں ہیں یا مردوں کی روزی اتنی کم ہے کہ بغیر عورتوں کی مدد کے گھر کی روزی پوری نہیں ہوسکتی ہے۔گھر کا خرچ پورا نہیں ہوسکتا ہے۔

تو شاہزادیؑ ہمیں آواز دے گئی ہیں کہ گھروں کے اندر بیٹھ کے ایسے کام کرنا کہ روزی حاصل ہوجائے مگر باہر نکل کے بے حجاب رہنا، بے شرم رہنا اور قوانین شریعت کو توڑنا اور اس کے بعد نوکری کرنا یہ کنیز فاطمہؑ کی شان نہیں ہے تو بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی میں تذکرہ یہ کر رہا تھا کہ جب ہم نے مجلسوں میں یہ تذکرہ کیا کہ جو عورتیں بچے پالتی ہیں وہ پیشاب کی طہارت نہیں کرتی ہیں اور بچوں کے پیشاب کو نجس نہیں سمجھتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر نجس ہوجاتے ہیں، مسجدیں نجس ہوجاتی ہیں، امام باڑے نجس ہوجاتے ہیں۔

کہا مولوی صاحب مجلس پڑھنا آسان ہے، بچے پالنا مشکل ہے۔لیکن آپ

ہمارے ساتھ چلئے ہم آپ کو عراق میں، ایران میں، عرب میں دوسرے مقامات پر وہ انتظام دکھائیں گے جہاں بچوں کو ایسے لباس پہنا دیئے جاتے ہیں کہ ان کی نجاستیں اگر وہ بچے پیشاب کریں یا پاخانہ کریں تو اس لباس کے اندر محدود رہتی ہیں نجاست۔ جب ماں کو فرصت ہو جائے، جب بہن کو فرصت ہو جائے، جب نانی، دادی کو فرصت ہو جائے طہارت ہو جائے گی۔

آج کے زمانے میں جب ساری چیزیں ممکن ہیں۔ ہر چیز سے ہم بچ سکتے ہیں، گرمی سے ہم بچ سکتے ہیں، پانی سے ہم بچ سکتے ہیں، ہر پروف پیدا ہے تو پھر نجاست سے بچنے کی راہیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ نیت شرط ہے تو اب میں اپنے بیان کو دو جملوں میں سمیٹنا چاہتا ہوں کہ یہ پیشاب کی نجاست اتنی عام ہوئی کہ ہمارے بھائی، ہمارے بچے کھڑے کھڑے پیشاب کر رہے ہیں اور ہماری بہنیں بچوں کے پالنے میں پیشاب کی نجاست سے بے پرواہ ہو رہی ہیں۔ نتیجہ کیا ہے سماج میں نجاست عام ہو رہی ہے اور قبر میں فشار کا انتظام ہو رہا ہے۔

اس پر عمل مشکل ہے یہ اس لئے ہے کہ ہم مسائل جاننا نہیں چاہتے ہیں یا جان کے عمل نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آدھ جگہ ہم نے مسئلہ بیان کیا ایک آدھ بھائی ایسے بھی ہم کو ملے۔ کہنے لگے مولوی صاحب! آپ نے کہہ تو دیا مگر اب دو قطرے ٹپکا کے پیشاب پاک ہو جائے اس پر ہمارا دل نہیں راضی ہے۔ یہ تقوی ہو گیا۔ یعنی نجاست برقرار رہے گی یہ گوارہ ہے لیکن دو قطروں میں طہارت ہو جائے اس پر ہمارا دل راضی نہیں ہے تو میں نے انھیں مجلسوں میں ایک لفظ کہا تھا آپ کے سامنے کہ یہ تقوائے شیطان ہے جس کے لئے مذہب تیار نہیں ہے۔ تو میں جتنا چاہوں آپ کا وقت لے سکتا ہوں اور اس بات کے لئے تفصیلات پیش کر سکتا ہوں کہ ایک طرف مذہب کی دی ہوئی سہولتوں کے برخلاف ہم

مذہب کی پابندی کی نیت نہیں کرتے ہیں اور مذہب کو مشکل بتاتے ہیں۔

ساری چیزیں پاک ہیں۔ ایک کتا نجس ہے مگر وہ گود میں ضرور بیٹھے گا، پالنا ہی ہے تو گھر سے باہر ایک جگہ باندھ کے رکھئے، نجاست دور رکھئے یہ تبھی تو ہوگا جب دین کی پابندی کا احساس پیدا ہو۔ پیشاب نجاست ہے، طہارت کے ہم نے ذرائع بتادیئے۔ شیطان تو ایسے کام نکالتا ہے، ایسے ایسے راستے نکالتا ہے کہ اب لمبے لباس رائج ہوگئے۔ جب تک ہم ہندوستان میں تھے تب تک ہم نے خالی لمبے بیلباٹم دیکھے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ہوا کہ ایک نوجوان ملا۔ دیکھا پتلون فٹ اور کبھی دیکھا کہ پتلون زمین پر جھاڑو دیتا جارہا ہے تو ہم نے یہ سوچا کہ یہ کل والا پتلون آج بڑا کیسے ہوگیا۔ یہ کل والا نوجوان آج چھوٹا کیسے ہوگیا تو ہم نے کہا کہ بھیا تم بھی وہی، پتلون بھی وہی، کل یہ زمین سے لگ نہیں رہا تھا، آج لگ رہا ہے۔ کہا مولوی صاحب! کل جوتا پہنے تھے آج چپل پہنے ہیں۔

اب ہماری موٹی عقل میں کہ پہلے عورتیں اونچی ایڑی کی جوتی یا چپلیں پہنا کرتی تھیں۔ اب ان سے اونچی ایڑی کے جوتے لڑکے پہننے لگے ہیں تو پتلون کی جب ناپ دی جاتی ہے تو آدمی کے قد پیر اور ایڑی کے ناپ سے نہیں بلکہ وہ جو تین انچ کی اونچی ایڑی ہوگی وہ ملا کے اور اس میں بھی شان یہی کہ زمین پر سے لباس کھنچتا ہوا چلے۔ اب ہم جو عرب گئے تو وہاں بھی جاکے ہم نے دیکھا کہ وہاں کی عورتوں نے اظہار اسی بات میں قرار دیا ہے کہ لباس ایسا پہنا جائے جو زمین پر کھنچتا چلا جائے۔ نتیجہ کیا ہوگا زمین پر کھنچتا ہوا لباس نجس ہوتا جائے گا اور نجاستیں پھیلاتا جائے گا۔ ہم نے حدیثوں میں کبھی پڑھا تھا کہ وہ لباس دوزخ میں جاتا ہے جو زمین پر کھنچتا جاتا ہے تو ہمیں خیال پیدا ہوا تھا اس میں لباس کی کیا خطا ہے، خطا نہیں ہے بلکہ یہ نیچا لباس نجاستوں کے پھیلانے کا ذریعہ بنتا جائے گا۔ لہٰذا پہننے والوں کے لئے دوزخ کا سامان پیدا کرتا جائے گا۔ بات میں بات نکل آئی ہے۔

میں آج مجلسیں پڑھتے پڑھتے تھک گیا ہوں جیسی مجلس پڑھنی چاہیئے نہیں پڑھ سکتا ہوں اور پھر مجھے ابھی ایک مجلس آقائے موسوی کے یہاں بھی پڑھنا ہے اور دوسری جا کے جوہو میں پڑھنا ہے تو چلتے چلتے ایک بات اور سن لیں تھوڑا سا آپ کا موڈ ہلکا بھی ہو جائے اور میرے لئے بیان کا ختم کرنا بھی آسان ہو جائے۔ ادھر ریسرچ کر کے ہمارے پاس واقعی نہیں سمجھئے گا خالی آپ کا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے سنا رہے ہیں۔ادھر ریسرچ کر کے ہمارے پاس اس بات کا پتہ لگ گیا یہ اونچی ایڑی کے جوتے یا چپلوں کی ایجاد کہاں سے ہوئی۔ نہ یہ آیت ہے، نہ یہ حدیث ہے، نہ ہسٹری ہے، نہ یہ تاریخ ہے ایک ذرا ذہن کی تکان دور کرنے کا ذریعہ ہے اور اگر سمجھ میں آ جائے آپ کے تو اس سے نفرت پیدا ہونے کا راستہ ہے۔

ایک دن ہمیں خیال آیا کہ یہ اونچی ایڑی کے جوتے اور جوتیاں جو ایجاد ہوئی ہیں اس کا ریزلٹ کیا ہوتا ہے کہ سارے جسم کا زور جو ہوتا ہے وہ ایڑی پر ہوتا ہے ایڑی اٹھی ہوئی اور پنجہ ٹکا ہوا۔ تاریخ اسلام میں ہمیں ایک موقع نظر آیا جہاں سارے مسلمان ایڑیاں اٹھائے پنجے کے بل کھڑے تھے سمجھ میں آ گیا ہو تو آ گیا ہو۔ سمجھ میں نہ آیا ہو تو ہم سمجھا دیں۔

حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مسلسل شکست کے بعد شام کو اعلان کیا تھا کہ کل صبح کو میں علم اس مرد کو دونگا جو کرار ہوگا، بڑھ بڑھ کے حملہ کرے اور بھاگے گا نہیں اور خدا اور رسولؐ سے محبت کرتا ہوگا اور خدا اور رسولؐ اس سے محبت کرتے ہوں گے اور وہ فتح کئے بغیر نہیں پلٹے گا تو جو علم پانے والا تھا وہ خیمے میں بیٹھا تھا اور بقیہ جتنے مسلمان تھے یہ آپ کی سنی ہوئی بات ہے میں آپ کو سناتا ہوں بقیہ جتنے مسلمان تھے وہ سب کے سب نبیؐ کے سامنے کھڑے تھے۔

اب ظاہر ہے کوئی اونچے قد والا ہے، کوئی نیچے قد والا ہے تو جو نیچے قد والے

تھے انہوں نے ایڑیاں اٹھالی تھیں پنجوں کے بل کھڑے تھے کہ نبیؐ کی نگاہ پڑ جائے کہ ہم موجود ہیں ہم علم والے ہیں، تو یہ خیبری جوتے ہیں جو ایجاد ہوئے ہیں۔ اور سب سے پہلے اونچی ایڑی عورتوں میں رائج ہوئی تھی جو ہمارے گھروں تک آ گئی، ہمارے خاندانوں تک آ گئی اور نوبت کیا دیکھی ہم نے، نوبت یہ دیکھی کہ اونچی ایڑی کی چپل، سینڈل پہننے کا شوق ہے مگر ہر قدم گر پڑنے کا خطرہ ہے مگر اب فیشن ہے روک کون سکتا ہے چلنا مشکل ہو جائے مگر چلنا ہے اس لئے کہ فیشن کی چال چھوڑ کیسے سکتے ہیں تو اس میں ہم نے سوچا کہ سب سے پہلے عورتوں نے کیوں پہننا شروع کیا۔ مردوں نے کیوں نہیں پہننا شروع کیا۔ ایک بات یاد آئی نبیؐ نے کہا تھا کہ ہم کل علم اسے دیں گے جو مرد ہوگا اب اگر اس کے آگے نہ سمجھ میں آئے تو اگلا کوئی تشریح کا جملہ میں کہنے والا نہیں ہوں۔ ایک صلوات بھیج دیں محمد و آل محمدؐ پر۔

نہیں تو میرا مزاج یہ ہے کہ مذہب میں جو حلال ہے میں ان باتوں سے نہیں روکتا ہوں۔ آپ کو اونچی ایڑی کا شوق ہے۔ ایسے جوتے پہنئے جس میں ایک فٹ کی ایڑی لگی ہو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لوگ ہمارے پاس آتے ہیں صاحب لڑکے لمبے لمبے بال رکھتے ہیں ان کو روکئے، کوئی ہمارے پاس دوڑا ہوا آتا ہے صاحب فلاں عورت نے چوڑی نہیں توڑی عشرۂ محرم گذر گیا کچھ اس کے لئے پڑھ دیجئے۔ ایک صاحب نے پرچہ بھیجا کہ اب نیا فیشن یہ نکلا ہے کہ اب چوڑی توڑتی نہیں ہیں کالی چوڑی پہن لیتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جو چیزیں جائز ہیں ان کے پیچھے ڈنڈا لیکے مت دوڑو۔

پہلے سماج کو اس پر آمادہ کرو کہ جو چیزیں حرام ہیں وہ چھوٹ جائیں۔ پہلے سماج کو اس پر آمادہ کرو کہ جو واجبات ہیں وہ چھوٹنے نہ پائیں۔ میں نے کیا گزارش کی، میں نے جو گزارش کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ محمد و آل محمد علیھم الصلوٰۃ والسلام سے محبت واجب ہے، آل محمدؐ سے محبت واجب ہے کہ اگر کسی کے دل میں ان کی محبت نہیں ہے تو وہ

ساری زندگی اللہ کی عبادت کرنے کے باوجود بوئے جنت سونگھ نہیں سکتا۔

لہٰذا یہ واجب ہے کہ دل میں ان کی محبت برقرار رہے۔ اب آدمی محبت کی منزل میں کس حد تک جاتا ہے، کس حد تک نہیں جاتا ہے ان کو رسموں پر مت جانچو بلکہ دیکھنا ہے تو یوں دیکھو کہ آل محمدؐ کی محبت واجب ہے، ان کی محبت کے بغیر کوئی شخص بوئے جنت نہیں سونگھ سکے گا۔ جو حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے صرف بچوں کے ذہنوں میں آجائے اس لئے میں حدیث کے الفاظ کا ترجمہ کئے دیتا ہوں۔

پیغمبرؐ نے کہا کہ اگر کوئی آدمی ساری زندگی ہر دن روزہ رکھے، اگر کوئی آدمی ساری زندگی ہر رات عبادت خدا کرے، ہر سال حج کرے اور پہاڑوں کے وزن کے برابر سونا چاندی راہ خدا میں خیرات کرے، طواف کرتے ہوئے مسجد الحرام کے سامنے، خانۂ کعبہ کے سامنے مظلوم قتل ہو جائے لیکن اگر وہ میرے اہلبیتؑ کی محبت اپنے دل میں نہیں رکھتا ہے تو وہ جنت کی بو نہیں سونگھ سکے گا۔

تو معلوم کیا ہوا کہ واجب کیا ہے اہلبیتؑ سے محبت کرنا۔ اب ہمیں اہل بیتؑ سے محبت ہے یا نہیں یہ میں سوچوں، یہ آپ سوچیں۔ ہمارے سوچنے کا معیار یہ نہ رکھئے کہ چوڑیاں توڑیں یا نہیں توڑیں، فلاں آدمی مجلس میں رویا یا نہیں رویا۔ اس کا معیار یہ ہے کہ جن اہلبیتؑ کا معیار یہ ہے کہ جن اہلبیتؑ کی محبت واجب ہے۔ وہ ہماری محبت کو پسند کرتے ہیں یا ناپسند کرتے ہیں۔ ہم کو اپنے مزاج کے مطابق ان سے محبت نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہم کو ان کے مزاج کے مطابق محبت کرنا چاہیئے۔ زیادہ وقت نہیں ہے مجلس ہم کو تمام کر دینا ہے۔

میں چلتے چلتے ایک جملہ آپ کی خدمت میں کہنا چاہتا ہوں۔ اتنے دن سے ہم آتے ہیں ایک ہمارے دوست پیدا ہو گئے۔ الحمد للہ دوست بہت ہیں۔ لیکن میں ایسے

دوست کا تذکرہ کر رہا ہوں جو نہیں ہیں۔ مولانا کاظم رضا صاحب قبلہ کے یہاں میرا قیام ہے یہ مجھے اس لئے دوبارہ اعلان کرنا پڑ رہا ہے کہ کئی مرتبہ اعلان کے بعد بھی لوگ پوچھتے ہیں کہ کہاں ملیں گے۔ آپ تو وہیں آیئے دونوں مولوی مل جائیں گے۔ ایک صاحب نے آ کے آج گھنٹی دبائی۔ ہم نے کہا تشریف لایئے۔ کہا مولوی صاحب بڑی محبت ہے آپ سے، بڑی محبت ہے آپ سے اور آپ کے ایسا آدمی تو دیکھا نہیں، سنا نہیں اور یہ اور وہ۔

ہم نے کہا چلو خیر ایک تو ملا۔ اس کے بعد انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال کے ایک عدد باٹلی نکالی۔ میں بوتل کہہ سکتا تھا مگر باٹلی میں نے جان بوجھ کر کہا ہے اور کہا مولوی صاحب ہم خود یہی پیتے ہیں تو ہم نے سوچا اپنے مولوی صاحب کے لئے یہی لے چلیں تو یہ کیا ہوا کہ یہ محبت کرنے آئے ہیں اپنے مزاج کے مطابق تو ریزلٹ کیا ہوگا اس کو سن لیجئے تو آج مجلس میں تمام کر دوں۔

نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ میرے پاس سے اٹھ کے چلے جائیں اور زندگی میں کبھی یہ نہ کہیں کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ آپ مجھ سے محبت کریں گے شراب پئیں گے اور تحفہ میں شراب میرے لئے لائیں گے۔ ایسے محبت کرنے والوں سے محبت نہ کرنے والے بہتر ہیں تو میرا جیسا حقیر انسان، گنہگار آدمی وہ کسی ایسے دوست کو گوارہ کرنے پر تیار نہیں ہے۔ جس کا کیریکٹر مجھ سے ملتا جلتا نہ ہو۔ بس میں دونوں ہاتھ جوڑ کے اپنے سارے بھائیوں اور بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ ہم کو، آپ کو آل محمدؐ سے محبت کرنا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم جو محبت کر رہے ہیں یہ کیریکٹر ان سے ملتا جلتا ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہیں ایسا نہ ہو خدانخواستہ کہ ان کی آواز آجائے کہ تم ہم سے اظہار محبت نہ کرو۔

میں آپ کے سامنے اب موقع نہیں پاتا ہوں کہ وضاحت کروں مگر اتنا کہنا چاہتا

ہوں۔خدانخواستہ خدانخواستہ نہیں ہوگا کوئی ایسا لیکن خدانخواستہ خدانخواستہ جوا کھیل کے پیسے کمائے، ریس میں جیسے پیسے کمائے جاتے ہیں ناجائز ویسے پیسے کمائے اور راستے میں آج زیادہ کما لئے تھے لہٰذا دوکلو آج مٹھائی لیتے آئے اور جب دوکلو مٹھائی لیتے آئے تو مسجد سے نکلتے ہوئے ہم مل گئے تو کہا مولوی صاحب ذرا نذر دید یجئے تو اگر خدانخواستہ خدانخواستہ ایسا مزاج ہم میں سے کسی آدمی میں پایا جاتا ہے تو یقین مانئے آل محمدؐ ان سے یہی کہیں گے کہ ہم کو یہ سننا گوارہ نہیں ہے کہ تم ہمارے دوست ہو تو مزاج یہ نہ پیدا کیجئے کہ جو رسمیں ہیں اس کی پابندی ہے یا نہیں ہے۔

بلکہ مزاج یہ پیدا کیجئے کہ جو مذہب میں واجبات ہیں وہ ادا ہو رہے ہیں یا نہیں جو مذہب میں حرام چیزیں ہیں ان سے آدمی بچ رہا ہے یا نہیں۔آل محمدؐ ہم سے راضی ہونے والے نہیں ہیں جب تک ہم اپنا کردار نہ سدھاریں اور اتنا نہ سدھاریں کہ ان سے محبت کرنے کے لئے ہمارا کردار اس قابل بن جائے کہ اگر ہم ان کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کریں تو وہ یہ نہ کہیں کہ تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔

اگر ہم میں سے کسی بھائی بہن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ ان کو محبت کرنے والے ملے نہیں ہیں لہٰذا جیسا مل جائے گا اس کو قبول کرلیں گے تو اس نے آل محمدؐ کو پہچانا نہیں ہے۔ہمارے ایسا حقیر انسان محبت کرے یا نہ کرے، ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے، کوئی قیمت نہیں ہے۔جن سے خدا محبت کر رہا ہے، جن سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ محبت کر رہے ہیں جن سے معصوم ملائکہ محبت کر رہے ہیں ان کے لئے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے ایسے انسان محبت کریں یا نہ کریں۔

ان کے لئے یہ شرف نہیں ہے کہ یہ شیعہ ہیں جو محبت کر رہے ہیں، یہ شرف ہمارے لئے ہے کہ یہ ہمارے آقا ہیں جن سے ہم محبت کر رہے ہیں۔بس میں نے اپنی

بات ختم کی اور اس گذارش پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ عزیزان گرامی رسموں کا سہارا مت لیجئے، مذہب کا پکا علم حاصل کیجئے، واجبات ادا کیجئے اور محرمات سے، گناہوں سے اپنے آپ کو بچایئے تاکہ ہم سے آلِ محمدؐ راضی ہوسکیں۔اور کبھی دل ودماغ میں یہ خیال نہ آنے دیجئے گا کہ ہم لاکھ بےعمل ہوں، مگر وہ ہم سے راضی ہوجائیں گے۔اگر وہ بےعمل سے، بے دین سے راضی ہوسکتے تو یزید سے راضی ہوجاتے، ابن زیاد سے راضی ہوجاتے، پسر سعد سے راضی ہوجاتے، یزیدیت سے راضی ہوجاتے مگر وہ راضی نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ آدمی متقی نہیں ہوجاتا ہے پرہیز گار نہیں ہوجاتا ہے۔

میں آج کی مجلس ناتمام چھوڑتا ہوں میں نے دو باتیں کہیں تھیں کہ ایک طرف شیطان ہم پر یوں حملہ کرتا ہے کہ جو مسئلے آسان ہیں، جو چیزیں محدود ہیں ان تک ہم کو پہنچا دیتا ہے اور دوسری طرف مذہب میں ایسی کئی باتیں پیدا کردیتا ہے کہ ہماری ساری توانائیاں اس پر خرچ ہوجاتی ہیں۔وہ حصّہ انشاءاللہ کل سنادوں گا۔آج میں اتنا بھی موقع نہ پاسکا کہ میں امام رضاؑ غریب کا تذکرہ ہی کرپاتا۔مگر اتنا آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے آٹھویں امامؑ کے نام کے ساتھ لفظ غریب کیوں لگا ہے۔

اردو کا غریب اور ہے، عربی کا غریب اور ہے۔اردو میں غریب اس کو کہتے ہیں جو فاقہ کرتا ہے، جو پھٹے کپڑے پہنے ہوتا ہے۔عربی میں اس معنی میں جو آدمی ہوتا ہے اسے فقیر کہتے ہیں غریب نہیں کہتے۔عربی میں غریب اسے کہتے ہیں جو وطن سے دور ہوتا ہے، عربی میں غریب اسے کہتے ہیں جو بے وطن اور پردیسی ہوتا ہے۔میں آپ کو یاد دلاؤں گا میرے آپ کے مولا مظلوم امامؑ سید الشہداء جب وقت آخر امام زین العابدینؑ سے رخصت ہونے کے لئے گئے ہیں اور آپؑ نے وصیتیں کی ہیں۔ان وصیتوں میں ایک وصیت یہ بھی کی تھی کہ سید سجادؑ جب کبھی قید خانے سے رہا ہو کے جانا۔سید سجادؑ جب کبھی تم

قید خانے سے رہا ہو کے جانا تو میرے شیعوں کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ **شیعتی ما ان شربتم ماء عذب..... فاذکرونی** میرے شیعوں جب بھی تم پانی پینا خوش گوار، ٹھنڈا، صاف پانی پینا تو میری پیاس یاد کر لینا او **سمعتم بغریب او شہید**...... یا کبھی تم سننا کیا سننا کہ کوئی شہید ہوا یا کوئی غریب مر گیا یعنی پردیس میں مر گیا تو **فاندبونی** میرا ماتم کر لینا۔ اے میرے مظلوم یہ چلتے چلتے آپ سید سجادؑ سے کیوں وصیتیں کر رہے ہیں۔ کہا کہ ان وصیتوں کی جھلک میں یاد رکھنا کہ مجھے تم کہاں کہاں یاد آئے ہو۔

میری پیاس نہ بھلانا، میری غربت نہ بھلانا، میرا پردیس میں تن تنہا شہید ہونا نہ بھلانا۔ اور اس کے بعد دوسرا شعر آپ کا مشہور ہے کہ اس کے بعد آپ نے کہا کہ میرے شیعو! کاش تم عاشور کے دن کربلا میں موجود ہوتے **لیتکم فی یوم عاشورہ جمیعاً فانظرونی**.... اے میرے شیعو! کاش تم سب کے سب کربلا میں موجود ہوتے اور دیکھتے میں نے اپنے چھوٹے سے بچے علی اصغرؑ کے لئے کیسے پانی مانگا ہے اور ان بے رحموں نے، ان ظالموں نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ بس میرے بھائیوں! میری بہنوں! آج میں مصائب کو اسی منزل پر لا کے تمام کر دینا چاہتا ہوں کہ حسینؑ سید سجادؑ سے جو وصیتیں کرتے ہوئے گئے ہیں اس میں پہلی وصیت یہ کی ہے کہ میری پیاس نہ بھلانا، دوسری وصیت یہ کی کہ پردیس میں، غربت میں میری شہادت نہ بھلانا اور تیسری بات یہ کہی ہے کہ کاش تم موجود ہوتے، کاش تم موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں اپنے بچے اصغرؑ کے لئے کیسے پانی مانگ رہا تھا۔

میرے مولاؑ نے نہیں کہا کہ کاش تم موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں اپنے قاسمؑ کی لاش کیسے اٹھا رہا تھا یہ نہ کہا کہ کاش تم کربلا میں موجود ہوتے اور یہ دیکھتے کہ میں نے اکبرؑ کے کلیجے سے نیزے کا پھل کیسے نکالا تھا مگر ہاں حسینؑ نے کہا تو یہ کہا کہ کاش تم کربلا میں

ہوتے اور دیکھتے کہ میں اپنے بچے کے لئے، ننھے سے بچے کے لئے، شیر خوار بچے کے لئے، دودھ پیتے بچے کے لئے، کمسن بچے کے لئے کس طرح پانی مانگ رہا تھا اور ظالموں نے کیسی بے رحمی سے انکار کیا۔

اللہ باپ کے ہاتھوں پر بچہ، تین پھل کا تیر، اصغرؑ کا ننھا سا گلا، گلے پر تیر پڑا اور ایسا تیر پڑا کہ تیر کی طاقت سے بچہ باپ کے ہاتھوں پر پلٹ گیا۔ ننھے بچے کے گلے سے تیر نکلا اور نکل کے حسینؑ کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ اب حسینؑ کے سامنے تین کام ہیں ایک کام تیر کا نکالنا ہے دوسرا کام اصغرؑ کو لے جا کے اصغرؑ کی ماں کو دکھانا ہے اور تیسرا کام اس ننھی سی میت کو دفنانا ہے۔

حسینؑ نے تیر بھی نکال لیا، حسینؑ نے ربابؑ کو لا کے دکھا بھی دیا اور دکھانے کے بعد ننھی سی قبر بنا کے اصغرؑ کو لٹا بھی دیا۔ مگر جب اپنے چاند پر مٹی ڈال کے حسینؑ اٹھنے لگے تو اتنا روئے کہ شیر خوار کی قبر آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اے میرے مولاؑ کیا چیز ہے جو آپؑ کو رُلا رہی ہے تو شاید حسینؑ کی آواز آئے۔ اے میرے شیعو! کاش تم موجود ہوتے تو مجھے اپنے ہاتھ سے قبر نہ کھودنا پڑتی، مجھے اپنے ہاتھ سے اپنے چاند پر مٹی نہ ڈالنا پڑتی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۹)

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

اعلان پروردگار عالم ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیوں کے خواہشمند ہیں زحمتوں اور سختیوں کے خواہشمند نہیں ہیں۔قرآن مجید کی اس آیت کے ذیل میں آپ کے سامنے اس بات کی مسلسل تکرار کررہا ہوں کہ مذہب سہل ہے، شریعت آسان ہے البتہ اس کے لئے بہت مشکل ہے جس کی نیت نیک نہ ہو اگر عمل کرنے کی نیت ہو تو پابندیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔اگر عمل کرنے کی نیت ہو تو عبادت کرنے میں لذت اور مزہ محسوس ہوتا ہے۔ اگر عمل کرنے کی نیت ہو تو شوق پیدا ہوتا ہے اور انتظار رہتا ہے۔

میں روز مرّہ کی مثال میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ جن چیزوں کا ہمیں شوق رہتا ہے ان چیزوں کا ہمیں انتظار رہتا ہے تو اگر ہمیں شوق پیدا ہو جائے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو بوجھ کے بجائے عبادت کا شوق پیدا ہو جائے۔

ایک مرد مومن نے ایک بات کہی تھی مجھے آج تک یاد ہے اور جب کبھی تقریر میں مجھے یاد آجاتا ہے اس کا میں تذکرہ کرتا ہوں اس نے کہا کہ نمازی وہی ہے جو وقت

آنے پر نماز پڑھتا ہے۔نمازی وہ ہے کہ جسے اس بات کا انتظار رہے کہ کب آئے وقت کہ ہم نماز پڑھیں تو ایک تصور تو یہ ہوتا ہے کہ ایک پڑھی تھی چھ گھنٹے گذرے تھے کہ دوسرا وقت پھر آ گیا یہ بوجھ والا تصور ہے اور شوق والا تصور یہ ہے کہ آ جائے وقت نماز تو نماز پڑھے۔ کل میں نے آپ کی خدمت میں خاص طور سے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ اس سہل دین کو اور آسان بنانے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دیندار معاشرہ اور پابند دین سوسائٹی پیدا کریں۔

اس سلسلے میں میں نے آپ کے سامنے ایران کا تذکرہ کیا تھا تو ذہنوں میں خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایران میں اکثریت ہے شیعوں کی، بڑی تعداد میں علماء پائے جاتے ہیں وہاں پابند دین معاشرہ پیدا ہوا تو دینی حکومت بھی قائم ہوگئی۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے تو دینی سوسائٹی اور معاشرہ پیدا کرنے میں کیا مزہ ہے تو میں ہندوستان سے کچھ زیادہ باہر نہیں گیا ہوں لیکن ایک دوبار مجھے کینیا جانے کا اتفاق ہوا ہے نیروبی اور ممباسہ کے مومنین سے ملاقات ہوئی تو وہاں نہ تو آبادی ہے نہ اکثریت شیعوں کی ہے نہ وہاں سیکڑوں کی تعداد میں علماء موجود ہیں لیکن میں نے وہاں دیکھا کہ وہاں کا معاشرہ وہاں کی سوسائٹی پابند دین ہے۔

میں نے کوئی سروے تو نہیں کیا ہے لیکن یہ کہنا بالکل درست تھا کہ نیروبی و ممباسہ کی جماعت کے مومنین سے میری ملاقات ہوئی ان میں نوے فیصدی وہ تھے جو ڈاڑھی رکھتے ہیں، نماز جماعت کا شوق بھی میں نے دیکھا، خمس نکالنے کا پابند بھی دیکھا، دعا مانگنے، دعا پڑھنے کا شوق بھی دیکھا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بات کی نیت کی جائے کہ ہم دیندار رہیں گے، دیندار بنائیں گے۔ وہاں یہ سوسائٹی پیدا ہوسکتی ہے جس میں دین کا مزاج پیدا ہو جائے۔

میں نے کینیا میں یہ کمزوری ضرور دیکھی کہ ابھی وہاں کی عورتیں شرعی طور پر باقاعدہ پردے کی پابند نہیں ہیں لیکن پھر بھی یہ ہندوستان والی برہنگی نہیں ہے۔ دوسرا مزاج میں نے یہ دیکھا یہ تذکرہ میں صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ کسی مسئلہ کو کسی جگہ سے محدود سمجھ کر ہمت نہ ہار بیٹھیں دوسرا مزاج میں نے یہ دیکھا کہ لکھ پتی نہیں بلکہ کروڑ پتی آدمی وہ بھی مسجد میں جماعت میں شریک ملے گا۔ اس کے ملنے جلنے سے، گفتگو سے آپ کو یہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ مالدار آدمی ہے۔

ہم نے اس پورے سماج میں سیٹھ کا لفظ نہیں سنا، یہ بھی نہیں دیکھا کہ یہ چھوٹے ہیں، وہ بڑے ہیں ان کو جماعت میں آگے جگہ، ان کو پیچھے جگہ تو اگر ہم خدا کا نام لے کے اٹھیں، نبیؐ سے مدد کے طالب ہوں، ائمہ معصومینؑ سے التجا اور درخواست کریں کہ وہ ہماری مدد کریں تو ہم دینی سوسائٹی، دینی معاشرہ، دینی سماج بنانے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ ہندوستان میں بھی ایسا سماج پیدا ہو سکتا ہے اور اگر ایسا سماج پیدا ہو جائے تو دیکھا دیکھی پن بھی ہوتا ہے، دیکھا دیکھی پاپ بھی ہوتا ہے تو ابھی جب دیکھا دیکھی پاپ ہو رہا ہے تو جن لوگوں کی منڈی ڈاڑھیوں کو دیکھ کر دوسرے مونڈنے لگیں کل جب عذاب وسزا کا وقت آئے گا تو جن کے زیر اثر مونڈنے لگے ہیں یہ دو مرتبہ مونڈے جائیں گے۔

ایک سزا اس بات کی ہوگی کہ تم نے دوسروں کو جرم پر آمادہ کیا کل میں نے آپ کی خدمت میں یہ گذارش کی تھی کہ اگر ہم دینی سماج اور پابند دین سوسائٹی بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو پہلا کام یہ کرنا ہوگا کہ ان گناہوں کو بند کریں اور چھوڑ دیں جو علی الاعلان کئے جاتے ہیں۔ گناہ چھپا کے بھی ہوتا ہے اور گناہ دِکھا کے بھی ہوتا ہے۔

اچھا ہمارے ہندوستان پر شیطان کے پنجے زیادہ مضبوط ہیں اور اگر اس کی کہیں ایک آدھ انگلی ڈھیلی ہوتی ہے تو ہمارے سماج کی عورتوں کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ

شیطان کی بات کو سماج میں رائج کر دیں۔ جتنی غلط رسمیں، جتنے غلط تصورات، جتنے غلط عقیدے شیطان رائج کرنا چاہتا ہے سب سے پہلی مبلغ اس کو عورت ملتی ہے۔ جب اس سے میرا گھر نہیں بچتا ہے تو آپ کا گھر کیا بچے گا۔

ہر مہمل چیز کو رائج کرنے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ ہمیں شک آتا ہے کہ کس عورت کو کس بات پر شک آجائے گا پتہ نہیں۔ یہیں لوگ بیٹھے ہیں ہمارے بہت سے ہندوستانی بھائی اپنی آنکھ کی دیکھی بات بتاتا ہوں ذوالجناح نکل رہا ہے، ذوالجناح نکلنا ٹھیک ہے، حسینؑ کے گھوڑے نے ایسے قابل قدر کام کئے ہیں کہ اس کی یادگار منائی جانا بالکل درست ہے۔ مگر اس ذوالجناح کو جو سجایا گیا ہے اس میں مثلاً وہ تیر دکھائے گئے ہیں جو مولاؑ کو لگے تھے تو اب منت کیسے پوری ہو رہی ہے۔ نیبو لیا اس تیر میں چبھو دیا اب وہ برکت ہوگئی۔

ہم نے کہا یہ کیا کرتے ہو بے کار کی بات ہے۔ کہا! مولوی صاحب کیا بتائیں آپ کی بات ہم نے کہی تھی لیکن ہماری اماں کہتی ہیں ہمیں شک آتا ہے کہ اگر نیبو نہ چبھویا گیا اور برکت نہ حاصل کی گئی تو خدا جانے کون سی آفت آجائے گی۔ اپنا بھی حال سن لیجئے اگر آپ ہندوستانی بھائیوں کا ایمان رفع بلا نیبو کے گرد گھوم رہا ہے تو آپ کا سارا ایمان ناریل کے چکر میں ہے۔ نہ شادی، شادی ہوگی ناریل کے بغیر، نہ نذر، نذر ہوگی ناریل کے بغیر، نہ تبرک، تبرک ہوگا ناریل کے بغیر اور ذرا کوئی صاحب کہنے کی ہمت کریں تو بہترین جواب ہے کہ حرج ہی کیا ہے شک آتا ہے۔ نمازیں قضا کرو شک نہیں آتا ہے، خمس، زکوٰۃ جو اللہ، نبیؐ، امامؑ، غریبوں کا حق ہے کھا جاؤ شک نہیں آتا ہے، پڑوسیوں کو ایسی اذیت دو کہ آٹھ آٹھ آنسو روئیں شک نہیں آتا، ہاں نیبو نہیں کٹا، ناریل نہیں ٹوٹا تو شک آتا ہے، تو یہ شک نہیں آتا ہے، یہ شیطان آتا ہے۔

میں آپ کے سامنے آج اپنے سلسلۂ کلام کو مکمل کرتے ہوئے اس لئے کہ کل کے بارے میں نیت یہی ہے کہ اگر خدا نے مجھے توفیق دی تو جو ذکر معصومینؑ میں کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا تو آج اس سلسلۂ کلام کو مکمل کرتے ہوئے میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان تین چیزیں ہیں۔ کچھ واجبات ہیں واجبات، خمس وزکوٰۃ، فطرہ، میراث میں سے باپ کی اولاد میں سے ہر ایک کا حق ہے جس کو شریعت نے وارث قرار دیا ہے۔ اس کے وارث تک اس کے میراث کا حق پہنچانا یہ سب واجبات بتا رہا ہوں۔ عزیزوں کے ساتھ وہ عزیز جن کا رشتہ شریعت نے جوڑا ہے۔ چچا اور بھتیجا اور ماموں جو بندوں کے جوڑے رشتے ہیں وہ نہیں یعنی سیدھے سیدھے سوچیں گے کہ سسرالی رشتے نہیں اس لئے کہ یہ نکاح سے جڑتے ہیں، طلاق سے ٹوٹتے ہیں، لیکن اللہ جو رشتہ جوڑ دیتا ہے وہ موت وکفر کے بعد بھی نہیں ٹوٹتا۔

جناب نوحؑ نبی ان کا بیٹا کافر مگر آج تک نوحؑ کا بیٹا نوحؑ کا بیٹا ہی کہلاتا ہے تو یہ رشتہ نہیں ٹوٹتا تو عزیزوں کے ساتھ عزیزوں جیسا برتاؤ واجب ہے چاہے ان کا سلوک اچھا ہو چاہے ان کا سلوک برا ہو۔ بھائی، بھائی کو چھوڑ نہیں سکتا، بہن، بہن کے یہاں آنا جانا بند نہیں کر سکتی، چچا بھتیجے میں صاحب سلامت بند نہیں ہو سکتی حرام ہے گناہ ہے گناہ، بڑا گناہ ہے، گناہ کبیرہ عزیزوں سے قطع تعلق کرنا ایسا گناہ کبیرہ ہے، ایسا گناہ کبیرہ ہے جس کا نام قطع رحم ہے کہ اللہ عبادتیں نہیں قبول کرتا ہے، دعائیں نہیں قبول کرتا ہے جو رشتہ داروں سے قطع تعلقات کر لیتے ہیں، قطع رحم کرنے والے جو عزیزوں کے حقوق نہیں ادا کرتے ہیں ان کی عمر واولاد وروزی میں برکت کم ہو جاتی ہے تو یہ واجبات ہیں کہ جن کی میں نے فہرست نہیں سنائی ہے کہ آپ کہیں گے کہ سب گنا دئے۔ مولوی صاحب نے چند نمونے بتائے ہیں۔

اب اس کے بعد چند چیزیں مستحب ہیں مثال کے طور پر واضح ترین مثال، شرائط پیدا ہو جائے تو حج واجب ہے اور توفیق اللہ دے دے تو زیارات کے لئے جانا ایسا مستحب کام ہے کہ جس کے ثواب کی کوئی حد وانتہا نہیں تو ایک ہوا واجب اور ایک ہوا مستحب اور بقیہ ہم نے کچھ رسمیں پیدا کر لی ہیں رد ابھی سنائیں، نیبو اور ناریل یہاں بھی نون اور وہاں بھی نون اس لئے کہ جب ایک ہی مزاج ہے، ایک ہی شریعت ہے اللہ والی تو ہے نہیں، تو اب میں آپ کی خدمت میں گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلی کوشش، پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ واجبات ادا ہو جائیں۔

واجبات کی ادائیگی کے بعد جو چیزیں سنت ہیں ان کو ادا کیجئے۔ میں آگے آپ کے سامنے تفصیلات میں ایک بات کہوں گا لیکن ایک بات یاد رکھئے گا۔ سنت کاموں کا ثواب واجب کاموں سے کہیں زیادہ ہے مگر واجب ادا کرنے کے بعد، میں نے ابھی مثال دی حج واجب ہے تو حج ایسے واجب ہے کہ حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر حج واجب ہو یعنی آنے جانے کا خرچ اس کے پاس فراہم ہو اور جتنے دن وہ حج میں رہے گا اور واپس آئے اور جتنے لوگوں کے خرچ کی ذمہ داری اس کے ذمہ ہے وہ خرچ دے سکتا ہو اور واپسی پر ذریعۂ معاش برقرار رہے، زندگی میں اگر کبھی ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو حج واجب رہے گا۔ غریب ہونے کے بعد بھی حج واجب رہے گا اور حضورؐ نے کہا ہے کہ ایسا آدمی اگر حج کئے بغیر مر جائے تو اس کی موت اسلام پر نہیں ہوتی۔

ثواب کیا ہے کچھ مومنین ہمارے ہاتھ یہاں پھنس جاتے ہیں۔ کچھ جوہو میں پھنس جاتے ہیں اور کچھ دن کے بعد انشاء اللہ آپ کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ میں آپ کا اپنے تمام بھائیوں کا، تمام بہنوں کا، تمام بچوں کا، تمام بیٹیوں کا بے حد شکر گذار

ہوں کہ آپ میری باتیں انتہائی شوق کے ساتھ، انتہائی محبت کے ساتھ سنتے ہیں۔ میں بمبئی نہیں چھوڑتا، نہ میں نے بمبئی چھوڑا ہے، نہ بمبئی چھوڑنے کا میرا ارادہ ہے۔ میں اس بمبئی کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں جہاں میری بے پردہ بیٹیوں نے دین سے متاثر ہو کے پردہ کر لیا، میری اپنی ان بیٹیوں پر فخر و ناز ہے جنہوں نے پردے کے لئے سروس سے استعفیٰ دے دیا، مجھے اپنے ان نوجوانوں پر فخر ہے جنہوں نے میری تقریر سن کر کے مذہب کی پابندی شروع کر دی، جہاں ایسے چاہنے والے ہیں انہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ کسی کو کچھ سننا ہے تو اس کی فرمائش ضرور پوری کر سکتا ہوں۔

بقیہ کوئی مجھے ذاکری سکھانا چاہے تو اس بڑھاپے میں سیکھنے پر نہیں تیار ہوں۔ ہاں! کوئی مجھ سے اونچا ماسٹر ہو وہ بتائے کہ ایسے پڑھو تو میں سننے پر تیار ہوں۔ لیکن سننے والے مجھے رہبری کریں کہ ایسے پڑھو تو اس بڑھاپے میں بس سے باہر ہے تو میں نے بمبئی نہیں چھوڑا ہے اور نہ چھوڑوں گا انشاءاللہ جب تک آپ میری بات سنتے رہیں گے اور میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور شکریہ آپ کا ادا کرتا ہوں کہ محبت کے ساتھ آپ میری تلخ اور کڑوی باتیں سن لیتے ہیں خدا ہماری اور آپ کی توفیقات میں اضافہ کرے۔ ایک صلوات بھیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

تو وہ جو ہو میں بھی ایک دن ہم نے سنا دیا، ایک دن یہاں سنا دیا کہ جس شخص پر حج واجب ہو جائے اور وہ حج کئے بغیر مر جائے تو اس کی موت اسلام پر نہیں ہوتی تو مرنے والے کی طرف سے اگر حج کرایا جائے تو اس کو ثواب کیا ملے گا۔ پہلا ثواب یہ ہے کہ مرنے والے کی پوری پچھلی زندگی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ ثواب کاہے کا ہوا، یہ ثواب ہوا واجب کا، حج کا تو ہوا ہی، مگر مثال کیا ہے واجب کی۔

اب سنت کام کا ثواب سنئے معصومؑ سے پوچھا گیا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی زیارت کا کتنا ثواب ہے، امامؑ کی زیارت کا کیا ثواب ہے۔ کہا! ستر حجوں کا ثواب تو راوی کو خیال ہوا کہ امامؑ نے کچھ ثواب زیادہ بتادیا۔ کہا! ستر حجوں کا ثواب، کہا! ستر ہزار حجوں کا ثواب، تو مستحب کاموں کا ثواب واجب کاموں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے مگر واجبات ادا کرنے کے بعد اور اگر ہم نے واجبات نہیں ادا کئے تو جب تک واجبات برقرار رہیں گے وہ ثواب بھی کہیں پر رکا رہے گا۔

ایک مثال سنا دیں، ایک چھوٹا سا لطیفہ سنا دیں تو آپ کو بات یاد رہے گی اور جب یاد رہے گی تو یہ بھی یاد رہے گا کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اگر واجبات ہم نے ادا نہیں کئے تو واجبات بھی ادا کرنا پڑیں گے اور نہیں ادا کریں گے تو سزا بھی بھگتنا پڑے گی۔ ایک آدمی نے ایک آدمی سے سو روپئے قرض لئے، جو مدت تھی مہینہ بھر، چھ مہینہ جو کچھ، وہ مدت گذر گئی قرض ادا نہیں کیا، ایک دن اس کو پکڑا، کہا! تم نے سو روپئے دئے نہیں۔ وہ ہاں، ہوں کرنے لگے تو اس نے کہا کہ سنو یا تو سو روپئے دے دو یہ واقعہ آپ بھولیں گے بھی نہیں اور جب تک نہیں بھولیں گے واجبات کی ادائیگی یاد رہے گی تو اس نے کہا کہ یا تو سو روپئے دے دو اور اگر نہیں دینا چاہتے ہو تو سو پیاز کھاؤ، پیاز معلوم ہے کاندا۔ آئیں! خیر ٹھیک ہے، ہم ایک بات جانتے ہیں کہ چھیلتے جاؤ سب ملے بھی ہیں سب جدا بھی اور آخر میں کچھ نکلے گا نہیں تو کہا کہ یا تو سو روپئے دے دو یا سو پیاز کھالو یا پھر بیٹھ جاؤ سو جوتے کھالو تم کو اختیار ہے ان تین میں سے، تو روپئے دینا نہیں تھے جوتے کھانا نہیں تھے لہٰذا تیسرا فیصلہ کیا کہ سو پیاز کھالیں گے۔

اب اس کو کھلانا تھا تو ڈھونڈھ کے بڑی بڑی پیاز لایا چھوٹی کاہے کو لائے آپ یقین مانئے کسی کنجوس آدمی کے گھر اگر مہمان ہو جائیں جیسے میرے گھر میں، کاہے کو کسی کی مثال دوں تو کنجوس کے گھر اگر مہمان ہو گئے تو وہ پوچھتا ہے کہ روٹی اور لائیں تو اگر مہمان

شرمیلا ہے تو نہیں نہیں نہیں اور اگر ہمارے ایسا بے حیا ہے تو کہتا ہے کہ لائیں کیا اور لاؤ اور اگر ہوٹل میں آپ جائیں کھانا لاؤ اگر اتنا کہہ کے آپ چپ ہو گئے تو ہوٹل میں جتنی چیزیں پکی ہیں سب لا کے رکھ دے گا۔

اتنا سخی کوئی نہیں ملے گا جتنا ہوٹل والا۔ کیوں؟ جتنا مال بک جائے اتنا ہی بہتر ہے تو یہ بڑی بڑی سولا کے ڈھیر کر دی۔ اس کے کھانے کے لئے، ایک کھائی، دوسری کھائی ناک جاری ہے، آنکھ جاری ہے بدحواس چار چھ پہنچے تو کہا اب تو نہیں کھائی جاتی بری حالت ہو گئی پسینہ جاری، چہرہ لال، زبان میں چھالے، سینے میں جلن، منہ میں بد بو گت بن گئی، کہنے لگے پھر سو روپئے، کہنے لگے اچھا ایسا کرو کہ جوتے مارلو۔ وہ بھی ڈھونڈھ کے کسی ریٹائرڈ فوجی کے جوتے لایا، دس پانچ ہی اس نے رسید کئے تھے کہ بھیجہ ہل گیا، کہنے لگے چھوڑ دو تو اس کے بعد یہ کہاوت مشہور ہوئی کہ یہ پیاز بھی کھائیں گے، جوتے بھی کھائیں گے اور روپئے بھی دیں گے واقعہ میں جتنی بات معیار سے گری ہوا سے معاف کر دینا، لیکن عزیزوں یاد رکھنا اگر ہم نے زندگی میں واجبات نہیں ادا کئے خمس واجب ہے نہیں نکالا، زکوۃ واجب ہے نہیں نکالی، فطرہ واجب ہے نہیں نکالا، عزیز کا حق واجب ہے نہیں نکالا اور کار خیر کرتے گئے تو کیا ہوگا کار خیر میں دولت بھی خرچ ہو جائے گی اور واجبات نہ ادا کرنے کی بنا پر سزا بھی پائیں گے اور کار خیر کے ثواب سے محروم بھی رہیں گے تو سیدھی سیدھی بات ہے واجبات ادا کرو، اس کے بعد مستحبات انجام دو ثواب میں بڑھتے چلے جاؤ، برکت میں برکت ملتی چلی جائے وہاں بھی نعمت پر نعمت ملتی چلی جائے۔ ایک صلوات بھیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

آپ کو نہیں معلوم ہے ہمیں معلوم تھا آج اتوار ہے اتوار، بمبئی میں جب ہمارے لئے اتوار آتا ہے تو سب سے سخت دن ہوتا ہے۔ یہ صبح سے لے کے چھٹی مجلس

الحمدللہ پڑھ رہا ہوں ساتویں ابھی انشاء اللہ جو ہو میں پڑھوں گا تو آج اگر آپ کمزور صلوات پڑھیں گے تب بھی راضی رہوں گا۔

تو ساری تقریروں کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ دین آسان ہے عمل کرنے والے کے لئے اور اس آسان کو آسان تر بنانے کے لئے وہ معاشرہ اور سوسائٹی پیدا کیجئے جس میں ایک دوسرے کو دیکھا دیکھی پابندیٔ دین کا جذبہ پیدا ہو جائے اگر ہمیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کے دوسرا ایک بچہ نماز پڑھنے لگا تو اللہ چونکہ کریم ہے، رحیم ہے، وہاب ہے، وہ بخشش کرنے والا ہے لہٰذا اس بچے کو ثواب دے گا اور پورا ثواب دے گا کچھ کاٹے بغیر پورا ثواب دے گا اور میری وجہ سے متاثر ہو گیا ہے لہٰذا مجھے ثواب الگ دے گا تو اگر آپ دیندار سماج بنائیں گے تو آپ خود بھی ثواب پائیں گے دوسروں کو دیندار بنانے کا ثواب بھی پائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ یہاں پر میرا کوئی نوجوان ایسا بیٹھا ہو جس کے دماغ میں یہ بات بطور شبہ باقی رہ جائے کہ مولوی صاحب نے یہ کیا کہہ دیا کہ واجب سے مستحب کا ثواب زیادہ ہوتا ہے تو اگر آپ رائج زبان میں سننا چاہتے ہوں تو یوں سنئے کہ ڈیوٹی پر کام کرنے کی جو تنخواہ ملتی ہے وہ اور ہوتی ہے اور اُوَرٹائم کا حساب۔ سمجھ میں آ گئی واجب ہے ڈیوٹی، سنت ہے اُوَرٹائم، تو اس کا ریٹ زیادہ ہی ہوگا۔

اور اگر آپ مذہبی زبان میں سننا چاہتے ہیں، آپ مذہبی زبان میں سننا چاہتے ہیں تو واجب کا ثواب جو ہے وہ اس لئے ہے کہ مالک یہ کہتا ہے کہ ہم نے حکم دیا تھا اس نے عمل کیا تو اس عمل کا اس کی طرف سے ہمارا ثواب ہماری طرف سے، اسی لئے اس نے کہا ہے کہ سزا تو ہم برابر کی دیں گے لیکن ثواب دس گنے سے کم نہیں دیں گے لیکن جب بندے نے مستحب کام کیا تو اس کی رحمت میں جوش پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے اسے حکم نہیں دیا تھا لیکن جب یہ حقیر بندہ

ہو کے میرے سامنے تحفہ پیش کر رہا ہے تو اس کا تحفہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے اب اس تحفے کا جواب میری شان قدرت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ایک صلوات بھیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

واجبات سے روکنے کے سلسلے میں شیطان جو چکر چلاتا ہے۔ اس میں سے ڈھائی تین چکر سن لیجئے ہم بمبئی قریب قریب ۵۴ء سے آتے ہیں ۵۴ء میں آئے تھے مدرسۃ الواعظین کے واعظ ہو کے ۶۰ء سے آنے لگے عشرۂ محرم میں اور اب بحمد اللہ ۸۰ء میں بغیر عشرۂ محرم کے آگئے اور کوئی فرق نہیں، نہ میرے ثواب میں، نہ آپ کے ثواب میں تو اب بات سنئے اس طویل عرصے میں ایک سوال ہے جو بیس سال سے پچیس سال سے ایک پوچھنے آتا ہے، دوسرا پوچھنے آتا ہے، تیسرا پوچھنے آتا ہے، چوتھا پوچھنے آتا ہے یعنی کہ وہ ختم ہی نہیں ہوتا جناب جناب یہ نوٹ پہ زکوٰۃ کیوں نہیں ہے؟ آئیں، ارے بھائی آپ تین ہزار مسئلوں پر عمل کرتے ہیں یہ پوچھنے کیوں نہیں آئے صاحب، یہ مغرب کی تین رکعت کیوں ہے صبح ٹائم ہی ٹائم ہوتا ہے، فرصت ہی فرصت ہوتی ہے، دو رکعتیں کیوں، ہم نے کہا صبح کی کتنی رکعت پڑھتے ہیں کہنے لگے دو۔ ہم نے کہا، کیوں؟ کہا! سب نے یہی بتایا ہے، مغرب کی چار رکعت کیوں نہیں پڑھتے، کہا تین! سب نے یہی بتایا ہے تو تین ہزار مسئلوں پر ہم عمل کر رہے ہیں اس لئے کہ سب نے یہی بتایا ہے آقائے نجفی نے یہی بتایا تھا اور آقائے خوئیؒ نے یہی بتایا ہے اور آقائے خمینیؒ نے یہی بتایا ہے اور فلاں نے یہی بتایا ہے، ہر مجتہد یہی بتا رہا ہے تو وہاں کہیں سے سوال پیدا نہیں ہوا۔

جناب یہ صبح کی دو رکعت کیوں؟ یہ مغرب کی تین رکعت کیوں؟ یہ مسئلہ لگا پڑا ہے کہ جناب یہ نوٹ کی زکوٰۃ کیوں نہیں اور ہمیں تو ایک آدھ ایسے ہی ملے کہ واجب ہو یا نہ ہو ہم نکالیں گے۔ تو ایک بات یاد رکھئے گا اگر یہ زور میں آگیا کہ واجب ہو یا نہ ہو ہم نکالیں گے تو اگر وہ زور میں آگیا کہ ہم نے واجب نہیں کیا تم کون ہو واجب کرنے والے،

نکالیں گے تو اگر وہ نکالنے پر تیار ہو گیا تو جاؤ گے کہاں، کار خیر کرنے کی آزادی ہے جتنا چاہیئے کار خیر میں لٹا دیجئے لیکن جس کو اس نے زکوٰۃ کہہ دیا ہے بس اس پر زکوٰۃ رہے گی اس میں نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں گھٹانے بڑھانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ایک مسئلہ آپ کو یاد دلا دیں جس کے بعد کسی شیعہ کے دل میں گھٹانے بڑھانے کا تصور ہی نہیں پیدا ہوگا۔ ایک صلوات بھیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

اللہ نے نماز میں ذکر نبیؐ اور ذکر آل نبیؐ جزو نماز بنا دیا جب ہم تشہد پڑھتے ہیں تو نماز بغیر تشہد کے نامکمل اور تشہد بغیر صلوات کے نامکمل اور صلوات بغیر شمولیت آل محمدؐ کے نامکمل، کوئی صاحب کتنے ہی بڑے بادشاہ ہو جائیں، مسلمان ہو جائیں، سکندر اعظم ہو جائیں اور مغل اعظم ہو جائیں یا اور کوئی اعظم ہو جائیں ایک آدھ اعظم رہ گئے تھے نا، میں تو ان کے نام بھی نہیں لیتا مگر ان کو نماز میں آل محمدؐ پر درود بھیجنا پڑے گا، آل محمدؐ کو کسی بادشاہ کو سلام نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ اقتدار آل محمدؐ ہے، یہ وقار آل محمدؐ ہے، یہ عظمت آل محمدؐ ہے کہ ذکر خدا نامکمل ہے ذکر نبیؐ کے بغیر، ذکر نبیؐ نامکمل ہے ذکر اہلبیتؑ کے بغیر، لیکن اذان جو جزو نماز نہیں ہے اذان جو جزو نماز نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ دیں۔

آپ وہ بھی سن لیجئے اذان جو جزو نماز نہیں ہے مگر نماز اذان اور اقامت کے بعد پڑھیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے نمازی کے پیچھے دو صفیں ملائکہ کی نماز پڑھتی ہیں یعنی وہ آقائے موسوی یا مولانا کاظم رضا صاحب قبلہ تو پیش نماز ہیں ہی۔ آپ میں سے جتنے ہیں سب پیش نماز ہیں یہ پیش نماز ہیں گنہگاروں کے، وہ پیش نماز ہیں معصوموں کے، کیا ثواب رکھا اللہ نے اور اگر خالی تم اقامت کہہ کے نماز پڑھو گے تو ایک صف تمہارے پیچھے ملائکہ نماز پڑھے گی تو یہ ثواب ہے چھوڑ یئے نہیں لیکن یہ جزو نماز نہیں ہے اس کا فرق پہنچواؤں کہ اگر اذان واقامت کہہ کے نماز پڑھنے میں نماز قضا ہونے والی ہے تو وہاں پر

اذان و اقامت ترک کر دینا واجب ہوگا۔ وہ مستحبات جن کے ساتھ نماز پڑھنے میں نماز قضا ہو جائے گی تو ان مستحبات کا چھوڑ دینا واجب ہو جائے گا تا کہ نماز وقت کے اندر ادا ہو جائے تو اب اذان جزو نماز نہیں ہے لیکن جو شریعت نے اذان معین کر دی ہے اس میں نہ کوئی گھٹا سکتا ہے نہ کوئی بڑھا سکتا ہے۔

چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا جزء اذان ہے لیکن اللہ اکبر کہنے کے بعد اللہ کے لئے کوئی لفظ تعظیمی کہنا سنت ہے مثلاً جلّ جلالہ سنت ہے جزء اذان نہیں ہے۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ اب بات میں بات یاد آ گئی ہے تو جس کو برا لگ جائے معاف کر دیجئے گا۔ ایک کام کیجئے جو حضرات اذان دیتے ہیں، اقامت کہتے ہیں، زیارت پڑھاتے ہیں ان سے دست بستہ درخواست ہے کہ کسی پڑھے لکھے عالم دین سے اپنی اذان، اپنی زیارت درست کرا لیں۔

اس لئے کہ مائک پر اگر غلط اذان یا غلط زیارت دوسرے کے کانوں تک جاتی ہے تو ان کو احساس ہوتا ہے کہ یہ کیسے جاہلوں کا مذہب ہے اور ہمارے یہاں کیا راستے نکالے ہیں، عربی کی زیارت میں فارسی بھی شامل ہے السلام علیک یا سید الشہداء مثلاً السلام علیک یا شاہزادہ علی اصغرؑ ارے بھائی وہ عربی ہے یہ فارسی ہے کسی کے کان میں آواز جائے گی کیا سوچے گا کہ کوئی تمیز ہی نہیں ہے تو برائے کرم جن کو بھی زیارت پڑھانے کا شوق ہے، جن کو اذان دینے کا شوق ہے درست کر لیجئے تا کہ صحیح پڑھے ثواب بھی ملے اور کم سے کم لوگوں کے سامنے توہین نہ ہونے پائے۔

بات میں بات نکل آئی ورنہ گذارش یہ کر رہا تھا کہ اللہ اکبر جزء اذان ہے لیکن خدا کے لئے کوئی لفظ تعظیمی کہنا یہ سنت ہے۔ پیغمبرؐ کے نام نامی لے کے گواہی دینا یہ جزء اذان ہے لیکن جیسے ہی نام لے چکے ویسے ہی آپ پر درود بھیجنا یہ سنت ہے، ذکر نبوت کے

بعد، شہادت نبوت کے بعد، جزءاذان ہے حی علی الصلوٰۃ، ذکرولایت یہ جزءاذان نہیں ہے اَشْھَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُوْمِنِیْنَ عَلِیاً وَلِیُّ اللّٰہِ یااورمکمل کہئے کہ اولادہ المعصومین حجج اللہ ان سب کا کہنا ثواب ہے کہنا چاہیئے ،امامؑ کے نام کے ساتھ صلوات جیسے اللہ کے نام کے ساتھ تعظیمی فقرہ سنت ہے،ثواب ہے،مگر جزءاذان نہیں ہےتو جب مذہب نے ذکرولایت کو جزءاذان نہیں بنایا ہےتو ہم جزءاذان نہیں بنا سکتے تو مجھےسوچنا پڑا پالنے والے یہ جزءاذان کیوں نہیں بنایا اللہ کی مصلحت اللہ جانے لیکن میں ایک بات کہتا ہوں کہ مولاؑ کا نام لے کے ذکرولایت کو جزءاذان بنا دیا ہوتا تو جو صاحب خلیفہ بنتے ان کا نام آجاتا جو صاحب خلیفہ بنتے مولاؑ تو خلیفہ بنے نہیں تھے لٰہذا ہر ایک کا اذان میں نام آجاتا۔

لٰہذا جہاں غلط نام آنے کی جگہ تھی وہاں ایسا سیل مہر لگا دیا کہ کسی کا نام نہ آنے پائے تو مولاؑ کا ذکر تو رہ گیا۔

پالنے والے نے کہا اذان میں رہ گیا ہے اذان جزءنماز نہیں ہے۔نماز میں شامل کردوں گا ذکر اہلبیتؑ تاکہ جزءنماز بن جائے ذکر آل محمدؐ تو دنیا کے سارے شیعہ مل کے اب ذکرولایت کو مستحب تو کہہ سکتے ہیں مگر جزءاذان نہیں بنا سکتے ہیں تو جب یہ منزل ہےتو جن چیزوں میں مذہب نے زکوٰۃ واجب کردی ہے اسے نہ کوئی گھٹا سکتا ہے نہ کوئی بڑھا سکتا ہے۔کن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے سن لیجئے نو چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے اگر آپ کاشتکاری کرتے ہیں،کھیتی کرتے ہیں تو صرف چار غلوں پر زکوٰۃ واجب ہے گیہوں ، جو ،انگور،خرمہ،اگر کوئی جانور پالتا ہے ایسے جانور پالتا ہے جو چر کے پلتے ہیں، کھلانا نہیں پڑتا ہےتو سب کا نصاب ہے۔

اس میں الگ الگ شرائط ہیں تو اونٹ ، گائے ، بیل ، بھیڑ ، بکری ، گوسفندان پر

زکوٰۃ واجب ہے اگر کسی کے پاس سکے دار سونا چاندی ہے دو لفظیں یاد رکھئے گا اگر کسی کے پاس سکے دار سونا چاندی ہے، سونا چاندی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، سونے چاندی کا سکہ نہیں ہے زکوٰۃ واجب نہیں ہے، سونے چاندی کا سکہ ہو چاہے وہ سکہ چلتا ہو یا نہ چلتا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

ان نو کے علاوہ دسویں کسی چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ دسویں چیز یہ ہے کہ مال تجارت پر زکوٰۃ سنت ہے واجب نہیں ہے تو اگر کوئی آدمی مثلاً صرافہ کا کاروبار کرتا ہے تو وہ نوٹوں کی زکوٰۃ نکال سکتا ہے مگر مستحب، ہم لوہے کا بیوپار کرتے ہیں تو مال تجارت میں لوہے کی زکوٰۃ نکال سکتے ہیں مگر مستحب اس کے علاوہ شریعت میں کوئی اضافہ کسی کے بس کا نہیں ہے تو ایک طرف تو یہ زور ہے کہ جناب نوٹ پر زکوٰۃ، ۶۰ء سے لے کے آج تک ہم پکڑے جارہے ہیں اور سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے مگر کیسے کیسے بحث کرنے آئے کہنے لگے جناب اگر نوٹ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی تو زکوٰۃ نکلے گی کتنی اور جب تھوڑی نکلے گی تو سب کی ضرورتیں کیسے پوری ہوں گے۔

تو میرا سیدھا سیدھا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب اللہ آپ سے کمزور تھا سمجھنے میں بھئی جسے نفاذ کرنا ہے، جسے شریعت کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنا ہے وہ تو زکوٰۃ کو محدود کرتا ہے آپ پریشان ہوئے جاتے ہیں تو پریشانی اصل میں ہے کیوں، اچھا تو پریشانی ہے کیوں یہاں پر وجہ ہم بتادیں چونکہ بڑے بھائی نکالتے ہیں نا تو دین میں ان سے کمزور نہ پڑ جائیں۔ اچھا دنیا کی ہر چیز میں خمس واجب پانچواں حصہ، یہاں پر دوسری بحث شروع ہوگئی کہ صاحب دسویں پارے میں خمس تو لکھا ہے مگر قرآن میں دو درجن مثلاً چار درجن جگہ پر لکھا ہے کہ زکوٰۃ دو اور خمس کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے کہ خمس دو لہٰذا اہمیت تو زکوٰۃ کی ہے خمس کی کہاں ہے سنا آپ نے یہ شیطان کا چکر ہے۔

ابھی ہم نے آج ایک مجلس پڑھی تھی اندھیری میں، اندھیرے میں نہیں، اندھیری میں وہاں ذکر آ گیا تو ایک صاحب دبئی میں ہمارے پاس آئے ٹیلیفون کیا کہ کچھ مسائل پوچھنا ہے۔ میں نے کہا تشریف لے آیئے۔ اچھا مسائل پوچھنے والے بھی نہیں سوچتے ہیں کہ جب مجلس پڑھ کے بیٹھے ہیں تب آپ مسائل پوچھنے بیٹھے۔

ہم بمبئی میں عشرۂ محرم میں آیا کرتے تھے تو ہمارے کچھ بھائی تھے جو ڈیڑھ بجے رات کو آ کے جگاتے تھے۔ ہم نے کہا! بھائی یہ کون ٹائم ہے کہنے لگے کہ جناب اپنے کو یہی ٹائم ملتا ہے اور اٹھو جناب چائے پانی پیؤ باتیں کرو۔ ارے بھائی ہم تین مجلسیں پڑھ کے ابھی مرے ہیں خیر تو اب گذارش میں کیا کر رہا ہوں کہ ہم مجلس پڑھ کے جیسے ہی اترے ویسے ہی وہ صاحب تشریف لے آئے کہنے لگے میں نے ٹیلیفون کیا تھا میں نے کہا جی ہاں تو مجھے کچھ مسائل پوچھنے تھے۔

میں نے کہا کہ فرمایئے مجھے معلوم ہوں گے تو عرض کروں گا، نہیں معلوم ہوں گے اقرار کروں گا۔ کہنے لگے صاحب قرآن میں درجنوں جگہ زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ خمس کا ایک ہی جگہ ذکر ہے اس کی وجہ کیا ہے یعنی جیسے قرآن ہم ہی لائے ہیں۔ آئیں! ارے بھائی وجہ پوچھنا ہے تو اس سے پوچھو اور اس سے اگر پوچھو گے تو وہ ایسا پوچھے گا لیکن کچھ نہ بتائیں تو مولوی کیسے رہیں۔

مگر جناب ہم اپنے کچے مولوی ہونے کا اقرار کر لیتے ہیں، الٹی سیدھی ہانک کے کام چلانے کی ہم کو ضرورت نہیں پڑتی اللہ کا فضل ہے ہماری مجلس ویسے ہی چل جاتی ہے۔ ہم وعظ و نصیحت کر کے مجلس چلا دیتے ہیں مولاؑ تو ہمیں پریشانی کیا ہے کہ ہم مجلس چلائیں تو ہم نے ان سے ایک بات کہی تھی وہی ہم نے اندھیری میں بھی سنائی تھی کہا کہ کل کی وجہ کیا ہوگی وہ بھی خدا جانے اور آئندہ کی وجہ کیا ہوگی وہ بھی خدا جانے آج کی وجہ ہم

بتا سکتے ہیں۔ کہنے لگے کہ بتایئے ہم نے کہا کہ آج جو فقط مسلمان ہیں، مومن نہیں ہیں، شیعہ نہیں ہیں زکوٰۃ وہ نکالتے ہیں اور خمس فقط شیعہ نکالتے ہیں کہنے لگے کہ اس کا مطلب کیا ہوا ہم نے کہا کہ اللہ کو یہ اعتماد تھا کہ یہ مسلمان نہ ماننے والے ہیں ان سے سو مرتبہ کہو۔ شیعہ ماننے والے ہیں ان سے ایک مرتبہ کہنا کافی ہے۔ ان کو بھی پسند آگئی آپ کو بھی پسند آگئی ہم کیا کریں یہ خالی ہمارا جوڑتوڑ ہے۔ وہاں سے کوئی جواب تو آیا نہیں ہے۔

اب یہاں دوسری بحث شروع ہوئی کہ صاحب دسویں پارے میں تو لکھا ہے کہ جو مال غنیمت ملے تو جب میدان جہاد میں مال غنیمت ملے گا اس میں خمس واجب ہوگا۔ یہ ملاّ مولویوں نے کہاں سے زور لگایا کہ جو سال میں بچے اس میں سے نکالو وہاں ہم روز اعلان کر رہے ہیں کہ نوٹ پہ زکوٰۃ نہیں ہے۔ نہیں ہم نکالیں گے یہاں سارے علماء بیان کر رہے ہیں کہ سال کی بچت پر خمس واجب ہے نہیں نکالیں گے تو ہم سمجھ گئے ہیر پھیر اس کا ہے کس کا، آئیں! نہیں نام نہ لیجئے آجائے گا۔

ایسا ڈر رہے ہیں اجی لاحول بھیجئے چلا جائے گا، خیر سنئے نو چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے دسویں چیز پر زکوٰۃ نہیں ہے اور سات چیزوں پر خمس واجب ہے آٹھویں چیز پر خمس واجب نہیں ہے۔ سات میں چھ کا ہم میں سے اکثر لوگوں کا تعلق نہیں ہے۔ تعلق ہے اس کافرذمی سے جو مسلمان سے زمین خریدے تو اس کا تعلق کافرذمی سے ہے چھوڑیئے اس کو، اس وقت زمین میں خزانہ نکل آئے، سمندر سے موتی مونگا نکالے، حلال حرام اس طرح مل جائے کہ جدا ہو ہی نہ سکتا ہو تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خمس نکالے۔

میدان جہاد میں مال غنیمت ملے اس کا خمس نکالے۔ کتنے ہو گئے۔ کافرذمی مسلمان سے زمین خریدے، حلال حرام میں مل جائے، خزانہ ایک آدھ آپ بھی یاد کیجئے، سمندر سے مونگا موتی نکالے، زمین سے کان نکل آئے یعنی کھان نکل آئے، ہو گیا مال

غنیمت اس کا تعلق ہم سے آپ سے نہیں ہوتا ہے مگر ہوتا ہے سالانہ بچت۔

ایک صاحب ہم سے کہتے تھے کہ یہ مولوی صاحب روز خمس اس لئے بیان کرتے ہیں کہ ان کو تنظیم المکاتب کے لئے خمس چاہیئے تو سنئے اس سے وہ ڈرے جو خمس لے کے کھاتا ہو ہم تو رسید دیتے ہیں رسید اور ہم بمبئی میں بیٹھے ہیں حساب جا کے آپ لکھنؤ میں دیکھ لیں، آڈٹ رپورٹ چاہیئے ہم سے لیجئے۔ مزاج پیدا کیجئے تب ہمارے مقابلے پر آیئے کہ رسید لے کے خمس دیجئے اور خرچ کے لئے رسید مانگئے۔

ڈر کیا ہے اسی لئے خمس سناتے ہیں تا کہ آپ نکالئے تا کہ ہم لیں اور ہم لیں تا کہ بچوں کو مذہبی تعلیم دلائیں۔ ان لفظوں سے ہم ہارنے والے نہیں ہیں اور ہم کہتے ہیں آپ خمس نکالئے، ہمیں زندگی بھر نہ دیجئے، اگلی نسلوں کو وصیت کر جایئے کہ سب کو دینا مگر تنظیم المکاتب کو مت دینا مگر نکالو تو، آپ کہیں گے اس میں کیا فائدہ ہمیں دو فائدہ کہ مولاؑ کے پاس لڑتی ہوئی دو عورتیں آئی تھیں ایک اصلی ماں تھی ایک نقلی ماں تھی مولاؑ نے قنبرؓ سے کہا کہ جھگڑے کا فیصلہ کر دو تلوار لاؤ اور کاٹ کے آدھا اسے دے دو اور آدھا اسے دے دو، جو نقلی ماں تھی اس نے کہا آدھا ہی مل جائے اور جو اس کی اصلی ماں تھی اس نے کہا کہ انہیں کو دے دیجئے مولاؑ نے کہا یہی ماں ہے اسے دو تو یہ اصلی ماں نے کیوں کہا کہ انھیں کو دے دیجئے اسے اطمینان تھا کہ کٹ جائے گا تو کیا فائدہ، زندہ رہے گا تو جہاں بھی رہے گا ہمارا رہے گا۔

اس لئے خمس نکالو ہمیں مت دو کسی کو دو گے، دین کا کام تو ہوگا اچھا یہ کیا بات ہوئی ہم کہتے ہیں ڈاڑھی رکھو کوئی حرج نہیں، ہم کہتے ہیں پردہ کرو کوئی حرج نہیں، ہم کہتے ہیں نماز پڑھو کوئی حرج نہیں، ہم کہتے ہیں خمس نکالو کہتے ہیں تنظیم المکاتب کوئی عیب ہے۔ بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام آپ کیجئے اور آج تک ماں باپ نے اپنے بچوں کی

مذہبی تعلیم کا انتظام کیا ہوتا تو یہ دردِ سر ہم کیوں مول لیتے تو خیر کبھی نہ دیجئے مگر مسئلہ سنئے اور نکالیئے جہاں چاہیئے وہاں دے آیئے مگر واجب تو ادا کیجئے۔ مسئلہ سن لیجئے، چھ چیزیں میں نے گنا دیں مال غنیمت اور کان اور یہ اور وہ۔ ساتویں چیز کیا ہے سالانہ بچت، سالانہ بچت کے معنی ہی نہ پیدا ہوں گے جب تک کہ سال نہ طے ہو گھڑی وڑی نہ دیکھئے گا، آج یہ نہ سوچئے گا کہ مولوی تھکا ہوا ہے چھٹی مجلس پڑھ رہا ہے پھر آج ہم جو ہو والی بھی یہیں پڑھ دیں گے۔ ایک صلوات بھیجئے بر محمدؐ و آل محمدؐ۔

جس دن ہم پیدا ہو گئے اس دن سے ہماری عمر شروع ہو گئی یا نہیں یا جب ہم شروع کریں گے تب شروع ہو گی کیا خیال ہے۔ ہمارے ایک دوست تھے ان کی تین بیویاں مر گئیں، چوتھی کی تلاش میں تھے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہے کہنے لگے کہ جب ہماری تیسری بیوی مری تھی تب ہم اڑتالیس سال کے تھے ہم نے کہا کہ اب، کہا چوالیس سال کے ہیں۔ ہم نے کہا کہ یہ الٹی عمر واپس کیوں ہو رہی ہے۔ کہا جب تک شادی نہ ہو جائے گی گھٹتی رہے گی تو یہ مذاق بھری باتیں تو ہو سکتی ہیں لیکن عمر، تو ہم ۲۴؍ رجب کو پیدا ہوئے ہیں تو جب تیئس رجب آئے گی تو ہماری عمر کا ایک سال پورا ہو ہی جائے گا جیسے عمر کا سال شروع ہو جاتا ہے اللہ کی طرف سے ویسے ہی جب کسی کو اللہ کی طرف سے ر . ں ملنے لگتی ہے۔

جب مالک ہو، کما کر کھائے یا والدین سے جیب خرچ ملنے لگے کہ والدین اس کو اس کا مالک بنا دیں تو جب سے روزی ملنے لگی ہمارا فائنشیل سال شروع ہو گیا، مالی سال شروع ہو گیا۔ عمر کا سال شروع ہو جاتا ہے کرنا نہیں پڑتا۔ تو مالی سال روزی سے شروع ہو جاتا ہے شروع کرنا نہیں پڑتا ہے تو فرض کیجئے کہ ہم کو ۷؍ دسمبر کو پہلی روزی ملی تو ساری عمر میں ۶؍ دسمبر ہمارے مالی سال کا آخری دن ہو گا۔ اس ۶؍ دسمبر کو جو موجود ہے

یہی بچت ہے اللہ کے یہاں کھاتہ واتہ نہیں چاہیئے اور وہاں نمبر دو کے کھاتے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ جنت فقط نمبر ایک کی ہے، دو والی ہے ہی نہیں، نمبر دو کے لئے ادھر بڑی جگہ پڑی ہے۔ خیر کہیں سے کہیں بات چلی جائے گی تو جب زندگی میں ۶ ر دسمبر آئے گی تو سال پورا ہو جائے گا لڑکا ہو لڑکی ہو، مرد ہو عورت ہو چھ دسمبر جب اس کے سال کا آخری دن طے ہو گیا تو طے ہو جائے گا۔

اگر کبھی بدلنا ہو تو ۶ ر نومبر مثلاً کر سکتے ہیں یعنی گھٹا سکتے ہیں بڑھا نہیں سکتے۔ مذہب نے اختیار دے دیا ہے شمسی مہینے سے حساب مقرر کیجئے چاہے قمری مہینے سے، اس دن جو ہے وہ بچت ہے، ہم نے ایک دن مسئلہ بیان کیا سن رہے ہیں ایک صاحب آئے مولوی صاحب، مولوی صاحب ہم بچ گئے تو ہم نے کہا کہ کاہے سے بچ گئے۔ کہنے لگے خمس سے ہمارے پاس کچھ بچا ہی نہیں یعنی جیسے کوئی آفت آنے والی تھی، بلا آنے والی تھی ایکسیڈینٹ ہونے والا تھا۔ بچ گئے ارے بچ گئے تو بد قسمت ہو بچ گئے یعنی کیا مطلب، یعنی سال کے آخری دن تمہارے پاس کچھ بچت نہیں ہوئی تو بد قسمتی ہوئی نا، سال کے آخری دن کچھ بچنا خوش قسمتی ہے۔ جس کا خمس کم نکلے یہ روزی کی کمی ہے۔ جس کا خمس زیادہ نکلے وہ اتنا ہی خوش قسمت ہے۔

خیر تو اس دن کیش کیا ہے وہ دیکھ لیجئے اس دن آپ کے گھر میں ایسا سامان کیا ہے جو استعمال کرنے سے گھٹ جاتا ہے۔ پٹرول، دیا سلائی، سگریٹ جو چیزیں استعمال سے گھٹتی ہیں، زیور، فرنیچر، کراکری استعمال کرنے سے نہیں گھٹتی۔ مثالیں دے رہا ہوں اور جن صاحب کو درکار ہو اردو میں اور ہندی میں دینی مشکلات کا حل ہم نے چھاپا ہے آپ ہم سے لے کے پڑھ سکتے ہیں۔

انشاء اللہ گجراتی، انگریزی میں بھی چھاپ دیں گے کبھی نہ کبھی اس میں بہت

سے مسائل آپ کو مل جائیں گے خیر تو کیش کیا ہے اور گھٹنے والا سامان کیا ہے اس کو جنس کہتے ہیں اور دوسرے سال ۷/دسمبر سے شروع ہوتا ہے ۶/دسمبر کو ختم ہوتا ہے اس سال کی آمدنی سے اگر ہم نے کوئی ایسی چیز خریدی جس کی ہمیں ضرورت نہیں تھی تو اسے بھی جوڑنا پڑے گا۔ آج پہلے دن پوری خوراک نہیں آدھی خوراک اس لئے کہ ڈوز پورا ہو جائے گا تو ممکن ہے کہ الٹی ہو جائے تو کیش کیا ہے جنس کیا ہے بے ضرورت سامان کیا خریدا ہے یہ جوڑ لیجئے اور اگر جوڑ سکیں تو سال بھر میں جتنا حرام میں خرچ کیا ہے۔

ایک صاحب نے تیور بدلتے ہوئے کہا جناب! حرام میں ہم نے کیا خرچ کیا ہے ہم نے کہا کہ یہ جتنے کے بلیڈ خریدے ہیں یا ڈاڑھی منڈوانے پر خرچ کیا ہے یہ بھی جوڑنا پڑے گا تو یہ جوڑ لیجئے ہزار بنے، سو بنے، ایک لاکھ بنے اور پانچواں حصہ خمس کا واجب ہوگا اور سو جوڑے ہیں آپ نے تو اگلے سال کے لئے نوٹ کر لیجئے کہ سال میں اگلے سال کے لئے بچت خمس میں اسّی ہے اس سے آگے پار سال جتنا بڑھے گا اس کا خمس واجب ہے۔ اگلے سال اسّی نہیں واجب، ستر نہیں واجب تیسرے سال پھر اسّی تو دس کا واجب ہوگا اور آقائے خوئی کے یہاں اتنی قید اور ہے کہ ۷/دسمبر سے سال شروع ہوا اور اگر ۷/دسمبر سے آمدنی خرچ دونوں شروع ہو گئے تو جو بچت ہے ویسے ہی برقرار رہے گی اسّی بچت تھی ۷/دسمبر سے سال شروع ہوا آمدنی خرچ دونوں پار سال مجرا ہو جائے گی لیکن آمدنی ہوئی ۱۵/دسمبر سے اور اتنے میں اسی میں سے دس خرچ ہو گئے تو ستّر جو بچت رہی ہے اگلے سال جب ستّر سے بڑھے گا اس پر واجب ہے یہ جو بیس نکلے ہیں اس میں سے دس حق امامؑ ہے، دس حق سادات ہے۔

یہ آپ اس سیّد کو دے سکتے ہیں جس کا باپ سیّد ہو، ماں کا سیدانی ہونا ضروری نہیں ہے اور غریب ہو اور اتنا ہی دے سکتے ہیں جتنا اس کے سال کے خرچ میں گھٹتا ہو اور اطمینان

ہو کہ شرابی نہ ہو ایسا حرام میں مبتلا نہ ہو کہ پیسے پاتے ہی حرام میں خرچ کرڈالے اگر ایک آدمی آپ سے کہے میں سیّد ہوں نہیں دے سکتے، ایک آدمی کہے کہ میں غریب ہوں نہیں دے سکتے شریعت میں جو اصول طے ہیں ان کی بنا پر دیجئے یعنی آپ کو ذاتی علم ہو کہ سیّد ہے، غریب ہے دو عادل آدمی گواہی دیں کہ یہ سیّد ہے، غریب ہے اس کے وطن والے عام طور سے یہ کہیں "جو چاند کے اصول ہیں وہ بتا رہا ہوں" کہ سیّد ہے، غریب ہے دے سکتے ہیں۔

اب رہا حق امامؑ یہ جو آدھا ہے یہ حق امامؑ کہلاتا ہے اس میں یہ تین حق ہیں۔ اللہ، رسولؐ اور امامؑ تینوں کامل کے حق امامؑ ہو گیا حق امامؑ آپ کہیں نہیں خرچ کر سکتے۔ جس عالم کی تقلید میں آپ ہیں شرعاً وہ بھی مسئلہ نکل آئے گا تو ایک اور مجلس درکار ہوگی آپ کی مرضی نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے تقلید کر لیجئے جس کا شرعاً عالم ہونا ثابت ہو اس کی تقلید واجب ہے تو اس کو دیجئے یا جس کو اس نے خمس لینے کے لئے وکالت نامہ دیا ہوا سے دیجئے یا جن اداروں کو یا جن کاموں کو اجازت ملی ہو کہ یہاں خمس دیا جا سکتا ہے انہیں دیجئے، جس کو دیجئے پوری پرکھ کے ساتھ دیجئے، مروت نہ کیجئے آپ تنظیم المکاتب کو نہیں دینا چاہتے ہیں ایک پائی مت دیجئے۔

پہلے یہ کہئے کہ ہم کو وہ تحریر دکھاؤ جس میں آقائے خوئی نے اجازت دی ہے، ان علماء کی تحریر دکھاؤ جنہوں نے اجازت دی ہے، یہ مزاج پیدا کیجئے تو آپ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکے گا اور اگر آپ نے سوچا بھلا غلام عسکری دھوکا دیں گے تو خمس میں اور کون دھوکا دے گا، بنارس کے پنڈت دھوکا دینے کے لئے تھوڑی آئیں گے اس میں تو ہم مولوی دھوکا دیں گے اور کون دھوکا دے گا حق سادات میں کون دھوکا دے گا، سیّد ہی دھوکا دے گا کار خیر آپ اپنی جیب سے جتنا چاہیں کر سکتے ہیں اگر وہ غیر مستحق تک بھی پہنچ جائے گا تو چونکہ آپ کی نیت کار خیر کی ہے تو آپ کو ثواب مل جائے گا۔

لیکن رقمیں جب تک شرعی اصول سے صحیح جگہ نہیں پہنچ جائیں گی ادا کر کے بھی آپ کے ذمہ باقی رہیں گی وہ چیزیں، صحیح نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوتی ہے نماز پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی ہے۔ میں نے بڑی زحمت دے دی کچھ وقت بھی بڑھا دیا میں نے وہ صرف اس لئے کہ میں اتنے دن سے جو کہتا آیا ہوں اس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے دیندار بنئے، دیندار بنائیے، واجبات ادا کیجئے دنیا میں برکت حاصل کیجئے موت میں راحت حاصل کیجئے، موت کے بعد مغفرت حاصل کیجئے اور آخرت میں جنت حاصل کیجئے میں آپ کے لئے دعا کروں گا اور آپ میرے لئے دعا کیجئے۔

شریعت آسان ہے عمل کرنے کی نیت ہونا چاہئے۔ ایک صاحب کا ایک سوال تھا مجھے اب یاد آیا۔ انہوں نے کہا تھا اتوار کو سنا دیجئے گا ان کو نہیں سنا سکا ہوں ان کو سننا ہو تو کل آجائیں۔ اب مجھے اختتام کلام میں صرف اتنی سی بات کہنا ہے کہ سارے غلط تصورات کا بوجھ اپنے دماغ پر سے ہٹا دیجئے۔ خدا نے جناب آدمؑ سے لے کر کے حضورؐ تک اور حضورؐ سے لے کر کے حضرت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؑ اور بارہ امامؑ اور معصومہ کونینؑ ان سب کی زندگیاں اسی لئے اس دنیا میں صرف کر دیں کہ آدمی دیندار بن جائے تو اگر ہم بے دین رہتے ہیں تو اپنی اولادوں کو اور سماج کو بے دین بناتے ہیں تو آدمؑ کی محنت برباد کرتے ہیں، نوحؑ کی محنت برباد کرتے ہیں، سارے نبیوں کی محنت برباد کرتے ہیں، سب اماموں کی محنت برباد کرتے ہیں اور اگر دین کو بچاتے ہیں خود دیندار بنتے ہیں، دوسروں کو دیندار بناتے ہیں تو ہم خالی دیندار نہیں بنتے ہیں بلکہ سارے معصومینؑ کے مددگار بنتے ہیں۔

آپ اس کو مجاز نہیں کہہ سکتے ہیں، آپ اس کو غلو نہیں کہہ سکتے ہیں جنہوں نے کربلا میں آ کے حسینؑ کا ساتھ دیا تھا آج ان کی زیارت پڑھی جاتی ہے۔ کیسے السلام علیک یا انصار دین اللہ اے دین خدا کے مدد کرنے والوں تم پر سلام، السلام

علیک یاانصار رسول اللہ رسول اللہ کے مددکرنے والوں تم پر سلام، السلام علیک یاانصار امیر المومنین علیؑ کے مددگاروں تم پر سلام، معصومہؑ کے مددگاروں تم پر سلام، حسنؑ کے مددگاروں تم پر سلام، حسینؑ کے مددگاروں تم پر سلام، تو شہدائے کربلا حسینؑ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے لہٰذا ان کی فہرست یہاں پر آ کے تمام ہوگئی اگر آج میری کوئی بہن، میری کوئی بیٹی، میرا کوئی بیٹا، میرا کوئی بھائی، میرا کوئی بزرگ دیندار بنے گا اور دوسروں کو دیندار بنائے گا تو آواز آئے گی کہ آدمؑ سے لے کر کے آخری امامؑ تک ہر ایک کے مددگاروں میں تمہارا نام شمار ہے۔ اس کے آگے کیا شرف چاہیئے اس کے آگے کون سی فضیلت چاہیئے۔

اب آیئے جرأت لینا ہے، ہمت لینا ہے، حوصلہ لینا ہے دیندار بننے کے لئے اور دیندار بنانے کے لئے تو دیکھئے بریرؑ کی طرف، نظر گھما کے دیکھئے زہیرؑ کی طرف، سبق لیجئے حبیبؑ سے، جرأت لیجئے حرؑ سے تاریخ پڑھئے میں آپ کو یاد دلاؤں حسینؑ کے اصحاب میں ایک ایسا جری اور بہادر صحابی تھا جس کا نام تھا عابس شاکریؑ۔

دو تین منٹ مصائب پڑھوں گا توجہ فرمایئے اور غم کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔ عابس شاکریؑ ایسے بہادر تھے کہ ان کا نام سن کے کوفے کی فوج تھراتی تھی۔ جب وہ کربلا کے میدان میں آئے تو ایک کوفی نے کہا عابس، عابس حسینؑ کی طرف سے لڑنے آئے ہو۔ کہا بے شک! کہا تو پھر حسینؑ والے تو شہادت کے لئے آتے ہیں۔ کہا ہاں شہادت ہی کے لئے آیا ہوں۔ تو یہ تم نے بچاؤ کے لئے زرہ کیوں پہنی ہے۔

اللہ! عابس شاکریؑ گھوڑے سے اتر پڑے زرہ نوچ کے پھینک دی، تلوار نیام سے نکالی اور نیام کے دو ٹکڑے کئے اور پھینک دیا اور کہا کہ حسینؑ کے ساتھی کو للکارتے ہو، تلوار ہاتھ میں لی اور فوجوں کے دل میں پیدل چلے گئے اور عالم یہ تھا کہ جدھر رخ کر لیتے تھے، فوجیں پیچھے ہٹ جاتی تھیں، میدان صاف ہو گیا، فوجیں تتر بتر ہو گئیں، ترتیب لشکر

ٹوٹ گئی آخر میں گھبرا کے پسر سعد نے آواز دی یہ عابس شاکری ہیں ان سے لڑنا ہے تو ایک ہی راستہ ہے۔ ایک پیاسا، حسینؑ کا ساتھی بیچ میں کھڑا ہے ہر طرف سے جب تیر آنے لگے، زخمی ہو کے گرے تو آواز دی مولاؑ، عابسؑ کی آواز پر حسینؑ نے آواز دی کہ آرہا ہوں اور دنیا جانتی ہے کہ جس نے آواز دی، حسینؑ اس کے سرہانے پہنچ گئے البتہ مجبوری کا وقت وہ وقت تھا، جب حسینؑ زمین پر آچکے تھے تو حسینؑ کسی کو آواز نہیں دے سکتے تھے، حسینؑ کسی کو پکار نہیں سکتے تھے، حسینؑ کسی کو مدد کے لئے بلا نہیں سکتے تھے۔

ہاں! کچھ چھوٹے چھوٹے بچے باقی رہ گئے تھے جو خیموں سے باہر نکل آئے تھے چلو دیکھیں مولاؑ کا حال کیا ہے۔ اس میں قاسمؑ بن حسنؑ کا بھائی عبداللہ بن حسنؑ لشکریوں کے درمیان، فوجوں کے درمیان بیٹھا، بغیر تلوار لئے ہوئے چچا کو ڈھونڈھتا ہوا پھر رہا تھا کہ ایک مرتبہ دیکھا کہ چچا بیٹھے ہیں اور ایک ملعون ایک دشمن نے تلوار لگائی۔ کہا! ارے کیا کرتا ہے میرے چچا کو زخمی کر دے گا، ارے میرے چچا کو زخمی کر دے گا تب پہنچا بچہ جب ملعون کی تلوار چل چکی تھی، کچھ نہ کر سکتا تھا اپنے دونوں ہاتھ بڑھا دیئے، ہاتھ کٹ گئے، تلوار رک گئی، حسینؑ بچ گئے مگر خون کا فوارہ جو ابلا تو بھتیجا گر پڑا حسینؑ نے گود میں سنبھالا۔

ایک فقرہ سنو تھوڑی دیر پہلے ایک تیر اصغرؑ کو لگا تھا کہ اصغرؑ باپ کی گود میں دم توڑ رہے تھے۔ اب تھوڑی دیر کے بعد چار سال کا عبداللہ بن حسنؑ اس کے اوپر ایک تیر آ کے لگا۔ بھتیجا دم توڑ رہا ہے میری بہنوں! میری بیٹیوں! میرے بچوں! میرے بھائیوں! آخری فقرہ سنو اور ماتم کرو۔ چھ مہینے کی جان کا دم توڑنا اور لاش کا سنبھال لینا آسان تھا لیکن چار سال کے بھتیجے کا دم توڑنا اور کمزور حسینؑ کا میت سنبھالنا، اے میرے مولاؑ، اے میرے مظلومؑ، اے میرے آقاؑ یہ سب تیرا کارنامہ تھا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۱۰)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

دین کی پابندی کی طرف بلانے والا خدا، قیامت تک رہنے والے قرآن مجید میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں ہی آسانیاں چاہتے ہیں اور ہرگز ہرگز تمہارے لئے مشکلیں، سختیاں اور زحمتیں نہیں چاہتے ہیں۔ میرے پچھلے بیانات آپ کے ذہنوں میں محفوظ ہیں۔ کل میں نے آپ کے سامنے یہ بات کہی تھی کہ شیطان ہم پر دوطرفہ حملہ کرتا ہے یعنی ایک طرف جن چیزوں سے مذہبی بنیاد پر بچنا واجب ہے۔ ہم کو ہماری نئی تہذیب کے ذریعہ انہیں چیزوں کی طرف ڈھکیل کے لے جاتا ہے اس کی دو مثالیں میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی تھیں کہ پوری دنیا کے سارے جانور پاک ہیں۔ جانوروں میں صرف دو جانور نجس ہیں لیکن جیسے کوئی چرواہا اپنے گلہ کو ہنکاتا ہے ویسے ہی شیطان انسانوں کو ہنکاتا ہے۔ آج نئی تہذیب میں سب سے لذیذ غذا ہے سور کا گوشت اور سب سے محترم جانور ہے کتا یعنی یہی دو جانور نجس تھے۔

دوسری گذارش میں نے آپ کے سامنے یہ کی تھی کہ جہاں ایک طرف مذہب

نے جن باتوں سے منع کیا ہے، مختلف طریقوں سے شیطان ہم کو ان تک پہنچا دیتا ہے اور دوسری طرف شیطان نے یہ راستہ نکالا ہے کہ مذہب نے جن چیزوں کو واجب قرار دیا ہے اور یہاں سے میرا آج کا بیان شروع ہو رہا ہے کل میں تھکا تھا آج بحمد اللہ تھکا نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ آپ تھکے ہوں صلوات نہ پڑھ سکتے ہوں۔

دوسری طرف شیطان مذہب سے دور کرنے، الگ کرنے، بیگانہ کرنے کا راستہ یہ نکالتا ہے کہ شریعت نے جن چیزوں کو واجب کیا ہے ان واجبات کے بجائے ہمارے سماج میں مذہب کے نام پر، کارِ خیر کے نام پر، عقیدت کے نام پر ایسی نئی نئی چیزیں ایجاد کراتا ہے کہ ہم محبت میں، عقیدت میں، ناسمجھی میں چیزوں کی طرف بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس حد تک بڑھتے چلے جاتے ہیں کہ وہ چیزیں جو ہم نے ایجاد کی ہیں مذہب کا ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں آیا ہے ان چیزوں کے انجام دینے کے بعد ہمارے دل ودماغ کو یہ اطمینان دلا دیتا ہے کہ اب تو جنت کہیں گئی نہیں ہے تو جب ایک مذہبی خیال کے انسان کو کسی عمل کے ذریعہ صحیح خیال پیدا ہو جائے کہ جنت مل جائے گی تو پھر واجبات کا چھڑا دینا بہت آسان ہے۔ اس لئے کہ اصل میں تو جنت ہی چاہیئے جب وہ مل ہی گئی ہے تو واجبات کی کیا ضرورت ہے۔

یہ مسئلہ نازک ہے اس بات کے سمجھنے میں آپ جلدی نہ کریں اور اس بات کو سمجھنے میں پورے سکون کے ساتھ میری باتوں کو سنیں، سمجھیں اور نہ سمجھ میں آئے تو کل پھر مجھ سے پوچھ لیں۔ یہ سنانے سے پہلے میں اتنی تمہید پر زور اس لئے دے رہا ہوں کہ میری جس سے لڑائی ہے اس تقریر میں وہ غیر حاضر نہیں ہے وہ یہیں ہے جو شیطان آسمانوں پر سجدے کر سکتا ہے وہ کسی مسجد میں آنے سے کیا رک سکتا ہے وہ مجھ تک منبر پر آ سکتا ہے تو آپ تک فرش پر آنا کیا دشوار ہے۔

تو میں اہتمام اس لئے کر رہا ہوں کہ اگر آپ نے میری باتوں کو سمجھنے میں ذرا جلدی کی تو وہ آپ کو ایسی نئی بحثوں میں الجھا دے گا کہ بجائے اس کے کہ ہم آپ کو واجبات کی طرف بڑھا کر لے چلیں، ہمارے ہی آپ کے درمیان نئی بحثیں پیدا ہو جائیں گی تو میں نے کیا کہا کہ میری کل کی اور آج کی تقریر کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ ہمیں ترقی کے نام پر، تہذیب کے نام پر، تمدن کے نام پر، فیشن کے نام پر، رواج کے نام پر، ان حرام اور نجس چیزوں تک پہنچا دیتا ہے جن کو مذہب نے نا جائز قرار دیا ہے اور دوسری طرف عقیدت و محبت کے نام پر، دین و کار خیر کے نام پر ایسی نئی ایجادیں کراتا ہے کہ ان ایجادوں پر محبت کرنے کے بعد ہمارے دل و دماغ کو یہ تھپکی دیتا ہے، یہ اطمینان دلاتا ہے کہ جنت تمہاری ہوگئی تو اگر واجبات ترک بھی ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔

اور جب تک میں کچھ آپ کو واقعات نہ سناؤں جب تک آپ کو میری بات کے سمجھنے میں زحمت رہے گی اور انشاء اللہ جس کے سہارے جس سے دعا مانگ کے میں منبر پر آتا ہوں اس کی ذات پر مجھے بھروسہ ہے کہ میں بات کہوں گا اور آپ سنیں گے اور الجھن کے بغیر سنیں گے اور انشاء اللہ ہم سب دین کی طرف بڑھیں گے۔ مل جل کر ایک صلوات تو بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر

پہلے تین چار واقعہ سنئے تا کہ میری بات سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہونے پائے لکھنؤ میں ایک زمانے میں شیعہ حکومت تھی مگر وہ شیعہ حکومت نہیں تھی۔ آپ کہیں گے تم نے پہلے ہی جملے سے الٹ پھیر شروع کر دی یعنی شیعہ مذہب کے قانون کی حکومت نہیں تھی بلکہ جو حاکم تھا وہ شیعہ تھا۔ اچھا ہم شیعہ ہو کے شیعہ سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ یہ بے دین، شاہ ایران جب تک اس کی حقیقتیں ہمارے سامنے نہیں آئی تھیں تو یہ جانتے ہوئے کہ یہ پابند مذہب نہیں ہے لیکن پوری دنیا میں ایک شیعہ بادشاہ ہے۔ ہر شیعہ اس سے محبت کرتا تھا یہاں تک کہ آپ نے دیکھا ہے کہ سبیل پر جہاں علم لگا ہوا ہے وہیں شاہ ایران کی

تصویر بھی لگی ہے اس کے پیچھے جذبہ کیا تھا اس کے پیچھے جذبہ فقط ایک تھا کہ پوری دنیا میں ایک شیعہ حکمراں ہے لہٰذا اس سے محبت کرو یعنی یہ عقیدت تھی جو ہم سے ایسا مظاہرہ کرارہی تھی ورنہ ایک ایسا آدمی، جس کے باپ نے بہ جبر پردہ اٹھوایا ہو بھئی جو پردہ نہیں کرتا ہے، نہیں کرتا ہے لیکن جو بادشاہ مرا ہے اور ہٹا ہے اس کے باپ نے بہ قوت، بہ جبر بے پردہ کرا تھا ایران کو اور تصویر آج تک ان کی موجود ہے کہ شاہی تھی، ڈاڑھی نہیں تھی تو ایسی تصویر کو تو نیچے ڈال دینا چاہیئے تھا۔

لیکن وہی شیعہ سے شیعہ کی محبت ہم کو اس منزل پر لے آئی تھی کہ عباسؑ کے علم کے برابر بھی وہی شاہ ایران کی تصویر لٹکائے ہوئے تھے۔ یہ عقیدہ اور محبت جس کا ایک رخ اچھا ہے اور دوسرا رخ غلط ہے۔ بات سمجھنے کی کوشش کریں بعض ماں باپ بچوں سے محبت کرتے ہیں، کیسے محبت کرتے ہیں بچہ ان کی گود میں بیٹھ کے تڑاتڑ طمانچے مارتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں ہاں بیٹا اب کی اس سے زور سے۔ ہم نے کہا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے کہا مارنے میں مزہ آتا ہے تو یہ محبت تو ہے مگر بے عقلی کی محبت ہے۔ آج یہ بچہ ہے اس کے مارنے میں مزہ آرہا ہے لیکن جب یہ کل جوان ہو جائے گا اور جب گھڑ کے گا اور کلیجہ میں جب چیر پیدا ہوگی تب اندازہ ہوگا کہ ہماری محبت اندھی محبت تھی۔

میں واقعات اور مثالوں کے سہارے اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں اگلی نزاکتوں سے باخبر ہوں تو لکھنؤ میں شاہان اودھ کی حکومت تھی شجاع الدولہ وآصف الدولہ اور غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر اور واجد علی شاہ اور محمد علی شاہ اور انھوں نے وہ اما مباڑہ بنوایا، انھوں نے یہ اما مباڑہ بنوایا، انھوں نے وہ شبیہ نجف بنوائی، انھوں نے وہ کربلا بنوائی تب یہ عقیدت چلی۔

دیکھئے شیطان نام عقیدت کہاں لے جاتا ہے۔ سنئے سنئے چنانچہ ان شاہان

اودھ میں، نوابین اودھ میں ایک صاحب ایسے گذرے جنھوں نے اپنے خیال میں ائمہ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام سے، بارہ اماموں سے محبت کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا اس کی نشانی اب بھی باقی ہے۔ انہوں نے ایک مکان بنوایا یہ ایک روم، یہ دوسرا کمرہ یہ ایک حجرہ، وہ دوسرا حجرہ، یہ حضرت علیؑ کے نام کا، وہ دوسرے امام کا، وہ تیسرے امام کا یہاں تک کہ سارے بارہ امام، ہوا کیا! وہ سنئے اب ہر کمرے میں ایک کنواری لڑکی بٹھائی گئی بادشاہ سلامت کا کام انکار کون کرے۔

اب یہ کنواری لڑکی کیوں بٹھائی گئی کہاں ان کو معاذ اللہ، معاذ اللہ ہم سمجھتے ہیں جیسے یہ پہلے امام کی بیوی یہ دوسرے امام کی بیوی اس طرح انہوں نے انہیں بیوی قرار دیا۔ بیوی نہیں ہیں اب اپنے خیال میں یہ ائمہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اس گھر میں آتے تھے، ہر دروازے پر جاتے تھے، خیریت پوچھتے تھے یعنی تصور ان کا یہ تھا کہ ہم امامؑ کی خدمت میں آگئے، بال بچوں کی خیریت پوچھ لی تب یہ لڑکیاں وہی ہوسکتی تھیں کہ ان کی شادی نہ ہوئی ہو، نہ آئندہ ہوسکے تو اس کے لئے لکھنؤ کا اردو کا لفظ تھا اچھوتی، یعنی جن کو کسی نے چھوا نہیں ہے۔ یہاں لکھنؤ والے بہت موجود ہیں آج بھی غلام حسین کے پل کے ارد، گرد اچھوتیوں کی گلیاں موجود ہیں۔

اب آپ یہ بتائیں کہ جس شاہ اودھ نے یہ ایجاد کی تھی اچھوتیوں کی وہ صحیح راستے پر گیا تھا یا غلط راستے پر گیا تھا۔ اب ان کے خیال میں اس کے آگے جنت حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہوسکتا ہے تو جتنے امام غائب تھے انہوں نے سب کو اپنے خیال میں حاضر کرلیا تھا۔ اس لئے کہ امام غائب ہیں ان کے نام سے منسوب ایک بیوی بیٹھی ہوئی ہے۔ ہدیئے ان کو دے رہے ہیں روز جا کے ان آگے ہاتھ جوڑ کے خیریت پوچھ رہے ہیں۔ گویا امام کی بارگاہ میں حاضر ہیں یہ اچھوتوں اچھوتیوں کی گلیاں جو آج تک مشہور ہیں

یہ شیطان کا راستہ تھا۔ یہ شریف کا راستہ نہیں تھا۔ ایسا کام غلط تھا یا صحیح تھا ہاں نہیں میں کچھ بولئے اور نہیں بولئے گا تو ابھی ہم کوئی دن پڑھنا باقی ہے۔

آج رات بھر نہیں چھوڑیں گے آپ کو غلط تھا۔ دیکھئے ایک بات انصاف کی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ غیر کا معاملہ آجائے تو ڈٹ کے کہہ دیں کہ غلط ہے اور اپنا معاملہ آجائے تو مزاج یہ ہوتا ہے، مزاج یہ ہوتا ہے کہ اماں ٹال جاؤ کیا ضرورت ہے کہنے کی، چھوڑو اپنے گھر کی بات ہے پردہ ڈالو، نہیں مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما الصلوۃ والسلام نے بدر میں، احد میں، خیبر میں، خندق میں ساری جنگوں میں کافروں سے جہاد کیا اور انہیں کافروں سے جہاد کرنے والے مولاؑ نے جمل میں، صفین میں، نہروان میں جہاد کیا اور انھیں مولا کے فرزند امام حسنؑ نے جہاں تک دینی مصالح کی روشنی میں گنجائش تھی وہاں تک مسلمانوں سے جہاد کیا اور جہاں دیکھا اب دین کے لئے نقصان ہے تو صلح کی اور انہیں مسلمانوں سے کربلا میں حسینؑ ٹکرائے۔

تو آل محمدؐ نے کیا راستہ بتایا، آل محمدؐ نے ہمیں یہ راستہ بتایا کہ برائی برائی ہے چاہے اپنوں میں پائی جائے یا غیروں میں پائی جائے، جہاد، جہاد ہے جہاں برائی پائی جائے گی وہاں جہاد ہوگا بدر میں کافر برا ہوگا وہاں جہاد ہوگا جمل میں مسلمان برا ہوگا وہاں جہاد ہوگا۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ منبر سے کہوں کہ غیر غلطی کرے گا تو اسے بھی منبر سے ٹوکنا چاہیئے اور اپنے غلطی کریں تو اسے بھی منبر سے ٹوکنا چاہیئے۔

یہ مزاج اسلام کے خلاف ہے، یہ مزاج دیندار سماج اور دیندار سوسائٹی پیدا کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے اپنی بات ہے چھوڑو، کیوں چھوڑو؟ اور یہاں ہم آپ چھوڑ دیں گے مگر جس کا دین ہم نے چھوڑ دیا ہے کل نہ قبر میں چھوڑے گا، نہ برزخ میں چھوڑے گا، نہ محشر میں چھوڑے گا، یہ ایک واقعہ ہوگیا دوسرا واقعہ ابھی تازہ دم میں نے ایک دن

تذکرہ کیا تھا بار بار تذکرہ کرنے سے ڈر بھی لگتا ہے اس لئے کہ لوگوں کی نیت بڑی جلدی بدل جاتی ہے۔

ہمارے استاد علامہ عدیل اختر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ جو مدرسۃ الواعظین کے پرنسپل تھےاور جن کی خدمت میں تین سال حاضر رہنے کا یہ بچا کھچا اثر ہے جو آپ دیکھتے ہیں ویسے تو درجن دو درجن استاد مجھے ملے ہیں مگر جس نے میرے قلب و دماغ پر ایسے گہرے اثرات ڈالے ہیں ۵۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ مگر آج ۸۰ء میں بھی ان کے دیئے ہوئے اثرات میرے دماغ پر باقی ہیں۔ ان کا ایک فقرہ مجھے یاد ہے انہوں نے کہا دیکھو زمانہ پہچانو، زمانے کے مطابق کام کرو جلدی نہ کیجئے گا ورنہ دوسرا خیال آ جائے گا ہمارے استاد نے، مولوی صاحب مرحوم نے کہا کہ زمانہ دیکھو اسے پہچانو اور اس کے مطابق کام کرو ہم نے کہا مولوی صاحب مطلب بتایئے کہا زمانہ نیک نیتی کے ساتھ کم غور کرتا ہے بد نیتی کا شبہ زیادہ کرتا ہے لہٰذا آپ کو سڑک پر چلتے ہوئے کوئی تسبیح پڑھنا باقی ہو تو تسبیح ہاتھ میں لیجئے اور جیب میں ہاتھ ڈالئے اور اندر تسبیح پڑھئے تاکی دنیا کو یہ کہنے کا خیال نہ پیدا ہو کہ تسبیح پڑھتے ہوئے ہمیں دکھا رہے ہیں۔

کہا دیکھو نیا زمانہ پہچانو مومنین اگر اپنی خوشی سے دسترخوان پر لا کر بہتر سے بہتر نعمت رکھ دیں تو جو رکھ دیں کھاؤ، جو لا کر رکھ دیں کھاؤ یعنی کہ فرمائش نہ کرنا لیکن ہمارے استاد نے ہم سے کیا کہا سنئے کہ اگر اس دسترخوان پر آپ کو نمک مرچ لہسن کی چٹنی کھانے کا خیال آ جائے تو جذبہ دبا لیجئے گا۔ میزبان سے نہ کہئے گا کہ چٹنی پسوا دیجئے اس لئے کہ آپ چٹنی مانگیں گے وہ آپ کے تقدس کی چٹنی بنا دیں گے کہ مولوی اظہار تقدس کے لئے چٹنی مانگ رہے ہیں یہ تھا میرا وہ استاد جو ۵۱ء میں پیغام دے کر مر گیا تو مجھے یہ بات کیوں یاد آ گئی تو مجھے بات یوں یاد آ گئی کہ میں یہ تذکرہ کرنے جا رہا تھا کہ میں ابھی پچھلے ستمبر میں

زیارت سے مشرف ہوا۔ کئی مرتبہ اور تذکرہ کر چکا ہوں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ روز اپنی زیارت کا ذکر لیکن ایک مجبوری ہے لہٰذا سنا رہے ہیں۔

کاظمین میں پہنچے، نجف میں پہنچے، کربلا میں پہنچے یہیں زائرین کا ذرا ہجوم رہتا ہے تو وہاں دو پٹی والے دکھائی پڑتے ہیں۔ لال ٹوپی سب کے سر پر ہے جتنے خادم ہیں ہری پٹی والے اور سفید پٹی والے، جتنے خدام ہیں اور ہم کو عراق جا کے پتہ چلا کہ آقائے باقر الصدر اعلیٰ اللہ مقامہ کی شہادت میں جہاں حکومت کا ہاتھ ہے وہاں کافی ہاتھ ان پٹی والے خداموں کا بھی ہے۔

اس لئے کہ یہ تو حسینؑ کی ضریح کے پاس بھی پیسے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ تو نجف اور سامرہ میں بھی، کاظمین میں بھی پیسے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ہم جب زیارت کے لئے ۶۱ء میں گئے تھے تو آواز آتی تھی کہ یہاں کوئی پگار نہیں ملتی ہے، کوئی تنخواہ نہیں ملتی ہے، بابا دیتے جاؤ اب جو ہم پہنچے تو یہ ہری پٹی والے اور سفید پٹی والے اب تو جنگ جاری ہے ورنہ یہ پٹی والے پٹی پڑھانے یہاں تک آ جاتے تھے عروہ، عروہ، عروہ اب آپ سمجھے نہیں کہ عروہ کیا ہوا۔ ہری ہری چٹیں پھاڑے ہوئے عروہ کہتے ہیں گرہ کو، ڈیوٹیاں تقسیم، شب بندھی ہوئی۔ فرض کیجئے کاظمین علیہما السلام میں خدام کے دس خاندان ہیں اور دس خاندان میں سو آدمی ہیں تو اس طرف یہ کھڑا ہوگا اس طرف وہ کھڑا ہوگا چار دیواریں ہیں چاروں بٹ گئیں سات سے آٹھ فلاں کی ڈیوٹی کا ہے کے لئے، خدمت کے لئے نہیں عروہ کے لئے۔

اچھا ہم ٹوپی میں تھے ہمارے ساتھ نیروبی میں جو عالم دین ہیں مولانا علی عابد صاحب قبلہ وہ تو عمامہ میں تھے تو ان سے کہتے ہی نہیں تھے اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کی کھوپڑی پر عمامہ ہے یہ تو پھنسیں گے نہیں۔ ہمارے بارے میں امید تھی کہ بابا آؤ آؤ آؤ

عروہ، عروہ، عروہ اب آپ سمجھے کہ عروہ کیا ہے وہ جو گھر سے ایک بالشت کی چٹ لیکے آتے تھے اس کے سوٹکڑے کرتے تھے کہا کہ یہ گرہ باندھو ضریح میں اپنی منت کی گرہ باندھو سا تویں امامؑ کے حرم میں حوائج پورے ہوتے ہیں، حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ عروہ باندھو جلدی منت پوری ہو جائے گی اب ظاہر ہے کوئی گیا ہے نوکری کے لئے پریشان ہے، کوئی گیا ہے بیماری کے لئے پریشان ہے، کوئی گیا ہے بچے کے لئے پریشان ہے، کوئی گیا ہے کسی اور کام کے لئے پریشان ہے۔ اس نے کہا کہ عروہ، عروہ، عروہ چنانچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کسی سے ایک دینار، کسی سے کچھ پیسے جس سے جس بھاؤ میں طے ہو جائے۔

اچھا ہم چونکہ بیس سال کے بعد گئے تھے تو ہم تو انتظار کرتے تھے کہ جب تک پولس کے آدمی دھکا دے کے نکالنے نہ لگیں تب تک روضے سے نکلو ہی کیوں؟ تو علی العموم یہ ہوتا تھا کہ آخری ہم لوگ ہوتے تھے جو نکالے جاتے تھے تو ہم نے روز حشر دیکھا کہ وہی خدام جو دن میں دینار لے کے، پیسے لے کے منتیں پوری کرانے کے لئے عروہ بندھواتے تھے وہی تھے جو عروہ کاٹ کے پھینک دیتے تھے اب یہ کیا ہے دل کو اطمینان ہو تو کیسے، کیسے اطمینان ہوتا ہے ارے صاحب ہم جیسے ہی کاظمین میں داخل ہوئے ویسے ہی ایک خادم نے کہا ادھر آؤ ادھر آؤ تمہاری منت ادھر ہے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ شاید مولاؑ نے اس سے کہہ دیا تھا اچھا وہ ادھر آؤ ادھر آؤ کی بات ہم سمجھا دیں آپ کو مثال کے بغیر سمجھانا دشوار ہے۔

لکھنؤ ریس کورس میں ایک آدمی نوکر تھا وہاں سے نکال دیا گیا، بمبئی آ کے وہ پیر ہو گیا فقط ایک بات کا پیر کہ آج کی ریس میں کون سا گھوڑا پہلے نمبر پر آئے گا۔ کون سا گھوڑا دوسرے نمبر پر آئے گا۔ یہ بات بتاتے تھے فقط دو روپے میں تو جتنے ریسئے تھے لائن لگا کے دو روپے رکھے اور کان میں سنا اور آ گئے۔ اچھا صفت کیا ہے یہ پلٹ کے دوسرے کو بتا نہیں سکتے اس لئے کہ اگر یہ بتا دیں تو نمبر ان کا چلا جائے گا اب ظاہر ہے کہ دس گھوڑے

دوڑنے والے ہیں ابھی تک ہم گئے نہیں اور ہم کو ساری ریس کا مزہ ان مجلسوں میں آجاتا ہے تو ہم وہاں جاکے کیا کریں گے۔

لیکن ہم نے بہر حال جواردو کا محاورہ ہے۔شادی نہیں بھی ہوئی ہے تو باراتیں تو دیکھی ہیں۔لوگ جاتے رہے اور آتے رہے کام چلتا رہا ایک مرتبہ لکھنؤ کا وہ افسر جو وہاں کی ریس کورس میں تھا اس نے دیکھا کہ یہاں پیر صاحب ہیں جو گھوڑوں کا نمبر بتاتے ہیں دیکھا تو اپنے وہی نکالے ہوئے کہا بھائی صاحب سلام علیکم انہوں نے وہیں سے کہا وعلیکم السلام یعنی جواب تو ہے مگر ذرا سا جب مجمع چھٹ گیا انہوں نے کہا یہ کیا دھندھا کرتے ہو۔کہنے لگے آپ سے کچھ چھپا نہیں ہے جب آپ نے نکالا تھا تو ہم ادھر آگئے تھے اور ہم نے دھندھا یہ لگایا کہ ہم گھوڑوں کی لسٹ لے لیتے ہیں اور نمبر سے بتاتے جاتے ہیں۔ جو پہلا آیا اس کو پہلا بتایا جو دوسرا آیا اس کو دوسرا بتایا سیریل نمبر سے جب فہرست ختم ہوگئی پھر پہلے سے شروع کر دیا تب ظاہر ہے ان کے نام آہی جائیں گے جو جیتنے والے ہیں جو ہار جاتے ہیں وہ سوچتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ تو ٹھیک بتایا تھا اب کی غلط ہوگیا شاید سننے میں غلطی ہوگئی اور جو جیت جاتا ہے وہ چار کو اور لاتا ہے۔

تو انہوں نے بھی پہچانا کہ چہرے دیکھتے رہو جو گھبرایا کہا ادھر آؤ، ادھر آؤ تمہاری حاجت ادھر ہے تو ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے یہ ان کا کاروبار ہے کہ گھبرائے ہوئے چہرے دیکھ کے پکارو جیب سے نکال دے گا تو دن بھر عروے بندھے اور شام کو عروے قینچی سے کٹتے ہوئے دیکھے میں نے اور جھاڑو میں جاتے ہوئے دیکھے میں نے اور انہیں کو کاٹتے ہوئے دیکھا جنہوں نے بندھوائے تھے تو یہ کیا ہے بجائے اس کے کہ جانے والے تلاش کرتے کہ یہاں کون سے اثنا عشری ایسے غریب ہیں کہ ان کی مدد کریں کہ مولاؑ خوش ہو جائیں، کاظمین گئے تھے تو خاص طور سے ڈھونڈ تے تھے کہ اولاد امام موسیٰ بن جعفر علیہ

الصلوٰۃ والسلام کون ہے؟ کون سادات ہیں؟ جو زیادہ غریب ہیں کہ ان کی مدد کی جائے مدد کے بجائے عروسے میں کام ہو گیا تو یہ صحیح ہوا کہ غلط ہوا۔

آئیں، آج ہم جو ہو پر پڑھنے ہی نہیں جائیں گے جب تک آپ سے جھنجھٹ رہے گا غلط ہوا نا، اب ہمارے ساتھ ہندوستان میں چلئے کلکتہ میں کبھی بہت دولتمند تاجر تھے ایرانی، بڑے بڑے امامباڑے بنا گئے آج بھی ان کی یادگاریں باقی ہیں تو اس میں کیمبل اسٹریٹ کے قریب ہے مرغی ہٹا وہاں پہ ایک امامباڑہ ہے جس کا نام ہی بڑا امامباڑہ ہے اس بڑے امامباڑے کے بنوانے والے نے اس وقت آج کے سو دو سو سال پہلے مجھے صحیح تعداد یاد نہیں ہے لیکن شاید نوے گنیاں نوے گنیاں چھوٹی والی نہیں بڑی والی، ان نوے گنیوں میں سے اس ذوالجناح کے لئے جو کلکتہ میں نکالا جاتا ہے اس کا زیور بنوایا اب یہ نوے گنیاں جو اس وقت میں فرض کیجئے نوے ہزار کی رہی ہوں گی آج نوے کروڑ کی ہوگئیں یہ فقط سال میں ایک وقت کام آتی تھیں جب مولاؑ کے نام پر ذوالجناح نکالا جاتا تھا مر گئے نام نہیں لیں گے مگر نام ہمیں معلوم ہے۔

ایک متولی ایسے آئے جنھوں نے ساری گنیاں خود ہی پہن لیں یعنی وہ لاکھوں کی، کروڑوں کی دولت بک گئی اب جب گنیاں کھوگئیں تو مسئلہ پیدا ہوا کہ مقدمہ چلے کہ نہ چلے تو چار متولیوں نے سوچا کہ ایک نے بیچا ہے مقدمہ چلے گا ہم بھی پھنسیں گے لہٰذا وہ مقدمہ بھی نہیں چلا اب آپ بتائیے اگر یہ نوے گنیاں کل غرباء میں تقسیم کر دی گئیں ہوتیں، ایسی عمارتیں بنادی گئی ہوتیں، ایسے باغ لگا دیئے گئے ہوتے کہ آج ان کی آمدنی سے دین وشریعت کو مذہب کو مدد پہنچتی تو وہ زیادہ فائدہ مند بات تھی یا یہ زیادہ فائدہ مند بات تھی۔

سو دو سو سال پہلے نوے گنیاں جس آدمی نے فقط مولاؑ کے نام پر نکالے جانے والے ذوالجناح کے زیور کے لئے خرچ کر دی تھیں اس کے دل میں کتنا پکا اطمینان ہوگا۔

ہمیں کوئی جنت سے روک سکتا ہے تو یہ کیا ہے یہ ایسی ایجادیں ہوتی ہیں مذہب میں عقیدت کے نام پر جن کے اوپر دولت خرچ ہو جاتی ہے، محنت خرچ ہو جاتی ہے، پیسے خرچ ہو جاتے ہیں، عقیدت خرچ ہو جاتی ہے اور اطمینان ہو جاتا ہے۔

جب ہم نے راہ خدا میں، راہ نبیؐ میں، راہ امامؑ میں اتنا خرچ کر دیا ہے تو جنت مل ہی جائے گی اب اس تصور کے ساتھ ہمارے جیسا ایک بیوقوف مولوی منبر پر کہنے بیٹھا کہ آپ کی نیکیاں اس وقت تک قبول نہیں ہوں گی جب تک کہ خمس نہ نکلے تو سننے والے کے ذہن کو خیال ہوتا ہے کہ اب تک تو ایسی باتیں کوئی مولوی نہیں کرتا تھا۔ سبھی کہتے تھے سیدھے جنت میں جا رہے ہو تو اب نتیجہ کیا ہے۔ ہم قرآن کا حوالہ دیں، ہم حدیث کا حوالہ دیں، ہم ہر عالم دین کے عملیہ اور مسائل کا حوالہ دیں مگر دل تیار نہیں ہوتا ان واجبات کی ادائیگی کے لئے جن کو خدا نے واجب کیا ہے، جن کو نبیؐ نے واجب کیا ہے، جن کو امامؑ نے واجب کیا ہے کیوں اس لئے کہ ہم اپنی توانائیاں، ہم اپنی صلاحیتیں ان چیزوں پر خرچ کر چکے ہیں جن کے بعد شیطان نے ہمیں اطمینان دلا دیا ہے کہ واجبات لاکھ ادا نہ ہو، جنت تو تمہاری ہی ہے۔

میں آپ کی خدمت میں کہنے کی ہمت رکھتا ہوں کہ ایک نوجوان وہ نوجوان جو اپنے ہاتھ میں چھری لیتا ہے اور اپنے سر پر مارتا ہے کہ بہتے ہوئے خون میں سر سے پیر تک تر ہو جاتا ہے دنیا میں اگر کوئی ایسے نوجوان کو یہ کہنا چاہتا ہے کہ یہ حسینؑ کا چاہنے والا نہیں ہے تو ایسا کہنے والا پاگل ہے۔ وہ نوجوان جو جلتی ہوئی زمین پر، جلتی ہوئی دھوپ میں اپنے ہاتھ سے زنجیر لے کے جن کی دھار تیز ہوتی ہے اپنی پیٹھ پر ماتم کرتا ہے اور ہر مرتبہ پوری قوت سے مارنے کے بعد دوسری مرتبہ اس سے زیادہ قوت سے مارتا ہے، خون بہتا ہے کھال اڑ جاتی ہے، چھوٹی چھوٹی بوٹیوں کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں ماتم جہاں ہوتا ہے وہاں

دیواروں اور چھتوں پر خون کے نشانات دکھائی دیتے ہیں۔ کیا ایسے نو جوان کے بارے میں کوئی آدمی یہ کہنے کی ہمت کر سکتا ہے کہ یہ حسینؑ سے محبت نہیں کرتا ہے اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ پاگل ہے۔

اس کے علاوہ کوئی لفظ اس کے لئے نہیں ہے ہمارے وہ نو جوان جو صرف اس تصور کے پیش نظر کہ جلتے ہوئے خیموں کی آگ پر سے ننھے ننھے بچوں کو گذرنا پڑا تھا بیبیوں کو گزرنا پڑا تھا لہٰذا ہم بھی ان کی تکلیف میں شرکت کرنے کے لئے انگاروں پر علم لے کے جائیں گے، ماتم کریں گے تو اس طرح سے جو آگ پر سے گذرتے ہیں کیا ان کے دل میں محبت حسینؑ نہیں ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ نہیں محبت نہیں ہے تو وہ پاگل ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ لیکن مقام غور کیا ہے میں یہ جو آپ کے سامنے مسلسل زحمتیں دے رہا ہوں اور ہمت کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ سر سے پیر تک اپنے خون میں لت پت ماتم کرنے والا عاشور کی رات کو ماتم کرتا ہے، عاشور کی رات بھر ماتم کرتا ہے، عاشور کی صبح ماتم کرتا ہے، عاشور کے دن بھر ماتم کرتا ہے، شام غریباں تک ماتم کرتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے کہیں غیر کے واقعات تو نہیں اپنے ہی گھر کے واقعات ہیں۔

تو اگر آپ یہ کہیں کہ اس کو نہ خدا کا خیال ہے، نہ نبیؐ کا خیال ہے، نہ امامؑ کا خیال ہے، نہ اہلبیتؑ کا خیال ہے، نہ حسینؑ کا خیال ہے میں کسی قیمت پر تیار نہیں اس خیال کی حمایت کرنے کی اگر خیال نہ ہوتا تو یہ اپنے ہاتھ سے اپنا سر زخمی نہیں کر سکتا تھا، یہ اپنے ارادے سے آگ پر چلنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا ویسے شریعت نے ہر عبادت کو وہیں تک رکھا ہے، جو واجب عبادتیں رکھی ہیں وہ بھی یہیں تک رکھی ہیں یہ تو واجب بھی نہیں ہے یہ تو ہماری اپنی جذبات کی تسکین کی راہیں ہیں۔ ان کے لئے کوئی شرعی حکم شریعت کی نہیں ہے لیکن جو واجب عبادتیں ہیں ان کی بھی حد یہی ہے کہ وہاں تک عبادت جائز ہے جہاں

تک ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مگر خوف ہلاکت کے بعد روزہ حرام ہو جائے گا ماتم بھی وہیں تک جائز رہے گا جہاں تک خوف ہلاکت پیدا نہ ہو یہ تو مسئلہ کی بات ہوئی۔

میں تو ابھی جذبہ کی باتیں کر رہا ہوں کہ آگ پر چلنے والا، اپنے ہاتھ سے اپنے سر کو زخمی کر لینے والا، اپنے ہاتھ سے اپنی پیٹھ کی بوٹیاں اڑا دینے والا کیا محبت حسینؑ میں ڈوبا ہوا نہیں ہے مگر پھر ایسا ماتم کرنے والا کیوں نماز نہیں پڑھتا، کیوں روزہ نہیں رکھتا، کیوں خمس نہیں نکالتا، کیوں واجبات نہیں ادا کرتا، کیوں سنیما دیکھنے سے نہیں رکتا، کیوں گانا سننے سے نہیں رُکتا مسئلہ سوچنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اس کے پیچھے ایک بات ہے فقط ایک بات کہ ان کاموں پر انہیں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ جب ہم نے مولاؑ کے لئے خون بہا دیا ہے تو کیا مولاؑ ہمارا ہاتھ پکڑ کے دوزخ سے نکال کے جنت میں نہ لے جائیں گے یعنی ہم ہزاروں گناہوں کے باوجود چونکہ راہ مولاؑ میں یہ ماتم کی خدمت انجام دے چکے ہیں لہٰذا مولاؑ ضرور ہمارے کام آئیں گے۔

بس یہیں پر مجھے ان دونوں ہاتھوں کو جوڑ کے دست بستہ ماتم حسینؑ، غم حسینؑ اور مصائب حسینؑ اور عظمت آل محمدؐ کے نام پر ہر پڑھے لکھے نوجوان بھائی، بہن سے اتنی سی بات پوچھنا ہے کہ آپ کو یہ خیال ہے کہ ہم نے حسینؑ کے نام پر خون بہایا ہے تو میرا ہاتھ پکڑ کے جنت میں کیوں نہیں لے جائیں گے۔

اگر حسینؑ نے پلٹ کے یہ پوچھا کہ خون بہانے والے تجھے یہ کیوں نہ خیال آیا کہ میں نے کس لئے اپنا خون بہایا، تمہارا خون قیمتی سہی مگر میرے نوجوان اکبرؑ کا خون، تمہارا خون قیمتی سہی مگر میرے ننھے اصغرؑ کا خون، کیوں تم نے نہیں سوچا میں نے یہ خون کیوں بہنے دیا، میں نے یہ خون اس لئے بہنے دیا تھا کہ یزید دین مٹانا چاہتا تھا اور میں اپنے کو اپنے کنبے کے احترام تک کو مٹتا دیکھ سکتا تھا مگر دین کو مٹتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بس عزیزان گرامی واجبات چھوڑ کے اپنے کئے ہوئے اپنی پسند اور ایجاد سے کیئے ہوئے جن کاموں پر بھروسہ کر کے نجات کا خیال پیدا کر لینا یہ مذہبی خیال نہیں ہے یہ وہ خیال ہے جو مذہب کے نام پر، بے دین بنانے کا ذریعہ ہے۔ اب اس کے بعد نہ میرے پاس الفاظ ہیں نہ میرے پاس جذبات ہیں۔ بس میری ایک ہی دعا ہے کہ پالنے والے تو نے یہاں تک مجھے بیان کرنے کی توفیق دے دی ہے ان کو سن کے سمجھ کے ماننے اور دوسروں کو سنانے کی توفیق دے دے۔

یقیناً وہ خون قابل قدر ہے جو غم حسینؑ میں بہا ہے، جو ماتم حسینؑ میں بہا ہے۔ ہمارے جیسے انسانوں کا خون بالکل بے قیمت ہے اس خون کے مقابلے میں جو کربلا میں دین بچانے کے لئے بہا ہے آج میں کچھ نہیں پڑھ سکوں گا آپ کے سامنے، صرف اتنا تصور پیش کرنا چاہوں گا کہ ذرا ایک مرتبہ تصور کرو کہ دین بچانے کے لئے، دین پھیلانے کے لئے انفرادی طور پر، ہر انسان کو دیندار بنانے کے لئے اور پورے سماج اور سوسائٹی کو پابند دین بنانے کے لئے حسینؑ نے کیا کیا۔ قیمتی خون کربلا میں پیش کر دیا، آنکھوں سے بے تابانہ خوشی کے آنسو نکل آتے ہیں اگر کوئی چھوٹا ہوا دوست دس پانچ سال کے بعد مل جاتا ہے تو چھوٹا ہوا دوست مل جائے تو ہم خوشی میں رو پڑتے ہیں۔ تو جب حسینؑ جیسے عظیم انسان کے لئے آپ تصور کر سکیں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں سہارا دے سکوں تو کتنا سخت امتحان تھا جب حبیب جیسا دوست کہہ رہا تھا۔ آقا! اب مجھے جانے دیجئے اور حبیب، حسینؑ کی محبت سے باخبر تھے۔ لہٰذا میں حسینؑ کے الفاظ نہیں بلکہ حسینؑ کے الفاظ کی ترجمانی کرتا ہوں کہ حبیب نے ہاتھ جوڑ کے کہا تھا مولاً، مولاً اب آپ کو آپ کے بزرگوں کا واسطہ مجھے نہ روکئے۔ نہیں روکتا میں تم کو حبیبؑ، مگر اتنے بے چین کیوں ہو؟ اس لئے بے چین ہوں کہ میں زندہ ہوں اور میرے امامؑ کی توہین کی جا رہی ہے۔

وہ حسینؑ کی ذات کی توہین تھی۔ میں لفظوں کے لئے پہلے سے معافی مانگ لیتا ہوں مگر میری بیٹیوں! میری بہنوں! میرے بچوں! میرے نو جوانوں! میرے بیان کا یہ آخری فقرہ سن لو۔ وہ حسینؑ کی ذات کی توہین تھی جو شام کا لشکر کر رہا تھا کہ حسینؑ نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔ نماز کام نہ دے گی لیکن یہ ہماری بے نمازی زندگی حسینؑ کی ذات کی توہین نہیں ہے۔ حسینؑ کی بات کی توہین ہے شریفوں کی دنیا میں ذات کے لئے بات نہیں قربان کی جاتی ہے بلکہ بات کے لئے ذات قربان کردی جاتی ہے تو ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ اس توہین کرنے والے کے فقرے سے حسینؑ کو زیادہ دکھ پہنچا ہے یا ہم ماننے والوں کی زندگی سے زیادہ صدمہ پہنچے گا اور تکلیف پہنچے گی تو ذرا آپ سوچئے کیسا کیسا پاکیزہ خون بہا۔

حبیبؑ نے جب میدان میں جا کے پکارا تو میں جواب سناؤں گا اور اگلے دو فقرے سن کے یہاں کی مجلس تمام کردوں گا۔ لیکن ذرا ایک مرتبہ تصور کیجئے کہ دین بچانے کے لئے دیندار بنانے کے لئے حسینؑ نے کیسے کیسے پاکیزہ خون دیئے حبیبؑ کا خون، زہیرؑ کا خون، بریرؑ کا خون، مسلم ابن عوسجہؑ کا خون، نئے آنے والے مہمان حرؑ کا خون، اصحاب کا خون، اعزا کا خون، بنی ہاشم کا خون، اولاد علیؑ کا خون، اولاد جعفرؑ کا خون اور اولاد مسلمؑ کا خون، مسلم ابن عقیلؑ کا خون، زینبؑ کے دل کے ٹکڑوں کا خون یہ کیسا کیسا پاکیزہ خون تھا جو دین کی راہ میں قربان ہو رہا تھا اور آخر میں عباسؑ کا خون، ان کے بھائیوں کا خون، اکبرؑ کا خون، علی اصغرؑ کے گلے کا خون اور اس حسینؑ کا خون اس حسینؑ کا خون جو فاطمہؑ کے دودھ سے بعد میں بنا تھا، نبیؐ کی زبان چوس کے پہلے بنا تھا۔

نہیں؟ اگر آپ یاد رکھ سکیں تو یاد رکھیئے گا جب حسینؑ کے سوکھے گلے پر خنجر چلا تو یہ صرف گلے سے حسینؑ کا خون نہیں بہہ رہا تھا، یہ نبیؐ کا خون بہہ رہا تھا، یہ علیؑ کا خون بہہ رہا تھا، یہ فاطمہؑ کا خون بہہ رہا تھا اور اب بھی تھوڑے سے خون باقی ہیں وہ کون سے خون

ہیں جب سکینہؑ کے کان زخمی ہو گئے، جب سیدانیوں کے جسم سے خون بہہ گئے، جب سید سجادؑ کا گلا زخمی ہو گیا، جب سید سجادؑ کی کلائیاں زخمی ہو گئیں، جب سید سجادؑ کی پنڈلیاں زخمی ہو گئیں، کون ہے؟ جو اندازہ لگا سکے اس مقدس خون کی قیمت کیا ہے؟ ماسوا اس کے کہ ہم دیندار ہو جائیں، پابند دین بنیں اور اپنی اولادوں کو، اپنے ماحول کو، اپنی سوسائٹی کو، اپنے سماج کو، اپنے معاشرے کو من، تن، دھن کی پوری قوت صرف کر کے دیندار بنا دیں تاکہ اصغرؑ سے لے کے حسینؑ تک اور حبیبؑ سے لے کے حرؑ تک کسی شہید کا خون ضائع نہ ہونے پائے۔ اجرکم علی اللہ، بس مجھے مجلس تمام کر دینا ہے آپ کا دل کی انتہائی گہرائیوں سے شکر گذار ہوں کہ آپ مسلسل میری باتیں تلخیوں کے باوجود بھی بے توجہی کے بغیر بھی سماعت فرما رہیں ہیں۔ پالنے والے ان سننے والوں کی توفیقات میں اضافہ کر دے۔

بس اب میرے پاس اتنا سا تذکرہ باقی ہے کہ سب اسیروں اور شہیدوں کے خون کا اندازہ بعد میں لگانا پہلے حبیبؑ کے خون کا اندازہ لگا لو پھر حساب لگا لو جب حبیبؑ نے کربلا کے میدان سے آواز دی میرے مولاؑ آیئے حبیبؑ پکارے حسینؑ کو، ساری زندگی حبیبؑ دوڑ کے حسینؑ کے پاس آتے تھے۔ کبھی حبیبؑ نے حسینؑ کو نہیں پکارا آج یہ زندگی میں پہلی اور آخری مرتبہ حبیبؑ نے حسینؑ کو پکارا اور شاید لب ولہجہ یہ کہہ رہا ہو مولاؑ اگر ہو سکے تو جلدی آجایئے اگر ہو سکے تو مولاؑ جلدی آجایئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری مرتبہ آپ کے دیدار سے محروم رہ جائیں۔

حسینؑ بیٹھے گھوڑے پر، حسینؑ کے چہرے کو زہیرؑ نے دیکھا، تاثراتِ حسینؑ کو زہیرؑ سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا۔ کہا! مولاؑ کیا ارادہ ہے۔ کہا زہیرؑ، حبیبؑ جیسے دوست مرجائیں اور میں زندہ رہوں۔

زہیرؑ نے ہاتھ جوڑے مولاؑ ہم آپ کو موت سے نہ بچا سکیں گے مگر ابھی

مرنے کے لئے نہیں جانے دیں گے۔ ابھی ہم زندہ ہیں ہاں زہیرؑ! یقیناً جب تک ایک ایک بچہ زندہ رہا حسینؑ محفوظ رہے لیکن ایک دن وہ بھی آ گیا، ایک دن وہ بھی آ گیا ایک جملہ پڑھوں گا اور مجلس تمام کر دیتا ہوں، ایک دن وہ بھی آ گیا کہ آگے آگے نیزوں پر شہیدوں کے سر تھے اور پیچھے پیچھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر قیدی بیٹھے ہوئے تھے، کون، کون چھوٹے چھوٹے بچے، چھوٹے چھوٹے بچے اور مجبور بیبیاں، میں بہت تفصیل سے مصائب پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ کیسی مجبور بیبیاں، کیسی مجبور بیبیاں میری بہنوں! میری بیٹیوں! میرے بچوں! میرے بھائیوں! ذرا ایک جملہ سن کے رونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیسی مجبور بیبیاں جن کے ہاتھ پیٹھ پر لے جا کے باندھے گئے ہیں اور ایک مرتبہ ان بچوں نے دیکھا، بیبیوں نے دیکھا ایک پتھر آیا سر حسینؑ سے ٹکرایا، حسینؑ کے سر سے خون بہنے لگا، زینبؑ نے دیکھا ارے میرے بھیا! ارے میرے بھیا! ارے میرے بھیا! تمہیں مر جانے کے بعد بھی ظالم چین نہیں لینے دے رہے ہیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر

اللہ کے اس اعلان کی روشنی میں وہ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ ہم تمہارے لئے سہولتیں اور آسانیاں چاہتے ہیں، مشکلیں اور سختیاں نہیں چاہتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں روزانہ یہ گذارش کرتا رہا ہوں کہ مذہب آسان ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم عمل کرنے کی پکی نیت کریں۔ میں نے اس پر بھی آپ کا کافی وقت لیا ہے کہ مذہب پر عمل کرنا اس لئے دشوار معلوم ہونے لگا ہے کہ ہمارا سماج اور ہماری سوسائٹی دین کی پابندی سے الگ ہوگئی ہے لہٰذا جب ۹۰ آدمی ایسے ہیں جو دین کی پابندی نہیں کرتے تو دس عمل کرنے والے اور زیادہ زحمت محسوس کرتے ہیں۔ ان مسائل کا حل یہی ہے کہ ہم خود دیندار بنیں، دوسروں کو دیندار بنائیں اور دیندار سوسائٹی پیدا کریں۔

آج میں اس سلسلہ میں اتنی گذارش اور کرنا چاہتا ہوں کہ اب تک میں یہ کہتا رہا ہوں کہ مذہب آسان ہے۔ آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری ساری مشکلیں اس لئے ہیں کہ ہم نے مذہب کو چھوڑ دیا ہے ورنہ مذہب نے ہم کو وہ آسانیاں فراہم کی ہیں، مذہب

نے ہماری زندگی کے ہر مسئلہ کا حل پیش کیا ہے۔ سلسلۂ کلام کو آگے بڑھانے سے پہلے ایک سوال کا قرض جو کل میرے ذمہ باقی رہ گیا تھا اسے ادا بھی کرنا چاہتا ہوں اور اس لئے بھی اس سوال کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ زمانہ کیا کہتا ہے، لوگ کیا کہتے ہیں اس سے قطع نظر صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ اس پر ہم سوچیں تو پوچھنے والے کا جو سوال ہے وہ سب کی سمجھ میں آجائے گا۔

انھوں نے یہ پوچھا ہے کہ نکاح سنت رسولؐ ہے تو متعہ کی مذہبی حیثیت کیا ہے اور متعہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔ ان کے سوال میں یہ بھی ہے کیا متعہ میں چار گواہ ضروری ہیں تو اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ اور ان کے ایسے بہت سے آدمی حقیقتاً مسائل سے بے خبر ہیں جو کچھ مجھے آج کہنا تھا اور کہنا ہے وہ ابھی باقی ہے لیکن میں اس موضوع پر آپ کا وقت لینا چاہتا ہوں کہ اسلام نے دو نکاح رکھے ہیں۔ ایک دائمی نکاح ہے اور ایک محدود مدت کا نکاح ہے۔ اس محدود مدت والے نکاح کا نام متعہ ہے۔

میں ان فاضل بحثوں میں نہیں پڑوں گا کہ متعہ جائز ہے کہ نہیں جائز ہے۔ کب سے حرام ہے اور کس نے حرام کیا ان ساری لمبی چوڑی بحثوں کے بارے میں آپ صرف اتنا یاد رکھیں اور یاد رکھنا بہت آسان ہے کہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ جن کا نام دنیا کا ہر انسان جانتا ہے جناب ابوبکر ان کی ایک بیٹی ہیں جن کا نام ہے اسماء، دوسری سب سے مشہور بیٹی ہیں عائشہ ان کا نام تو سبھی جانتے ہیں۔ لیکن جناب عائشہ کی دوسری بہن کا نام ہے اسماء، اسماء کا متعہ ہوا تھا زبیر سے، زبیر جو پیغمبرؐ کے رشتہ دار بھی ہیں لیکن اس سے زیادہ آپ کے لئے پہچاننا آسان ہے کہ جنگ جمل میں مولائے کائناتؑ سے جو لوگ لڑے ہیں ان میں تین نام نمایاں ہیں۔ ایک طلحہ دوسرے زبیر اور تیسرا نام میں نے ابھی لیا ہے تو اسماء بنت ابی بکر کو بھی آپ پہچان گئے، زبیر کو بھی آپ پہچان گئے۔

اب اتنا آپ یاد رکھیں کہ اسلام میں جو سب سے پہلا متعہ ہوا ہے وہ اسماء بنت ابی بکر اور زبیر کا ہوا ہے۔ اچھا ہو سکتا تھا کہ خالی متعہ ہی متعہ رہ جاتا لیکن اسی متعہ سے عبد اللہ ابن زبیر پیدا بھی ہوئے تو فاضل کی بحثوں میں نہ اپنا وقت خرچ کرنا چاہتا ہوں، نہ آپ کا۔

جس مسلمان کو متعہ پر اعتراض ہے اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ جس کو آپ اپنا سب سے پہلا، سب سے بڑا خلیفہ مانتے ہیں ان کی بیٹی کا متعہ ہوا ہے اور جن کو آپ ان دس صحابیوں میں مانتے ہیں، میں نہیں مانتا مگر عام مسلمان جن کو ان دس صحابیوں میں مانتے ہیں جو کہ اصطلاح ہے عشرۂ مبشرہ یعنی یہ وہ سب آدمی ہیں جن کے لئے نبیؐ نے یہ بشارت دیدی ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے۔ ان دس میں ایک نام مولائے کائناتؑ کا بھی ہے۔ تو بہر حال میں اس حدیث کا قائل نہیں ہوں لیکن جن مسلمانوں کی نگاہ میں ان دس صحابیوں کے لئے سند موجود ہے ان کو بہر حال جنت میں جانا ہے۔

ان میں سے ایک زبیر ہیں، اسلام کی تاریخ کا پہلا متعہ ہے جس سے پیدا ہوئے عبداللہ ابن زبیر تو اب کسی مسلمان کو حق اعتراض نہیں ہے۔ اب رہے کچھ ماڈرن ذہن والے، ہمیں ایک شیعہ ہی ملے تھے جو مرجوم ہو گئے۔ انھوں نے کہا صاحب متعہ کچھ نہیں ہے ہم نے کہا کہ بہت بہتر ہے کچھ نہیں ہے۔ جب آپ کے قبضہ میں اسلام ہے جو آپ کہہ دیں کچھ نہیں ہے، جب آپ سب کچھ کہہ چکیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ کچھ نہیں ہیں۔ کہنے لگے صرف یہ قانونی طور پر عیاشی کرنے کا ایک راستہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ غیروں کے اعتراض کے ساتھ ساتھ کچھ اپنے لوگ بھی ہیں جن کے ذہن میں کچھ شبہات ہیں۔ تو میں متعہ کے جو مسائل ہیں سناؤں گا اور اس لئے سناؤں گا کہ میں اسلام کے ہر حکم کو نہ صرف صحیح سمجھتا ہوں۔ پھر سے سنئے میں اسلام کے ہر حکم کو نہ صرف صحیح سمجھتا

ہوں بلکہ حکم اسلام پر فخر کرتا ہوں۔

صحیح سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ ذہن دب رہا ہے، دل دب رہا ہے، خیالات دب رہے ہیں مگر اب گلے پڑا ہوا ہے اسلام، ہم صحیح نہیں کہیں تو کیا کہیں تو میرا اسلام احساس کمتری کا شکار اسلام نہیں ہے، میرا اسلام برتری رکھنے والا اسلام ہے، مجھے اس بات پر فخر ہے کہ مجھے وہ مذہب ملا ہے جس مذہب پر میں پوری کائنات کے سامنے فخر محسوس کر سکتا ہوں۔ تو اگر اس اسلام کا مسئلہ متعہ ہے تو میں متعہ کو جائز نہیں کہتا فقط بلکہ وہ جائز ہے جس پر ہم مسلمانوں کو فخر ہے۔

اگر آپ بھی ساتھ چھوڑ دیں تو میں اکیلا اظہار فخر کرنے کے لئے موجود ہوں تو ذرا یہ نئے زمانے والے سن لیں پھر میں آپ کے سامنے مسائل بیان کروں گا اور پھر انشاء اللہ آپ کے ذہن میں الجھن باقی نہیں رہ جائے گی اور جو کل قرض میرے ذمہ باقی رہ گیا تھا وہ بھی ادا ہو جائے گا۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ نہ میں آپ کا زیادہ وقت لوں اور نہ آپ میرا زیادہ وقت لیں۔ سیدھی سیدھی بات یہ بتایئے کہ آج کی دنیا میں کتنے جائز تعلقات اور کتنے ناجائز تعلقات ہیں۔ بڑی سیدھی سیدھی بات ہے اور میں مسئلہ کی وضاحت میں شرماؤں گا نہیں بلکہ میں آگے بڑھ کے کہوں گا کہ جب میں جائز اور ناجائز تعلقات کا لفظ استعمال کروں تو اس کی وضاحت کو آپ یوں سوچیں کہ نکاح اور شادی عورت اور مرد کے درمیان ہوتے ہیں۔

اسلام نے نکاح کو اس کے لئے واجب قرار دیا ہے جو اپنے کو بغیر شادی کے گناہوں سے نہ بچا سکے۔ اور نکاح کو سنت قرار دیا ہے مستحب قرار دیا ہے، پیغمبرؐ نے اپنی سنت قرار دیا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ نکاح جس کا میں تذکرہ کر رہا ہوں یہ شادی

ہے، نکاح ہے عورت اور مرد کے تعلقات کے لئے اور مذہب نے اس کو جائز اور واجب اسی لئے قرار دیا ہے کہ انسان میں جو فطری خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جیسے پیاس ہمیں لگتی ہے، جیسے بھوک ہمیں لگتی ہے، جیسے نیند ہمیں لگتی ہے ویسے ہی فطری خواہشوں میں سے ایک یہ فطری خواہش ہے، اس کو کوئی دنیا میں نہ مٹا سکا ہے، نہ مٹا سکے گا۔ اس لئے کہ پیدا کرنے والے نے اگر ہم میں بھوک کی خواہش پیدا کی ہے تو اس کو کوئی دنیا میں نہ مٹا سکا ہے نہ مٹا سکے گا اس لئے کہ پیدا کرنے والے نے اگر ہم میں بھوک کی خواہش پیدا کی ہے تو بھوک پیدا ہوتی ہی رہے گی، پیاس کی خواہش پیدا کی ہے تو پیاس پیدا ہوتی ہی رہے گی، نیند کی خواہش پیدا کی ہے تو نیند پیدا ہوتی ہی رہے گی۔ تو جنسی خواہش جب فطری طور پر اللہ نے پیدا کی ہے تو وہ پیدا ہوتی رہے گی۔

مذہب نے یہ نہیں کہا کہ پانی نہ پینا، حرام ہے۔ اس نے یہ کہا ہے کہ پانی حلال ہے، شراب حرام ہے۔ اس نے یہ کہا ہے کہ کھانا حرام نہیں ہے کھانا حلال ہے لیکن نجس چیز حرام ہے، سور کا گوشت حرام ہے۔ تو اب آپ نے محسوس کر لیا کہ وہ فطری خواہشات کی تکمیل کے حل کو پیش کرتا ہے جائز راستوں سے، ناجائز راستوں سے نہیں تو اگر جنسی خواہش فطری ہے تو مذہب یقیناً نادرست ہے جو اس جنسی خواہش کے لئے حل نہ پیش کرے اور وہ مذہب جو صحیح ہے وہ اس جنسی خواہش کے لئے یقیناً حل پیش کرے گا۔ اس حل کا نام ہے نکاح، اس حل کا نام ہے متعہ۔

میں تفصیلات میں آگے بھی جاؤں گا لیکن اس سے پہلے میں یہ سنانا چاہتا ہوں کہ سارے پڑھے لکھے انسان یہ بتائیں کہ اس دنیا میں اس جنسی خواہش کے لئے جائز طریقے کتنے ہیں اور ناجائز طریقے کتنے ہیں۔ مجھے یہ لفظ اس لئے کہنا پڑا ہے۔ صرف عورتوں اور مردوں کے درمیان کے جائز اور ناجائز تعلقات پر آپ کی نظر نہ رہے بلکہ یہ

سوچئے کہ شیطان نے ہمارے سروں پر مسلط ہوکر کے ہمارے دل و دماغ کو سیاہ، تاریک اور عیب دار بنا کر کے جنسی خواہش کے لئے کتنے کتنے طریقے ایجاد کردیئے ہیں، کتنے ذلیل طریقے ایجاد کردیئے ہیں۔ ان کو سوچئے پھر اس کے بعد سوچئے کہ اگر تن تنہا شادی کافی ہوسکتی تو مذہب صرف عقد دائمی پر جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوتا تھا اس کو کافی قرار دیتا لیکن مذہب جانتا ہے کہ فقط شادی سے، فقط نکاح سے جو جنسی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں ان کی پوری تسکین نہیں ہوسکے گی لہٰذا مذہب نے ایسا حل پیدا کیا کہ جہاں جائز کے لئے اتنے راستے نکل آئیں کہ آدمی ناجائز کی طرف نہ بڑھے۔

میں مثال میں سمجھاؤں گا ہر مسئلہ کی وضاحت نہیں کی جاسکتی ہے بمبئی میں جس زمانے میں گرمی زیادہ بڑھنے لگے اور اگر پانی نلوں میں کم آنے لگے تو مطالبہ یہی تو ہوگا کہ واٹر سپلائی بڑھادی جائے تاکہ آدمیوں کی پیاس ختم ہوجائے تو معلوم ہوا کہ جب تک اتنا پانی فراہم نہ ہوجائے گا جب تک کہ آدمی کی پیاس نہ بجھ جائے تب تک ایسی چیزیں ہوتی رہیں گی کہ میں نے آپ کا پانی چھین لیا، آپ نے میرا پانی چھین لیا آپ پیاسے رہ گئے میں نے دو بوتل پانی پی لیا تو دنیا میں جتنے ناجائز، ذلیل ترین طریقے اختیار کئے جارہے ہیں گھروں کے اندر، اسپتالوں کے اندر، کلب کے اندر، ہوٹلوں کے اندر، اسکولوں کے اندر، کالجوں کے اندر، شادیوں کے موقع پر اگر آپ نے ان چیزوں کو محسوس کیا ہے اس کے آگے میں نہیں کہنا چاہتا ہوں لیکن آدمی نے خود ذاتی طریقے استعمال کرلئے ہیں۔ مردوں کے درمیان کے طریقے استعمال کرلئے ہیں اگر ان سب ناجائز راہوں کو بند کرنا ضروری ہے۔ شادی تو سبھی کررہے ہیں پھر بھی یہ ناجائز دنیا پھیلی ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ شادی کے علاوہ کوئی چیز مزید درکار ہے جو اس ناجائز راستے کو بند کرسکے اور اسی وسیع حل کا دوسرا نام ہے متعہ۔ ایک صلوات بھیجیں محمدؐ و آل محمدؐ پر۔

لیکن ہمارے بہت سے مسلمان متعہ کے شرائط ومسائل سے باخبر نہیں ہیں لہٰذا میں بتاتا ہوں اگر آپ اس کو سن لیں تو آپ کے ذہن میں ذرا بھی کمتری کا احساس نہیں رہ جائے گا۔ جس طرح شوہر دار عورت سے نکاح حرام ہے ویسے ہی شوہر دار عورت سے متعہ حرام ہے۔ جیسے جو عورت شوہر کے مرجانے کے بعد اپنی عدۂ وفات میں ہے جو چار مہینے دس دن کا ہوتا ہے یا جس عورت کی طلاق ہوگئی ہے اور وہ عدۂ طلاق میں ہے جس کی مدت تین مہینے ہوتی ہے اس سے جیسے نکاح حرام ہے، ویسے ہی اس سے متعہ بھی حرام ہے۔ ان دو مسئلوں کے بعد تیسرا مسئلہ سنئے کہ اگر کوئی عورت ایسی ہے جس سے متعہ کیا گیا ہے تو اس سے دوسرا کوئی آدمی اس وقت تک متعہ نہیں کرسکتا ہے جب تک وہ فطری طور پر ہر مہینے جو خون دیکھا کرتی ہے وہ تین مرتبہ نہ دیکھ لے جب تک یہ شرائط نہ پائے جائیں تب تک جیسے نکاح حرام ہے ویسے ہی متعہ حرام ہے۔

شریعت نے یہ چیزیں کیوں رکھی ہیں مصالح تو شریعت جانتی ہے ایک بات چونکہ مذہب نے بیان کی ہے اس لئے میں عرض کرتا ہوں۔ یہ ساری احتیاط اس لئے ہے کہ نسل ملنے نہ پائے کسی سے، یہ پتہ چل جائے کہ جو اگلا شوہر تھا، جو اگلی شادی تھی، جو اگلا نکاح یا متعہ تھا اس سے اولاد ہونے والی ہے یا نہیں ہونے والی ہے اگر اولاد کے آثار پیدا ہو جائیں تو جب تک اولاد نہیں ہولے گی تب تک عدت باقی رہے گی نکاح حرام رہے گا، متعہ حرام رہے گا۔

یہ نہیں ہے کہ ایک متعہ ابھی ہوگیا، ایک متعہ تبھی ہوگیا۔ دوسری بات سنیں آپ نکاح اور متعہ میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے دو باتوں کے وہاں بھی صیغے کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ یہاں بھی صیغے کے بغیر متعہ نہیں ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر میاں بیوی سمجھ کے شرائط کے ساتھ صیغے پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو وہاں بھی واجب نہیں ہے کہ دوسرا پڑھنے

والا ہو، وہاں بھی واجب نہیں ہے کہ کوئی گواہ ہو یہ سنت ہے کہ شادی کی جائے تو علی الاعلان کی جائے تا کہ لوگوں میں شبہات نہ پیدا ہونے پائیں تو جیسے نکاح آدمی خود پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ صیغے کا مطلب سمجھتا ہو ویسے ہی متعہ بھی خود پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ صحیح طور پر شرائط سے باخبر ہو۔ وہاں بھی اعلان بہتر ہے یہاں بھی اعلان بہتر ہے، وہاں بھی گواہ شرط نہیں ہے یہاں بھی گواہ شرط نہیں ہے۔ چونکہ پوچھنے والے نے پوچھا ہے اس لئے مجھے بتانا ہے کہ شریعت نے طلاق میں گواہ رکھے ہیں۔ نکاح میں گواہ نہیں رکھے ہیں۔

جب تک دو عادل گواہوں کے سامنے طلاق نہ پڑھا جائے تب تک طلاق صحیح نہیں ہوتی ہے۔ نکاح اکیلے میں بھی ہوسکتا ہے، بغیر گواہ کے بھی ہوسکتا ہے تو متعہ بھی بغیر گواہ کے ہوسکتا ہے۔ نکاح اور متعہ میں فرق کیا ہے؟ نکاح اور متعہ میں پہلا فرق یہ ہے کہ نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے جب تک طلاق نہ ہو جائے یا شوہر اور بیوی میں کوئی مر نہ جائے تب تک نکاح باقی رہے گا۔ متعہ میں یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ ایک دن کا ہے، ایک گھنٹے کا ہے، ایک سال کا ہے، دس سال کا ہے، بیس سال کا ہے، پچاس سال کا ہے، سو سال کا ہے۔ جس مدت پر طرفین راضی ہو جائیں جب تک وہ مدت طے نہ ہو جائے گی تب تک متعہ نہیں ہوسکتا تو متعہ اور نکاح کا ایک فرق یہ ہوا کہ وہاں مدت غیر معین ہے، یہاں مدت معین ہے۔ مہر وہاں بھی ہے مہر یہاں بھی ہے۔

وہاں بھی اگر عورت مہر کی ادائیگی سے پہلے راضی نہ ہو تو شوہر عورت کے قریب نہیں جاسکتا ہے یہاں بھی اگر عورت مہر لینے سے پہلے راضی نہ ہو تو شوہر قریب نہیں جاسکتا ہے۔ اب اگر وہ راضی ہو جائے کہ پھر دے دینا، قسطوں میں دے دینا۔ ہم معاف کرتے ہیں تو یہ اس کی ذاتی خوشی پر منحصر ہے لیکن جو مہر کا معاملہ نکاح میں ہے، وہی مہر کا معاملہ متعہ میں ہے۔

دوسرا فرق کیا ہے وہ سنئے، نکاح والی بیوی کا خرچ برداشت کرنا شوہر کے ذمہ واجب ہے، متعہ والی بیوی کا خرچ برداشت کرنا شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہے تو اب متعہ والی عورت کو خود حق ہے۔ اسے معلوم ہے کہ مجھے خرچ نہیں ملنے والا ہے تو وہ ایسے شرائط خود ہی رکھے جو اس کے حالات کے مناسب ہوں۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ اگر نکاح والی بیوی مرجائے گی تو اس کے مال میں سے شوہر کو میراث ملے گی اور اگر شوہر مرجائے گا تو شوہر کے مال میں سے نکاح والی بیوی کو میراث ملے گی لیکن متعہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اس میں میاں یا بیوی میں کوئی مرجائے گا تو نہ شوہر کی میراث متعہ والی بیوی کو ملتی ہے نہ متعہ والی بیوی کی میراث شوہر کو ملتی ہے اس کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے اور مجھے خاص طور سے ایک بات کہنا ہے وہ یہ کہنا ہے کہ جو اولاد پیدا ہوگی چاہے وہ نکاح والی بیوی سے پیدا ہو، چاہے وہ متعہ والی بیوی سے پیدا ہو، اس کی اسلامی، شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر سید ہے تو سید کی اولاد رہے گی۔ اگر غیر سید ہے تو غیر سید کی اولاد رہے گی۔

نسل میں باپ دیکھا جاتا ہے نکاح والی اولاد کو جیسی میراث ملے گی، متعہ والی اولاد کو بھی ویسے ہی میراث ملے گی۔ جیسے نکاح والی اولاد کے خرچ کا ذمہ دار باپ ہے، ویسے ہی متعہ والی بیوی کی اولاد کے خرچ کا ذمہ دار باپ ہے۔ اتنے شرائط کے بعد آپ پہچانیں کہ ہلڑ میں کسی چیز کو بدنام کردینا وہ تو ایک الگ بات ہے۔ کسی چیز کو بدنام کرنے کے لئے پروپیگنڈہ کرنا کسی جھوٹے نے کہا تھا کہ جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اتنی مرتبہ کہو کہ لوگ سچ سمجھ جائیں۔ ویسے ہی سچ کو جھوٹا ثابت کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ کسی سچی بات کو اتنی مرتبہ کہو کہ لوگ جھوٹ سمجھ لیں کہ جھوٹی بات ہے ویسے ہی کسی اچھی چیز کو بدنام کرنے کا راستہ یہ ہے کہ اتنی مرتبہ اس کو برا کہا جائے کہ لوگ اس کو برا سمجھنے لگیں تو میں نے آپ کے سامنے مسائل بھی رکھ دیئے ہیں۔

اب آپ بتائیں کہ نکاح اور متعہ میں کیا فرق ہے؟ اور میں نے اگلی جو دو باتیں کہی تھیں انہیں پھر یاد رکھئے گا کہ جس مسلمان بھائی کو متعہ کے بارے میں منھ کھولنا ہے اسے اس سے پہلے آنکھ کھول کے تاریخ میں وہ پہلا متعہ پڑھنا ہے جو پہلے خلیفہ کی بیٹی سے ہوا ہے اور نبیؐ کے صحابی، نبیؐ کے عزیز زبیر سے ہوا ہے۔ جو عشرۂ مبشرہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جن کے لئے نبیؐ ان کے خیال میں سند دے گئے ہیں کہ یہ جنت میں جائیں گے۔ تو اس حدیث کو اگر صحیح مان لیجئے تو اس کے معنی ہی یہ ہوئے کہ متعہ کرنے والا جنت میں جائے گا۔ یہ آپ تسلیم کر رہے ہیں پھر اعتراض کا حق کیا ہے۔

اور جتنے نئے زمانے والے ہیں ان سے مجھے کہنا ہے کہ اگر آپ دنیا میں بڑھتی ہوئی بدکاری کے سیلاب کو روکنا چاہتے ہیں تو تن تنہا شادیاں تو آج بھی رائج ہیں سماج میں، دنیا میں ہر قوم کی شادی ہو رہی ہے، ہر جگہ شادی ہو رہی ہے، اسلام نے یہ کہا کہ اگر آپ اثنا عشری شیعہ ہیں یہ مسئلہ بھی سن لیجئے اگر آپ اثنا عشری شیعہ ہیں اور آپ کسی غیر اثنا عشری مسلمان سے شادی کرتے ہیں تو نکاح صحیح نہیں ہوگا جب تک کہ اثنا عشری قاعدہ کے مطابق نکاح نہ پڑھا جائے۔ کورٹ میں جاکے سرٹیفکیٹ تو مل جائے گا۔ یہ سرٹیفکیٹ ریزرویشن کر دے گا آرام میں رہیں گے۔

دو ہیں ایک اثنا عشری ہے اور ایک غیر اثنا عشری ہے۔ مسلمان ہونا شرط ہے غیر مسلم سے جائز نہیں ہے۔ ہاں متعہ میں یہ گنجائش ہے۔ سابق کے علماء یہ کہتے تھے کہ یہود ونصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان سے متعہ ہوسکتا ہے ان کی عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا ہے اور جہاں تک مجھے خیال پڑتا ہے آقائے خوئیؒ نے اس میں مزید یہ گنجائش نکالی ہے کہ ہر کافر عورت سے متعہ ہوسکتا ہے۔ یہ میں آج بھول گیا تھا نکاح اور متعہ میں ایک فرق اور باقی ہے تو ان ساری تفصیلات کے سہارے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سماج میں پھیلی

ہوئی بدکاری کو بند کرکے سماج کو پاکیزہ بنانا چاہتے ہیں تو تن تنہا شادی ناکافی ہے۔تو مذہب نے کیا کہا ہندوؤں میں جس طریقہ سے شادی رائج ہے اگر اس طریقہ سے شادی ہوئی ہے تو ان کی اولاد حلالی ہے اور اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو ان میاں بیوی کو نئے نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

عیسائیوں میں جو شادی کا طریقہ ہے اگر اس اصول سے انہوں نے شادی کی ہے اور اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو ان کو نکاح کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر عیسائی ایسے ہیں، دو عیسائی مرد وعورت ایسے ہیں جنہوں نے عیسائی قواعد کے خلاف شادی کی ہے تو شادی ناجائز رہے گی اور ان کو مسلمان ہونے کے بعد دوبارہ نکاح پڑھنا پڑے گا تو اب میں آپ کی خدمت میں اتنے مسائل عرض کرنے کے بعد یہ پوچھتا ہوں کہ یہ بتائیے کہ مذہب پر عمل کرنا دشوار ہے یا مذہب نے دشواریوں کے لئے حل پیش کیا ہے۔

میں اس کے بعد نکلوں گا، ویسے تو میں انشاء اللہ پونہ چلا جاؤں گا لیکن پھر پلٹ کے آؤں گا اور زندگی رہے گی تو آتا جاتا رہوں گا۔مجھ پر تبصرہ بھی ہوتے ہیں اور کچھ ہمارے دوست ہیں جو یہ محبت سمجھتے ہیں کہ تبصرہ لاکے ہم تک پہنچا دیں۔ان سب سے دست بستہ گذارش ہے کہ آپ جو سنا کیجئے اپنے ہی تک رکھا کیجئے ہم تک آپ بیکار لاتے ہیں۔ہم تبصرہ سن کر جواب دینے کے عادی ہیں ہی نہیں۔ہاں منبر پر اعتراض کرتے ہیں اگر زبان سے بھول سے مذہب کی کوئی غلط بات بیان کرجائیں گے تو منبر پر ایک نہیں ایک سو ایک مرتبہ اعلان کریں گے کہ ہماری وہ بات غلط تھی، ہمارا وہ مسئلہ غلط تھا بقیہ کوئی کیا کہتا ہے۔اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو اپنے ہی اوپر جھیل لیا کیجئے ہم تک نہ لایا کیجئے۔آپ لائیں گے تو ہمارے پاس کوئی داد و فریاد نہیں پائیں گے جو بھی ریمارک کرنے والا ہے وہ ریمارک کرے گا۔

اگر ریمارک صحیح کر رہا ہے تو میری دعا وہی ہوگی جو امام حسنؑ نے فرمائی تھی۔ایک آدمی نے آکےان کے سامنے بدکلامی کی تھی تو آپ نے ہماری ہدایت کے لئے فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ یہ عیب جو بیان کر رہے ہو مجھ میں پائے جاتے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ مجھے معاف کرے۔ظاہر ہے کہ امامؑ کا دامن معصوم ہوتا ہے مگر انہوں نے ہمارے سمجھانے کے لئے کہ اگر تمہارے ساتھ ایسا ہو جائے تو یہی پوزیشن اختیار کرو کہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ہماری دعا ہے ہماری خطائیں خدا معاف کرے اور اگر تم غلط کہہ رہے ہو تو میری دعا ہے کہ خدا تمہاری خطائیں معاف کرے تو میں ریمارکس کرنے والوں سے بھی یہی کہوں گا کہ اگر آپ کے ریمارکس غلط ہیں تو میری دعا ہے کہ خدا میرے ساتھ ساتھ آپ کی بھی خطا معاف کرے۔اس کے علاوہ نہ مجھے جواب دینا ہے،نہ کبھی دیا ہے،نہ کبھی دوں گا۔

اس مسئلہ سے بھی نکلُ کے بہت سے بگڑے ہوئے لوگ ملیں گے۔ارے صاحب یہ زمانہ رہ گیا ہے متعہ سنانے کا،ہم تیار ہیں جتنی بھی آپ جھڑکیاں دیں گے اگر آپ ناکے پر پکڑ کے بھی ہم سے کہیں گے تو ہم سنانے پر تیار ہیں اور ہم کہیں گے۔اور اس لئے کہیں گے کہ اگر سماج سے بدکاری مٹانا ہے تو اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ متعہ کو رائج ہونا چاہئے اور اگر آج ہم اثنا عشری شیعہ ہو کے کہتے ہیں متعہ اچھی چیز نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس مذہب پر جارہے ہیں جس نے متعہ کو بند کیا تھا اور اگر ہم کہتے ہیں متعہ اچھی چیز ہے تو ہم ایسے مذہب پر آرہے ہیں جو علی بن ابی طالبؑ کا مذہب ہے۔بس ایک جملہ اور آخری جملہ اس مسئلے پر مجھے کہنا ہے۔اب سوال کا قرضہ بھی ادا ہو گیا اگر چہ بہت دیر میں ادا ہوا لیکن یہ اس لئے بھی ادا ہو گیا کہ میں نے مسلسل جو باتیں آپ کے سامنے کہی ہیں اس کے لئے مجھے یہ بات کہنا تھی کہ مذہب سہل ہے تو عمل کرنے کی نیت ہونا چاہئے

اور نیت ہونا چاہئے۔تو گناہ کی نیت سے بہتر ہے کہ جو مذہب نے گنجائش دی ہیں ان پر عمل کیجئے آج میں آپ کے سامنے گیارہویں تقریر کر رہا ہوں آپ میری پہلی تقریر ملایئے میں نے اس دن کہا تھا کہ نجس کھانے کی نیت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ جو چیز ہمیں نہیں معلوم ہے اسے ہم مذہبی طور پر پاک سمجھیں اور کھائیں اور گناہگار بھی نہ ہوں۔

ویسے ہی مجھے آج چودہویں تاریخ میں گیارہویں مجلس میں یہ کہنا ہے کہ ناجائز روابط سے بہتر ہے کہ متعہ کیا جائے تا کہ گناہ بھی نہ ہو اور نہ گناہ کا مزاج ہو۔دنیا جب بدکاریوں پر کچھ نہیں کہہ رہی ہے تو متعہ پر کیا کہے گی۔اور اگر دنیا اب بھی کچھ کہے گی تو یہ دنیا شیطان کی دنیا ہے کہ بدکاری حلال ہے اور شریعت جسے حلال قرار دے وہ حرام ہے۔

میں اس احساس کمتری کا شکار بننے پر تیار نہیں ہوں، میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ آج میں آپ کے سامنے کوشش کروں گا کہ چودہ معصومینؑ کے حالات کا تذکرہ کرسکوں لیکن وقت میں اتنی گنجائش پھر بھی نہیں رہ گئی۔تو پھر وعدہ پورا نہ صحیح تو آدھا ہی ادا ہو جائے۔

حضور سرور کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرآن میں ایک آیت موجود ہے جسے آپ آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ......... ہم نے اپنے اس رسولؐ کو اس لئے بھیجا ہے۔سچا دین اور ہدایت کا خزانہ دے کر کے اس لئے بھیجا ہے کہ یہ پوری دنیا کو مسلمان بنا دے اور مخالفوں کی مخالفت کے باوجود ایک دن آئے گا جب پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی تو حضورؐ کے آنے کا مقصد کیا ہوا دیندار بنانا، ایک دو آدمی کو دیندار نہیں بنانا بلکہ پوری دنیا کو دیندار بنانا یہ مقصد ہے جو پہلا محمدؐ لے کر کے آیا ہے۔شیعہ اور غیر شیعہ علماء کی حدیث کی کتابیں پیغمبرؐ کے ارشاد سے بھری پڑی ہیں کہ آخر میں ایک ہستی آئے گی

جس کا لقب مہدیؑ ہوگا۔نہیں کل سے چھٹی مل جائے گی۔آج مل جل کے ایک صلوات بھیجیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

تمام علمائے حدیث کی کتابوں میں حضورؐ کا یہ فقرہ ہے کہ آخر میں ایک شخصیت آئے گی میری اولاد میں سے، میری ذریت میں سے، میرے اہلبیتؑ میں سے، میری معصومؑ نسل میں سے جس کا یہ لقب ہوگا جو میں نے ابھی آپ کے سامنے لیا اور جب وہ آئیں گے تو دنیا ظلم سے بھری ہوگی اور وہ تشریف لانے کے بعد دنیا جتنی ظلم سے بھری ہوگی اتنا ہی وہ دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔یعنی پیغمبرؐ جو مقصد لے کے آئے ہیں کہ ساری دنیا مسلمان ہو جائے تو وہ مقصد اس دن مکمل ہو جائے گا جس دن ہمارے آپ کے بارہویں امامؑ تشریف لائیں گے۔

تو اب چودہ کے چودہ معصومینؑ کا مشن فقط ایک ہے دیندار بنانا دینداری بڑھانا اور جو دیندار ہیں ان کی دینداری کو مستحکم کرنا اور اسی ایک واحد مقصد کے لئے چودہ کی چودہ زندگیاں صرف ہوئیں، کیسے ترسٹھ سال نبیؐ کے اسی پہ خرچ ہوئے، ترسٹھ سال علیؑ کے اسی پہ خرچ ہوئے، اٹھارہ سال فاطمہؑ کے اسی پر خرچ ہوئے، سینتالیس سال امام حسنؑ کے اسی پر خرچ ہوئے، ستاون سال حسینؑ کے، ستاون سال زین العابدینؑ کے، ستاون سال امام محمد باقرؑ کے اسی مقصد پر خرچ ہوئے، پینسٹھ سال امام جعفر صادقؑ کے اسی مقصد پر خرچ ہوئے، پچپن سال امام موسیٰ بن جعفرؑ کے اسی مقصد پر خرچ ہوئے، پچپن سال امام علی رضاؑ کے اسی مقصد پر خرچ ہوئے، چوبیس سال کچھ مہینے امام محمد تقیؑ کی عمر کے اسی مقصد پر خرچ ہوئے، امام علی نقیؑ کی چالیس سالہ زندگی اسی مقصد پر خرچ ہوئی، امام حسن عسکریؑ کی زندگی کے اٹھائیس سال اسی مقصد پر خرچ ہوئے ۲۵۶ھ میں ہمارے بارہویں امامؑ پیدا ہوئے ہیں اور جب آپ کی عمر مبارک چار سال کی تھی اس وقت سے لے کر اس وقت تک

ہمارے امام کی پوری زندگی اسی مقصد پر خرچ ہورہی ہے، ۲۵۶ھ میں پیدا ہونے والے امامؑ، آج ان کی عمر مبارک گیارہ سو پینتیس سال ہورہی ہے۔ تقریباً گیارہ سو پینتیس سال اور ۲۶۰ھ سے آپ نے غیبت اختیار کی تو گیارہ سو چالیس سال سے آپ کی غیبت کا سلسلہ جاری ہے۔ کوئی پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے وہ تو پردۂ غیبت میں ہیں وہ کچھ کررہے ہیں کہ نہیں کررہے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم ہم کچھ آپ کو اور نہ سنائیں گے۔

یہ آپ کا جمع ہوجانا، یہ میرا بیان کرنا، یہ آپ کا سن لینا، یہ مجھ میں سنانے کی ہمت پیدا کردینا یہ نہ میرا کام ہے، نہ آپ کا کام ہے۔ یہ انھیں کا ایک ادنیٰ اشارہ ہے ایران میں اسلامی حکومت کا قائم ہوجانا، امریکہ جیسے طاقتور کا شکست کھاجانا، آقائے خمینیؒ کے ہاتھوں کارٹر جیسے عظیم انسان کا بے حد ذلیل ورسوا ہوجانا یہ کسی اور کا کام نہیں ہے یہ اسی پردۂ غیبت میں بیٹھنے والے کا کام ہے۔

آج میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے پچھلی مجلسوں میں کئی باتیں کہی ہیں ان کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ دین سہل ہے عمل کرنے کی نیت چاہیے، عمل کرنا آسان ہوجائے اگر ہم وہ معاشرہ پیدا کرلیں جو دیندار معاشرہ ہو جہاں سبھی نماز پڑھنے لگیں گے وہاں بے نمازی کو زحمت ہوگی نمازی کو زحمت کہاں رہے گی۔ جہاں سبھی پردہ کرنے لگیں گی وہاں بے پردہ نکلنے والیوں کو زحمت ہوگی، پردہ کرنے والیوں کو زحمت نہیں ہوگی اور میں تین باتیں آپ سے خاص طور سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ سے بہتر، زمانے کے حالات سے باخبر ہیں۔

آج پوری دنیا میں مذہب کی لہر چل رہی ہے۔ آج سے دس سال پہلے، آج سے پندرہ سال پہلے، آج سے پانچ سال پہلے محسوس ہوتا تھا کہ مذہب ڈوبنے کے قریب ہے، اب دنیا میں مذہب بے نشان ہوجائے گا لیکن تھکی ہوئی دنیا انتہائی ترقی کرکے

سیاروں تک پہنچ جانے والی دنیا اتنی عاجز ہو چکی ہے، اتنا سکون کھو چکی ہے یا تو کچھ پی چکے ہیں یا کچھ نشے میں پڑے ہیں یا پھر کچھ مذہب کی باتیں کر رہے ہیں یعنی دنیا اتنی بے چین ہے کہ یا تو کچھ بے ہوش و مدہوش ہو چکے ہیں یا کچھ کو مذہب کا ہوش آنے لگا تو پوری عالمی سطح پر مذہب کی لہر چل رہی ہے۔ دوسری طرف جو مسلمان آبادیاں ہیں، جو مسلمان ملک ہیں ان میں اسلام کے زندہ کرنے کا ذکر جاری ہے اور تیسرا کارنامہ اسلام کے اسلامی انقلاب کے ذریعہ عالمی سطح پر مذہب شیعہ کا ذکر بھی ہو رہا ہے اور ذکر حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ بھی ہو رہا ہے۔ ہمارے علماء اللہ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے، پروردگار ان کی زیادہ سے زیادہ رہبری کا انتظام کرے اس بات کا کہ وہ غلطی کرنے سے محفوظ رہیں۔

ہمارے علماء پوری دنیا میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اسلام کو اور مذہب اہلبیتؑ کو زندہ کرنے کے لئے اس سلسلہ میں خاص طور سے چار پانچ نام جو آپ جانتے ہیں ان کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے نمایاں ترین شخصیت ہے آقائے خمینیؒ کی، ان کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ امریکہ نے جو پلان بنایا حملہ کرنے کا انھیں اس کی فکر نہیں تھی کہ ان کے جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں وہ اٹھا لئے جائیں ان کی فکر یہ تھی کہ اگر آقائے خمینیؒ قبضہ میں آ جائیں تو سارا انقلاب ہی دھرے کے دھرا رہ جائے لیکن ذروں نے مٹی کے ذروں نے اڑ کر کے ان کے پلان کو نیست و نابود کیا ہے اور آج تک مجھے وہ تقریر یاد ہے جو آقائے خمینیؒ نے ان کے پلان کے ناکامیاب ہونے کے بعد کی تھی۔ تم ہوشیار رہو ایران کی حفاظت فرشتے کر رہے ہیں۔ تو کسی علم غیب کی بنا پر انہوں نے نہیں کی تھی ان کو اللہ کی طرف سے کوئی پیغام نہیں پہنچا تھا بلکہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ ایرانی قوم سوتی رہی تھی حملہ رات کو ہوا تھا لیکن انسان سو رہا تھا مگر دین کا محافظ سوتا ہی نہیں ہے یہ نیست و نابود ہو گئے، جب مٹ گئے تو دنیا کو خبر ہوئی کہ جناب امریکہ صاحب یہاں پڑے ہیں تو

انھوں نے اسی دن کہا تھا اور میرا فقرہ آپ کو یاد ہوگا کہ آقائے خمینیؒ کے پاس فقط ایک سرمایہ ہے جو مجھے بھی مل سکتا ہے، آپ کو بھی مل سکتا ہے، ہر ایک کو مل سکتا ہے جو جتنی کوشش کرے اتنا پا سکتا ہے اور وہ ہے اللہ، نبیؐ اور امامؑ پر بھرپور یقین۔

اور یہ یقین کہ ان کا کام ہم کریں اور ہماری مدد وہ کریں گے۔ یہی وہ یقین ہے، یہی وہ سہارا ہے جس پر ایران آگے بڑھ رہا ہے اس راہ میں کچھ اور بھی ہماری جلیل القدر ہستیاں ہیں جو اٹھی ہیں۔ میں ان میں سے چند کے نام لینا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں نام لینا چاہتا ہوں اسی شہید کا جس کا نام محمد باقر الصدرؒ تھا۔ محمد باقر الصدرؒ جب اپنی بہن کے ساتھ شہید ہوئے تو ہم کو ایک مرتبہ کربلا پھر یاد آگئی۔ باقر الصدرؒ کے قریب ترین عزیز صاحب صدر خبروں کی حد تک لاپتہ ہیں۔ لیکن حالات سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی شہید ہو چکے ہیں خدا کرے کہ زندہ ہوں۔ جن واقف کاروں نے مجھے بتایا وہ یہ بتایا کہ باقر الصدرؒ کی بیوی بہن موسیٰ صدر کی ذرا سوچئے اس عورت کی کیسی عظیم قربانی ہے جس کا شوہر بھی مارا گیا، جس کا بھائی بھی مارا گیا ہم جب گئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ کاظمین میں باقر الصدرؒ کے ایک بھتیجے ہیں۔ جن کے پاس ان کے دو یتیم بچے اور بیوہ رہتی ہیں اس ملعون صدام نے کتنے علماء کو قتل کیا ہے، کتنے شیعوں کو قتل کیا ہے۔ فقط اتنی سی بات آپ سنیں کہ آقائے باقر الصدرؒ کی شہادت سے پہلے بارہ ہزار قتل ہوئے ہیں بارہ ہزار، جن میں طلاب تھے، جن میں علماء تھے، جن میں مومنین تھے اور صدام نے جس کو ایران صدام حسین نہیں کہتا ہے، صدام یزید کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے۔

جس نے باقر الصدرؒ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے بصرہ میں جوان کے حامی تھے اسے قتل کر دیا، موصل میں جوان کا حامی تھا اسے قتل کر دیا، حلہ میں جوان کا حامی تھا اسے قتل کر دیا۔ دس بارہ ہزار شہید ہو گئے اور باقر الصدرؒ اکیلے رہ گئے۔ تیسرا نام مجھے لینا ہے اس

سید حسن شیرازیؒ کا جس نے شام میں قیام کر کے وہاں مذہب تشیع کو پھیلانا شروع کیا تھا مگر یہی امریکہ جس کے جلادوں کا نام ہے ''سی آئی اے'' انھوں نے بیروت میں سید حسن شیرازیؒ کو بھی گولی ماردی اور انھیں کے جلاد ایجنٹوں نے ان آقائے مرتضیٰ مطہریؒ کو جن کے لئے آقائے خمینیؒ نے یہ فرمایا تھا مطہریؒ میری عمر کے حاصل تھے جنھیں مارا گیا ایک جگہ میں یہی تذکرہ کر رہا تھا تو لوگوں نے پوچھا یہ بتایئے حسن شیرازیؒ شہید ہو گئے، موسیٰ صدرؒ شہید ہو گئے، باقر الصدرؒ شہید ہو گئے، مرتضیٰ مطہریؒ شہید ہو گئے، آقائے خمینیؒ کامیاب ہو گئے ان میں ہارا کون؟ جیتا کون؟ میں نے کہا کہ سب کامیاب ہیں ہارا کوئی نہیں، ہارا کوئی نہیں۔ کہا تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ خمینیؒ صاحب کے لئے تو ٹھیک ہے کہ وہ جیت گئے ہم نے کہا کہ سنو قلعۂ خیبر اکھاڑ کے جیسے علیؑ جیتے اور کربلا میں شہید ہو کے جیسے حسینؑ جیتے تو کچھ اس راستے سے جیتے، کچھ اس راستے پر جیتے۔ خمینیؒ مولاؑ علیؑ کے راستے پر جیتے اور یہ شہید ہونے والے حسینؑ ابن علیؑ کے راستے پر جیتے۔

اسلام میں ہار کا کیا سوال ہے میں نے یہ سارے تذکرے آپ کے سامنے اس لئے کیے ہیں کہ آج دنیا مذہب کی طرف پلٹ رہی ہے، آج مسلمان اسلام کو زندہ کرنے کی سوچ رہے ہیں، آج مسلمان اسلام کو زندہ کرنے کی سوچ رہے ہیں اور پروردگار عالم نے وہ کام جو شاید صدی دو صدی میں ہوتا انقلاب ایران کے ذریعہ دو سال میں ڈیڑھ سال میں پوری دنیا کے پڑھے لکھے طبقے کو باخبر کر کے کہ شیعہ اثنا عشری بھی ایک مذہب ہے ان کے پاس تصور مہدیؑ ایک ایسا تصور ہے جو نجات دہندۂ انسانیت و آدمیت ہے۔ تو ان کے آنے کے بعد سارے انسانوں کی ساری مشکلات حل ہو جائیں گی۔

تو آج ہم اور آپ عقیدہ رکھتے ہیں اور دنیا سوچ رہی ہے کہ اگر یہ مذہب آجائے اور یہ آنے والی ذات آجائے تو ہمارے مسائل حل ہو جائیں۔ ہم ابھی کچھ دن

کے لئے پاکستان گئے تھے وہاں ہم کو چار چھ مومنین نے گھیرا اور کہنے لگے کہ خمینیؒ صاحب کو کچھ تو سوچنا چاہئے یہ سب سے لڑائی جو لڑ رہے ہیں یہ کیسی بات ہے ہم نے کہا کہ اگر آپ آقائے خمینیؒ کو پہچان لیتے تو یہ بات نہ کہتے۔ کہنے لگے کیا مطلب؟ ہم نے کہا کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ ہٹ گیا لہٰذا شیعہ حاکم رہیں گے، مسئلہ یہ نہیں ہے کہ رضا شاہ مر گیا تو آقائے خمینیؒ کی حکومت رہے گی مسئلہ یہ ہے کہ مذہب اثنا عشری کی حکومت رہے گی تو مذہب اثنا عشری کی جب حکومت رہے گی تو اسلامی حکومت جب قائم ہوگی تو قوانین اسلامی ہوں گے۔ داخلہ پالیسی اسلامی ہوگی خارجہ پالیسی اسلامی ہوگی انھوں نے سیدھے سیدھے یہ کہا کہ جب خارجہ پالیسی اسلامی ہے تو جو اسلام کا مخالف ہے اس سے ہم ہاتھ نہیں بڑھا سکتے ہیں دوستی کا، اور جو اسلام کا موافق ہے اس کی طرف ہم ہاتھ بڑھائیں گے آپ یاد رکھئے گا۔ آج کسی نے قدر نہ کی ہوگی لیکن ایک وقت آئے گا جب عالمی سطح پر اس بات کی قدر و قیمت پہچانی جائے گی کہ گھر میں آگ لگی ہے بجھانے والا پانی بھر کے لیکے آیا ہے۔ لیکن ایران روس سے یہ کہتا ہے کہ ہم کو تمہاری مدد اس لئے قبول نہیں ہے کہ افغانستان میں تم ایران کے خلاف لڑ رہے ہو تم اگر ہماری مدد کرنا چاہتے ہو تو پہلے اسلامی مجاہدین افغانستان سے ہٹ جاؤ تب ہم تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے۔

یعنی ایران نے، آقائے خمینیؒ نے کیا بتایا؟ کہ ہم مر سکتے ہیں مگر اصول بیچ نہیں سکتے ہیں تو میں ان سارے تذکرے کو اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ میرے پڑھے لکھے نوجوانو! میری پڑھی لکھی بیٹیو! مستقبل تمہارے ہاتھ میں ہے ہم تو بوڑھے ہو چکے ہیں جو ہم سے بڑے ہیں وہ ہم سے زیادہ بوڑھے ہو چکے ہیں، ہم تمہیں آواز دے کے اگر للکار رہے ہیں تو تم اٹھ کھڑے ہو، تمہیں کندھے پر بندوق نہیں اٹھانا ہے، تمہیں گولی نہیں چلانا، میدان میں بڑھ کے گولی نہیں کھانا ہے۔ ہماری ذمہ داری تو اتنی ہے کہ ہم اپنے دل و دماغ

پر قابو پاکے خود کو پابند مذہب بنائیں پھر جب ہم پابند مذہب ہو جائیں تو اپنے گرد و پیش کو پابند مذہب بنائیں جب اس طرح سے دیندار سماج تیار ہو جائے گا تو مذہب تشیع خود بخود بڑھنے لگے گا۔

میں آپ کے سامنے موقع نہیں پاتا ہوں مگر بغیر وضاحت کے اشاروں میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آج ہندوستان کے کئی کروڑوں انسان، آج اسی ہندوستان کے کروڑوں انسان اپنے مذہب کے ماننے میں بے چینی محسوس کر رہے ہیں اور ان کو صحیح مذہب کی تلاش ہے۔ اس لئے کہ نئے زمانے کا انسان نئی زندگی کا انسان باتوں کو ماننے پر تیار ہے جن کو عقل قبول نہیں کرے، جن کو انسان کی فطرت قبول نہیں کرے مگر مشکل کیا ہے، مشکل یہ ہے کہ آئیں تو کدھر آئیں ہمارا ہاتھ اتنا بڑا نہیں ہے کہ ہم ان کا ہاتھ پکڑ سکیں، ہمارا گھر اتنا بڑا نہیں ہے کہ ہم اپنے گھر میں ان کو جگہ دے سکیں اور ہماری سوسائٹی پر ایسا شیطانی تسلط ہے، ایسا بے دینی کا قبضہ ہے کہ میرے سامنے کے واقعات ہیں کہ جو مسلمان ہو گئے ہیں، جو شیعہ ہو گئے ہیں میں ان کو لئے لئے گھومتا ہوں کہ ان کے لئے جماعت بن جائے نہیں بنتی۔ ان کو میں لئے لئے گھومتا ہوں کہ ان کی شادی ہو جائے شادی نہیں ہوتی تو جب تک ہم یہ بے دین معاشرہ باقی رکھیں گے تب تک غیر ہمارے اندر کیسے آئیں گے۔

تو پہلا فریضہ یہ ہے کہ جب زمانے میں مذہب کی لہر چل رہی ہے، اسلام زندہ کیا جا رہا ہے اور مذہب تشیع کے لئے اسلامی انقلاب ایران نے ایک پلیٹ فارم بنا دیا ہے تو ہم اپنی طاقت بھر اٹھیں۔ مجھے سیاسی تقریر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے بار بار کہا اور پھر کہتا ہوں کہ آپ دیندار بنئے، میں دیندار بنوں، میں اپنا گھر دیندار بناؤں۔ آپ اپنا گھر دیندار بنائیے، ہم اپنی قوم کو دیندار بنائیں تو ہم خود ہی دیندار ہو جائیں گے۔ اور ہماری دینداری کو دیکھ کے دنیا پہچانے گی کہ دین محمدؐ کیا ہے، دین علیؑ کیا ہے، دین فاطمہؑ کیا ہے۔

جب دنیا میں بے حیا عورتوں کے مجمع میں ایک شریف عورت پردہ کے ساتھ آئے گی اور لوگ پوچھیں گے کہ یہ عورت کون ہے۔ یہ ایسی کیوں ہے اور جب اسے بتایا جائے گا کہ یہ اپنی شہزادی فاطمہ کی تعلیم سے متاثر ہے تو اس ایک عورت کا شرم وحیا اور پردے کے ساتھ آنا پورے مذہب کی تبلیغ کا ذریعہ بن جائے گا۔ تو میں نے گیارہ دن جو کوشش کی ہے اس کا خلاصہ اور ماحصل یہی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں چلتے چلتے پھر یہ درخواست کرتا جاؤں۔ انشاء اللہ اگر زندگی رہے گی تو ہماری آپ کی ملاقات پھر ہوگی۔ اللہ توفیق دے گا تو ہم آپ پھر ملیں گے، باتیں کریں گے، غور کریں گے، تذکرے کریں گے لیکن کم سے کم آج ہماری آپ کی بات طے ہونا چاہئے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی قوت پھر دیندار بنے اور دیندار بنانے کی مہم میں جٹ جانا چاہئے، لگ جانا چاہئے تن، من، دھن سے لگ جانا چاہئے۔

میں آپ کو بتاؤں کہ میری زندگی کا سب سے دلچسپ مسئلہ، سب سے بڑی ذمہ داری، سب سے بڑا کام ایک ہی ہے جس کا نام تنظیم المکاتب ہے۔ جس کا پہلے سال خرچ آیا تھا ساڑھے سترہ ہزار، آج بارہ سال میں بڑھتے بڑھتے چار لاکھ ساڑھے چار لاکھ اور پانچ لاکھ کی حدوں تک ہمارا خرچ پہنچا اور ہم ہر سال پچیس پچاس ہزار بڑھا دیتے ہیں۔ آپ کو ہم بتاتے ہیں، ہم اب کی عشرۂ محرم میں نہیں رہے اور آئے بھی تو عشرۂ محرم میں نہ رہنے کی بنا پر مومنین نے مجلسوں کا اتنا بوجھ ڈال دیا کہ جو دفتر دفتر، گھر گھر جا کر ہم چندہ مانگا کرتے ہیں اس کے لئے نہیں جا سکے اور بمبئی سے تنظیم المکاتب کو جتنی امداد مل جاتی تھی اس کی ایک تہائی امداد بھی ابھی تک نہیں ملی۔ اگر آپ بعد میں دینا چاہیں تو میں آپ سے کل کہہ چکا ہوں کہ آپ واجبات نکالئے ہمیں ہرگز مت دیجئے، ہمیں دینے والا کوئی اور ہے، ہم کسی اور کے سہارے کام کرتے ہیں لیکن اگر کوئی دینا چاہتا ہے تو میرے

چلے جانے کے بعد بھی آپ کے سامنے مولانا کاظم رضا صاحب قبلہ موجود ہیں آپ ان کو دے کے ان سے رسید لے سکتے ہیں۔

تو میں یہ تذکرہ اس لئے کر رہا تھا کہ کوئی اور ہوتا تو وہ یہ سوچتا کہ جو سالانہ مدد مل جاتی تھی، تہائی ملی ہے کل ہم اگلا بجٹ جو بنائیں گے تو پچیس پچاس ہزار کا بڑھا کے بنائیں گے۔ اس لئے نہیں کہ یہاں امداد کم ملی ہے تو کیا ہوگا اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے بارہ سالہ تجربہ یہ کہتا ہے کہ تم کام تو کرو مدد کے لئے ہم موجود ہیں۔ اور یہ آواز اس کی ہے جس نے زخمی ہونے کے بعد چار دن کی پیاس کے بعد، سر سے پیر تک زخمی ہونے کے بعد اپنے کلیجے پر اکہتر زخم اور داغ رکھنے کے بعد کسی شہید کے پکارنے پر اس کو مایوس نہیں کیا۔

حبیبؑ نے پکارا تو ان کے سرہانے گئے، بریرؑ نے پکارا تو ان کے سرہانے گئے، زہیرؑ نے پکارا تو ان کے سرہانے گئے۔ سب کے سرہانے گئے اور سب کی لاش لے کے آئے۔ بس ہاں ایک لاش نہیں لائے اور ایک لاش نہیں لا سکے آپ سمجھ گئے، آپ سمجھ گئے میرے بھائیوں! میری بہنوں! آج یہ بارہ مجلسوں کے سلسلے کی میں گیارہویں مجلس مکمل کر رہا ہوں تو میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں بھی تھوڑا سا رو لوں۔ آپ بھی تیار ہو جائیں کہ ہم سب مل کے حسینؑ کا غم منائیں۔ میں نے بارہا دعا کی آج بھی میرا جی چاہتا ہے کہ میں دعا کروں کہ پالنے والے مجھے نہیں معلوم ہے، اس مجمع میں بھی کسی کو نہیں معلوم ہے کہ اگلا سال آئے گا تو ہم زندہ ہوں گے یا نہیں زندہ ہوں گے۔ اگر مالک ہم زندہ رہے تو ہمیں بھرپور توفیق دینا کہ حسینؑ کی ایک ایک مجلس میں شریک ہوں اور اگر ہم مر جائیں تو ہم میں جو مر جائے اسے کریم اے کریم، اے غم حسینؑ کی ترویج کرنے والے خدا تجھے اس غمگین ماں کا واسطہ جس نے کلیجے سے حسینؑ کو لگا کے، حسینؑ کی قربانیوں کا وعدہ کیا۔ ہماری روحوں کو مرنے کے بعد مجلسوں میں شرکت کی اجازت دے دینا۔

ہمارے مالک یقیناً ہم گنہگار ہیں جب تک ہم آزادی نہ پاسکیں گے۔تو آیئے میں ختم کرتا ہوں اپنی تقریر کو، میں اپنے بیان کو مگر میں یاد دلانا چاہتا ہوں بات کہاں تک لے آیا تھا بات یہاں تک لے آیا تھا۔حسینؑ ہر شہید کی لاش لے آئے مگر ایک لاش نہیں لائے اور ایک کی لاش نہیں لاسکے، پہلے اس کا ذکر سن لیجئے ،جس کی لاش نہیں لاسکے۔یہ ہے شبیہ پیغمبرؐ زینبؑ کی اٹھارہ سالہ محنت،لیلیٰ کا لال وہ جسے رخصت کرتے وقت حسینؑ تڑپ کے روئے تھے اور خدا کو گواہ کرکے آواز دی تھی میرے مالک تو گواہ رہنا اب وہ جا رہا ہے جو صورت میں،سیرت میں،رفتار میں،گفتار میں تیرے نبیؐ سے مشابہ تھا۔اے میرے مالک جب سے تو نے اکبرؑ کو ہماری گود میں دیا تھا ہم جب کبھی نانا کو یاد کرنے،ان کو دیکھنے،زیارت کرنے اوران کے دیدار کرنے کے مشتاق ہوتے تھے تو اکبرؑ کو دیکھ لیا کرتے تھے۔مالک تیری راہ میں اب اسے بھی دے دیا۔

ان اکبرؑ کو یاد تھا،ان اکبرؑ کو یاد تھا کہ جب میرے چچا نے فرات کے کنارے سے آواز دی تھی مولا خبر لیجئے تو میرے باپ کی زبان پر برجستہ آیا تھا عباسؑ عباسؑ تیرے مرنے نے میری کمر توڑ دی الآن ان کسر ظھری وقلت حیلتی عباسؑ تیرے مرنے نے آج میری کمر توڑ دی اور میری تدبیر کی راہیں کم ہوگئیں۔

اللہ کہاں سے لاؤں الفاظ کہاں سے لاؤں الفاظ جو اس عباسؑ کی مدح کرسکوں جس کی کمی کو حسینؑ محسوس کررہے ہیں تو اکبرؑ کو یاد تھا اکبرؑ کو یاد تھا کہ بابا،بابا اتنا کمزور تھے کہ میں پکڑ اکے چچا کے سرہانے لے گیا تھا تو وہ بابا میرے سرہانے کیسے آئے گا تو جب کلیجے پر نیزے کا پھل پڑا اور اکبرؑ نے سمجھ لیا کہ میں گھوڑے سے گرنے والا ہوں تو گرنے سے پہلے اکبرؑ نے گھوڑے کی گردن میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال دیئے ارے کیسا وفادار گھوڑا تھا جو اکبرؑ کا اشارہ سمجھ گیا۔

وہ چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ نوجوان کو لیکے خیمے کی طرف بڑھ جائے تا کہ خیمے تک اکبرؑ کی لاش جائے مگر پسر سعد نے للکارا اکبرؑ کو لے کے گھوڑا جانے نہ پائے، بے حیا ظالم، سنگدل بزدل تلواریں لے کے بڑھے، جدھر سے گھوڑا گزرتا تھا، تلواریں برستی تھی۔ اتنی تلواریں ماریں، اتنی تلواریں ماریں کہ اکبرؑ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔ ارے تھوڑی دیر پہلے ارے تھوڑی دیر پہلے زندہ قاسمؑ پر گھوڑے دوڑ گئے تو قاسمؑ کی لاش پائمال ہوگئی تھی مگر تھوڑی دیر کے بعد زندہ اکبرؑ پر اتنی تلواریں پڑیں کہ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ جب ہاتھ چھوٹے گھوڑے سے اکبرؑ زمین پر آئے تو بابا کو پکارا نہیں کہا بابا آخری سلام، بابا آخری سلام منشاء یہ تھا، مطلب یہ تھا کہ بابا آپ نہ آیئے گا مگر بابا آئے بابا آئے اور جب قریب بیٹھ کے ایک مرتبہ حسینؑ نے کہا اکبرؑ تو اکبرؑ اگر چہ مرحلۂ موت میں تھے مگر آنکھیں کھول دیں۔

آ گئے بابا، آ گئے بابا مجھے نہیں معلوم، مجھے نہیں معلوم اپنے پاس دیکھ کے حسینؑ کو اکبرؑ کو خوشی ہوئی ہوگی کہ بابا مرتے دم سرہانے آگئے یا اکبرؑ کو اور بے چینی بڑھ گئی ہوگی۔ ارے یہ میرا بابا، یہ میرا مجبور باپ، میری لاش کیسے لے جائے گا نہیں پڑھا جاتا مجھ سے اس کے آگے مجلس تمام کرنے جارہا ہوں میرے بھائیوں! میری بہنوں! دعاؤں میں آپ مجھے یاد رکھیں میں آپ کو بھی انشاء اللہ یاد رکھوں گا۔ بس آخر میں دو جملے سنئے ایک مرتبہ جب اکبرؑ کی لاش اٹھانے کا وقت آیا حسینؑ سے لاش نہیں اٹھی۔ آواز دی چھوٹے چھوٹے بچوں آؤ، آؤ، آؤ حسینؑ کی مدد کرو۔ تمہارے بھائی کی لاش نہیں اٹھ رہی ہے یہ تو اس کی لاش تھی جس کی لاش حسینؑ نہیں لا سکے جب تک کہ چھوٹے چھوٹے بچے نہ آ گئے۔ اب اس کی بھی لاش سن لیجئے جس کو حسینؑ نہیں لائے۔ یہ کون؟ یہ کون؟ یہ کون؟ جب عباسؑ نے آواز دی جب عباسؑ نے آواز دی تھی تو اٹھائیس بچے جو آنسو رو کے

بیٹھے تھے انہوں نے رونا چاہا ارے یہ تو شیر کے مرنے کی آوز آرہی ہے۔سکینہؑ نے کہا ابھی نہ روؤ، ابھی نہ روؤ میرا باپ جارہا ہے، حسینؑ کو اکبرؑ لے کے چلے ایک جگہ گھوڑا روکا کہا بیٹا ارے، ارے یہ میرے کلیجے کے ہاتھ پڑے ہیں انہیں اٹھالو ایک جگہ عباسؑ کا ہاتھ اٹھایا دوسری جگہ عباسؑ کا ہاتھ اٹھایا آئے آئے! بس آخری فقرہ سنئے ایک مرتبہ آ کے عباسؑ کے سرہانے بیٹھ گئے۔

اکبرؑ کے سرہانے بیٹھے تھے، آواز دی تھی اکبرؑ تو اکبرؑ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔عباسؑ کے پاس جو آ کے بیٹھے کہا عباسؑ بس اس فقرے کے آگے مجھے نہیں پڑھنا ہے مگر سن لیجئے عباسؑ تو عباسؑ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔کہا! مولاؑ آ گئے، آقا آ گئے کہا ہاں آ گیا عباسؑ یہ تو سوچو تمہارا بھائی تم کو کس حال میں دیکھ رہا ہے۔کہا مولاؑ آپؑ نے تو مجھے دیکھ لیا مگر میں آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔مولاؑ زندگی میں آخری تکلیف دینا چاہتا ہوں، آخری تکلیف دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ میرے ہاتھ نہیں ہیں۔ہائے اس مجبور کی مجبوری جس نے ذرا دیر پہلے علم بھی سنبھالا تھا، نیزہ بھی سنبھالا تھا اور چار ہزار کے لشکر کو فرات سے دور بھگا دیا تھا آج وہی بغیر ہاتھوں کے مجبور پڑا ہے۔کہا مولاؑ زندگی کی آخری تکلیف، جیب سے رومال نکالئے ایک آنکھ میں تیر لگا ہے، دوسری آنکھ میں سر کا خون آ کے جم گیا ہے۔خون صاف کر دیجئے میں مرنے سے پہلے آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔حسینؑ نے رومال نکالا خون صاف کیا۔عباسؑ نے آنکھ کھولی مسکرا کے دم توڑ دیا اور دم توڑتے، توڑتے کہا آقا میری لاش نہ لے جایئے گا، آقا میری لاش نہ لے جایئے گا اور میرا سر بھی گود میں نہ رکھئے گا۔کہا میں نہ رکھوں گا مگر بتاؤ کیوں نہ رکھوں؟ کہا میرے مولاؑ! میں دم توڑوں گا میرا سر آپ کی گود میں ہوگا مگر جب شمر کا خنجر چل رہا ہوگا میرا امامؑ اکیلا ہوگا اس کا سر کسی کی گود میں نہ ہوگا۔

سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر

ان مجلسوں میں میں آپ کے سامنے اللہ کے اس اعلان کو روزانہ دہراتا ہوں کہ وہ دین ومذہب پر عمل کرنے کے لئے اور پابندیٔ دین کے لئے ہم کو یہ کہکر سہارا دیتا ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں چاہتے ہیں، مشکلیں نہیں چاہتے ہیں۔ میں ان مجلسوں میں پہلے روزانہ ترتیب کے ساتھ چودہ معصومینؑ میں سے ایک ایک معصومؑ کا تذکرہ بھی کیا کرتا تھا۔ اس بار کسی دن موقع پاسکا اور کسی دن موقع نہیں پاسکا۔ تو نیت یہ ہے کہ انشاءاللہ ایک دن ایک ہی تقریر میں سارے معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یکجا اور ایک ساتھ تذکرہ عرض کروں گا۔

آج اس سلسلۂ کلام کے مطابق کہ مذہب آسان ہے یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تذکرے تو میں آپ کے سامنے پیش کرچکا کہ شیطان اس آسان مذہب کو کن باتوں سے، کن تدبیروں سے، کن خیالات سے مشکل بنا دیتا ہے۔ آج میں آپ کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسان مذہب کو آسان بنانے کے لئے ہم آپ کیا کرسکتے ہیں اور اس بات کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ ہم کو اس بات کا حساب اور جائزہ

لینا ہوگا کہ مذہب کو آسان بنانے کے لئے جو کچھ ہم اور آپ کر سکتے ہیں وہ کر رہے ہیں یا اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔آج جو میں کہنا چاہتا ہوں اس کی سرخی اور عنوان آپ کے سامنے بیان کرنے کے بعد تفصیل یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی کام ہو اگر اس کام کا کرنے والا اکیلا ہوتا ہے تو کام آسان ہو کر بھی مشکل ہو جاتا ہے اور اس کام میں شرکت کرنے والے بہت سے آدمی ہو جاتے ہیں تو مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ایک محاورہ ہے۔ساٹ پانچ کی لاٹھی کا بوجھ۔ایک آدمی کا وزن ہے وہ تنہا اٹھانا چاہتا ہے اٹھا سکتا ہے مگر وزن کی زیادتی کی وجہ سے اور اپنے اکیلے ہونے کی بنا پر دقت محسوس کرتا ہے مگر پانچ،سات،دس آدمیوں نے مل کر کے اس بوجھ کو اٹھالیا تو وہ اٹھ بھی جاتا ہے اور کسی کو اس کی گرانی اور وزن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔تو میں اسی اصول پر یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ خاص طور سے میرے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں میری ان باتوں پر توجہ دیں گے۔اس وقت مذہب مشکل اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے بگڑتے بگڑتے سماج ایسا بن گیا ہے جس میں بے دین باعزت ہے اور دیندار بے عزت ہے۔

میری بات پر آپ غور کریں گے تو میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو دین کا منکر،نہ ماننے والا،کافر،غیر مسلم ہے وہ بے عزتی کرتا ہے۔نہیں ہم اللہ نبیؐ اور امامؑ کے ماننے والے اس آدمی کو عزت سے دیکھتے ہیں جو دین کا مذاق اڑاتا ہے اور اس آدمی کو ہمارے سماج میں دوسرے نمبر کی عزت حاصل ہوتی ہے۔جو پابند دین ہوتا ہے۔میں مثالوں کے سہارے بہت کچھ آپ کا وقت خرچ کرسکتا ہوں لیکن فقط ایک ایسی مثال جو عام طور سے ہمارے آپ کے سماج میں سنی جاتی ہے کہ اگر ہم نے تبلیغ کر کے،کوشش کر کے،سمجھا کے اثر ڈال کے مثلاً ایک آدمی بے نمازی تھا اسے نمازی بنایا،ایک آدمی ڈاڑھی نہیں رکھتا تھا اس کو ڈاڑھی رکھوائی،ایک لڑکی پردہ نہیں کرتی تھی اسے پردہ کرایا۔

لینا ہوگا کہ مذہب کو آسان بنانے کے لئے جو کچھ ہم اور آپ کر سکتے ہیں وہ کرر ہے ہیں یا اس کی مخالفت کرر ہے ہیں۔آج جو میں کہنا چاہتا ہوں اس کی سرخی اور عنوان آپ کے سامنے بیان کرنے کے بعد تفصیل یہاں سے شروع کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی کام ہو اگر اس کام کا کرنے والا اکیلا ہوتا ہے تو کام آسان ہوکر بھی مشکل ہو جاتا ہے اور اس کام میں شرکت کرنے والے بہت سے آدمی ہوجاتے ہیں تو مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ایک محاورہ ہے۔سات پانچ کی لاٹھی کا بوجھ۔ایک آدمی کا وزن ہے وہ تنہا اٹھانا چاہتا ہے اٹھا سکتا ہے مگر وزن کی زیادتی کی وجہ سے اور اپنے اکیلے ہونے کی بنا پر دقت محسوس کرتا ہے مگر پانچ ،سات ،دس آدمیوں نے مل کر کے اس بوجھ کو اٹھالیا تو وہ اٹھ بھی جاتا ہے اور کسی کو اس کی گرانی اور وزن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔تو میں اسی اصول پر یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ خاص طور سے میرے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں میری ان باتوں پر توجہ دیں گے۔اس وقت مذہب مشکل اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے بگڑتے بگڑتے سماج ایسا بن گیا ہے جس میں بے دین باعزت ہے اور دیندار بے عزت ہے۔

میری بات پر آپ غور کریں گے تو میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو دین کا منکر،نہ ماننے والا ،کافر،غیر مسلم ہے وہ بے عزتی کرتا ہے۔نہیں ہم اللہ نبیؐ اور امامؑ کے ماننے والے اس آدمی کو عزت سے دیکھتے ہیں جو دین کا مذاق اڑاتا ہے اور اس آدمی کو ہمارے سماج میں دوسرے نمبر کی عزت حاصل ہوتی ہے۔جو پابند دین ہوتا ہے۔میں مثالوں کے سہارے بہت کچھ آپ کا وقت خرچ کرسکتا ہوں لیکن فقط ایک ایسی مثال جو عام طور سے ہمارے آپ کے سماج میں سنی جاتی ہے کہ اگر ہم نے تبلیغ کر کے،کوشش کر کے،سمجھا کے اثر ڈال کے مثلاً ایک آدمی بے نمازی تھا اسے نمازی بنایا،ایک آدمی ڈاڑھی نہیں رکھتا تھا اس کو ڈاڑھی رکھوائی،ایک لڑکی پردہ نہیں کرتی تھی اسے پردہ کرایا۔

آپ برانہ مانیں آج تک کم سے کم میری نگاہ کے سامنے ایسا کوئی فنکشن، ایسی کوئی تقریب، ایسا کوئی جلسہ، ایسے ہار پھول کا کوئی پروگرام میری نگاہ سے نہیں گذرا کہ آج فلاں لڑکی کے اعزاز میں چونکہ اس نے چادر پہن لی ہے لہٰذا یہ جلسہ ہو رہا ہے اور اس کو یہ ہار پھول پہنایا جارہا ہے۔ آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ ایک آدمی جو بے نمازی تھا نمازی بن گیا۔ ڈاڑھی منڈاتا تھا ڈاڑھی رکھنے لگا، جلسہ ہوا کہ یہ آدمی پابند دین نہیں تھا، پابند دین ہو گیا۔

البتہ اس کے برخلاف شروع میں تو پتہ نہیں لگتا ہے اگر کسی کو ڈاڑھی رکھوائی ہے تو نکلتے نکلتے نکلے گی۔ مونڈی تو جاسکتی ہے ایک دن میں لیکن نکلتے نکلتے نکلے گی۔ جب نکل آئی۔ میں لکھنؤ کی بات سناتا ہوں کہ آپ برانہ مانیں۔ میں نے اپنے دفتر میں جہاں آج بھی الحمدللہ علاوہ چھ انسپکٹروں کے وہ تو سب عالم دین ہیں۔ آٹھ کلرک کام کرتے ہیں اور ان میں سے چھ نوجوان تو ہم نے ان کو ایک دن سمجھایا کہ اگر آپ نے اس دفتر کی نوکری کی بنا پر ڈاڑھی رکھی ہے تو اتنا تو ہو جائے گا کہ آپ ایک جرم سے بچ جائیں گے مگر یہ سکریٹری کی خوشنودی کی ڈاڑھی ہوگی، اللہ کی خوشنودی کی ڈاڑھی نہیں ہوگی۔ چنانچہ جو دو چار کچے تھے، وہ پکے ہو گئے۔

مگر اب انھوں نے اپنے اپنے خاندان سے، اپنی اپنی فیملی سے جو ریمارکس ہوئے وہ لا کے ہم تک پہنچائے اور ہمارے پاس اسی طرح ذاکری کے لئے، مجلس پڑھنے کے لئے سامان جمع ہوتا ہے تو ایک نوجوان نے آ کے ہم سے کہا کہ ہم جو ڈاڑھی رکھ کے اپنے وطن گئے، اپنے گھر گئے تو لوگوں نے پوچھا طبیعت کیسی ہے یعنی ایسی کیا بیماری پیدا ہوئی کہ تم کو ڈاڑھی رکھنا پڑی ایک ریمارک، دوسرے نے بتایا کہ ہماری ڈاڑھی کو دیکھ کر لوگوں نے یہ پوچھا کہ آج کل کون سا ایسا غم تم کو ہے کہ یہ تم نے غمگین شکل بنالی تو ان بیچاروں کو اپنی فیملی میں، اپنے اپنے خاندان میں سمجھانا پڑا کہ نہیں، ہم نے حکم خدا پر عمل کرنے کے لئے ڈاڑھی رکھی ہے یہاں تک بات سنی آپ نے اب آگے سنئے۔

جب تک ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے منڈاتے تھے دوست تھے، پاٹنر تھے، فرینڈ تھے انھیں لفظوں میں آپ پکارے جاتے تھے اور جب ڈاڑھی رکھ لی تو کہا! اماں ملاّ جی ذرا سننا تو اب آپ یہ محسوس کریں کہ اگر ڈاڑھی رکھ لینے کے بعد نوجوان کو ملاّ جی کہہ کے آواز دی جائے اور ہم ذرا ذرا سمجھدار ہیں، ذرا ذرا سمجھدار ہیں۔ ہم نے مثال ایسی پیش کی جن کو سن کے ہلکی ہلکی ہنسی آپ بھی ہنسے۔ یہ مثال ہم نے اسی لئے پیش کی کہ جب سنی ہوئی بات پر آپ کو ہنسی آجاتی ہے تو کہنے والوں نے تو ہنسنے ہی کے لئے کہا تھا ملاّ جی اور اگر ہم نے کسی لڑکی کو پردہ کا پابند کر دیا، فیشن کم ہو گیا، واجبات کی ادائیگی کے لئے ،نماز کی پابندی کے لئے مثلاً ناخنوں کی پالش بند ہو گئی، اس لئے کہ اس کے بغیر وضو درست ہی نہیں ہوگا، غسل ہو ہی نہیں سکے گا تو انہوں نے کہا آیئے آیئے ملاّ جی۔ میں یہ کسی اور کے سماج کی بات نہیں کر رہا ہوں تو آپ کو میری بات کی تائید وتصدیق واقرار کرنا پڑے گا کہ ہمارا سماج بگڑ تے بگڑتے اس منزل پر آ گیا ہے کہ ہم دیندار بننے والے کا مذاق اڑاتے ہیں تو جب تک ہمارا یہ سماج برقرار رہے گا جس میں بے دین بننے والا باعزت رہے اور دیندار بننے والا بے عزت رہے تب تک دین کی پابندی مشکل رہے گی۔

اب اگر ہم دین کو آسان بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو کام یہاں سے شروع کرنا پڑے گا کہ ایک ایسی سوسائٹی، ایک ایسا سماج، ایک ایسا معاشرہ بنانا پڑے گا اور ہم جب اس کو بنانا شروع کریں گے تو پہلے دن نہیں بنے گا۔ بنتے بنتے بنے گا، بڑھتے بڑھتے بڑھے گا، پھیلتے پھیلتے پھیلے گا۔ جس کا یہ مزاج پیدا ہو جائے گا کہ دیندار باعزت ہو جائے گا اور پابندیٔ دین نہ کرنے والا اس عزت سے محروم رہ جائے گا۔ جب ہم ایسا سماج تیار کرلیں، ایسا سماج بنالیں، ایسا سماج تعمیر کرلیں تو مذہب کی پابندی آسان ہو جائے گی۔ اچھا یہ بتایئے کہ اگر یہ بچے صلوات نہ پڑھیں تو آپ کی صلوات کا حشر کیا ہوگا۔

میں سامنے کا نمونہ عرض کرتا ہوں۔ پچھلی کئی تقریروں میں حوالہ دے چکا ہوں کہ ایران میں وہ سماج بن گیا، ایران میں وہ سوسائٹی تیار ہوگئی، جس میں بادین باعزت ہے اور بے دین ..... آپ تو کہیں گے نہیں۔ عزت سے محروم ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہے کہ ایران کے بوڑھے بے دین ہیں آج لیکن نوجوان دیندار ہیں۔ ہم جب زیارت کرنے کے لئے گئے تو ہم نے یہ محسوس کیا کہ اسلامی انقلاب کی مخالفت کرنے والے غریب نہیں، اسلامی انقلاب کی مخالفت کرنے والے نوجوان نہیں، اسلام کی مخالفت کرنے والے دولتمند ہیں۔ انقلاب کی مخالفت کرنے والے بوڑھے ہیں اور ہونا بھی چاہیئے۔

ہم نے کہا کہ ان کو نہ امریکہ سے مطلب ہے نہ ان کو مرے ہوئے، سڑے ہوئے شاہ سے مطلب ہے۔ ان پر جو خود پابندیاں عائد ہوگئی ہیں کہ نہ اب ان کو پینے کو شراب مل سکتی ہے، نہ کھیلنے کو جوا مل سکتا ہے، نہ عیاشی اور بدمعاشی کے اڈے مل سکتے ہیں تو جن کے مزاج میں بدکاری، بدکرداری، بداعمالی رچ بس گئی ہے وہ تو ہمیشہ ایرانی انقلاب کی مخالفت کرتے تھے۔ لیکن جنھوں نے نئے ماحول میں جنم لیا ہے، نئی سوسائٹی میں پیدا ہوئے ہیں وہ پابند دین ہیں تو میں نے یہ بات کیوں کہی۔ میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ میں صرف ایران کی تعریف یا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں اپنے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں۔ یہ پچھلے سو سال، دو سو سال، ہزار سال، بارہ سو سال نبیؐ، امامؑ کے زمانے کی تاریخ نہیں سنا رہا ہوں جو یہ خیال پیدا ہو کہ جب حضورؐ موجود تھے تو ایسا ہوگیا تھا اور مولاؑ موجود تھے تو ایسا ہوگیا تھا اور ائمہؑ موجود تھے تو ایسا ہوگیا تھا۔ نہیں! آج کوئی موجود نہیں ہے کہ چودہ میں سے تیرہ معصوم شہید ہو چکے اور چودھویں پردۂ غیبت میں ہیں۔

زمانہ بیسویں صدی کا ہے انسان زمین پر رہنے والا راکٹوں میں اڑتا ہوا جا رہا ہے، اس کے بنائے ہوئے راکٹ سیاروں تک پہنچ رہے ہیں اس روشن دور میں، اس

سائنسی دور میں وہ ایران جو ایک بدکردار شاہ کی قیادت کی بنا پر بدکرداری میں ڈوب گیا وہاں کے علماء نے جب محنت کر کے گھر گھر، گاؤں گاؤں دینی تعلیم پھیلائی تو اسی بیسویں صدی میں ایک ایسا زندہ ایران پیدا ہوا، ایسا زندہ ایران پیدا ہوا کہ جس میں یہ سماج پیدا ہو گیا، یہ مزاج پیدا ہو گیا کہ دیندار باعزت ہے اور بے دین بے عزت ہے۔

تو میں آپ کی خدمت میں کیا کہنا چاہتا ہوں کہ تین سال پہلے میں بھی اگر تقریر کرنا چاہتا تھا تو میں بھی یہ سوچتا تھا کہ اس بیسویں صدی میں سنے گا کون، لیکن انقلاب ایران نے ہم سب کے دل میں جرأت پیدا کر دی ہے، ہماری زبان میں قوت پیدا کر دی ہے، ہماری آواز میں طاقت پیدا کر دی ہے کہ اگر ایران اسلامی انقلاب لا سکتا ہے تو میں ہمیشہ ایک لفظ کے فرق کے ساتھ کہتا ہوں وہاں اکثریت تھی اہلبیتؑ کے دین کو ماننے والوں کی لہٰذا وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی لیکن ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ہندوستان میں اقلیت میں ہونے کی بنا پر اسلامی حکومت نہیں قائم کر سکتے ہیں تو اسلامی سماج تو قائم کر سکتے ہیں۔

ہمارا یہ مطالبہ نہیں ہے، ہمارا یہ مقصد نہیں ہے، ہماری یہ منزل نہیں ہے، ہمارا یہ منصوبہ نہیں ہے، ہماری یہ پلاننگ نہیں ہے کہ ہم دلّی میں جا کے اسلامی حکومت قائم کریں بلکہ ہمارا پلان، ہماری منصوبہ بندی یہ ہے کہ پہلے ہمارے دل پر اسلامی حکومت ہو، پہلے ہمارے دماغ پر اسلامی حکومت ہو، ہماری خواہشات پر اسلامی حکومت ہو، ہماری آرزوؤں پر اسلامی حکومت ہو اور اس طرح سے ہم پر جب اسلامی حکومت ہو جائے گی تو ہماری گود میں پلنے والے بچے ان پر بھی اسلامی حکومت ہو جائے گی اور اسی طرح سے جب گھر اسلامی ہو جائیں گے تو ہمارا معاشرہ اسلامی ہو جائے گا یہ بات کل اگر نہیں ممکن تھی تو آج ممکن ہو گئی ہے۔ وہ کر سکتے ہیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں اور ایک بات کے لئے میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں ایک صلوات بھیجیں محمدؐ وآل محمدؐ پر نہیں ایک ذرا پر جوش صلوات اور

بھیجدیں محمدؐ وآل محمدؐ پر۔

میں نے ہمیشہ کہا ہے اور آج بھی کہتا ہوں۔ آقائے خمینیؒ کوئی غیر معمولی انسان نہیں ہیں یہ نہیں ہے کہ ان کے لئے اللہ نے کوئی الگ سے انتظام کر دیا۔ وہ الگ انتظام والے چودہ معصومؑ تھے۔ آقائے خمینیؒ ہمارے ہی آپ کے سماج کی پیداوار ہیں۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو آقائے خمینیؒ کے پاس کچھ نہیں ہے، خمینیؒ کے پاس کچھ نہیں ہے سوائے ایک چیز کے اور وہ ایسی چیز ہے کہ وہ ان کو مل گئی ہے۔ ہم چاہیں تو ہمیں بھی مل سکتی ہے۔

میں نے بات واضح کیوں نہیں کی، جب بات مبہم رکھو تو ذرا مجمع میں سننے کے لئے شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا چیز ہے؟ خمینیؒ کے پاس فقط ایک چیز! یہ یقین کہ ہم اللہ کے لئے، نبیؐ کے لئے، امامؑ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ کام کرنا ہمارا کام ہے اور ہمارے کام کو سنبھالنا ان کا کام ہے۔

اس یقین کے علاوہ خمینیؒ کے پاس کوئی چیز نہیں، ابھی ہم کو دبئی میں، شارجہ میں ایک صاحب ملے، ایک جوشیلے ڈاکٹر تھے اور ایک عالم دین تھے۔ ہم تو ہیں نہیں پکے کی بات تو بعد میں ہوگی۔ ہم تو ہیں ہی نہیں تو دونوں نے یہ مسئلہ پیدا کیا کہ ہمیں خیال یہ ہوتا ہے، ہمیں خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید بارہویں امام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ سے اور آقائے خمینیؒ سے کوئی خاص رابطہ ہے۔ ادھر سے خاص ہدایتیں ملتی ہیں، ادھر سے رہبری ہو رہی ہے تب یہ کام کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ نہیں ہم سو فیصدی حامی ہیں ایران کے، ہم سو فیصدی حامی ہیں اس دینی انقلاب کے، ہم فریفتہ ہیں ہمارے دل و دماغ میں بے حد تعظیم ہے، محبت ہے آقائے خمینیؒ کے لئے، لیکن ہم ان کو کہیں سے کوئی غیر معمولی انسان نہ مانتے ہیں، نہ ماننے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ کہا! پھر ان کو یہ کامیابی کیسے ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ ایک انسان ہے جس کے پاس ذخیرہ ہے، یہ سرمایہ ہے، یہ پونجی ہے کہ ہم اللہ کے لئے، ہم نبیؐ کے لئے کر رہے ہیں، امامؑ کے لئے کر رہے ہیں تو جب ہم ان کے لئے کر رہے

ہیں تو ہمارے کام کو سنبھالنا ان کی ذمہ داری ہے۔

اور دنیا کے سامنے نمونہ آ بھی گیا امریکہ جیسی اس دنیا کی سب سے بڑی طاقت مہینوں پلاننگ کرے، ایکسپرٹ بیٹھ کے پلاننگ بنائیں۔ ایرانی قوم سوتی رہے حملہ ہو جائے اور آپس ہی میں ٹکرا کے امریکی پلین تمام ہو جائیں۔ یہ ایسا واقعہ تھا جس نے دنیا کو بتایا کہ کوئی غیبی طاقت ہے جو مدد کر رہی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کو امامؑ سے براہ راست کوئی ہدایت مل رہی ہو۔

ہم نے کہا کہ بھائی عقیدت کو حد سے آگے مت بڑھائیے۔ کہنے لگے کہ نہیں کچھ ہم کو خیال ہوتا ہے۔ تو ہم نے کہا کہ ہم سے سنئے! ہم نے کہا کہ ہمارے علم میں آقائے خمینیؒ کی ایسی دو غلطیاں ہیں کہ اگر امامؑ کی طرف سے براہ راست ان کو ہر مسئلہ میں ہدایت ملتی ہوتی تو دو کیا آدھی بھی غلطی نہیں ہوتی۔ تو دونوں کی گردنیں لمبی ہو گئیں کہ صاحب بتائیے۔ ہم نے کہا کہ سنئے۔ آقائے محمد باقر الصدر اعلی اللہ مقامہ پروردگار عالم ان پر کتنی بھی رحمتیں نازل کرے کم ہے۔ سینتالیس سال کی عمر پانے والا انسان، سینتالیس سال عمر پانے والا انسان جس نے بائیس سال کی عمر میں اجتہاد کے حدود میں قدم رکھا اور ایسی کتابیں چھوڑ گیا سینتالیس سال کی عمر میں کہ آج اس کی حیثیت عالمی طور پر جو صاحبان تصنیف ہوتے ہیں ان میں ہو رہا ہے۔ ایک جماعت کی جماعت چھوڑی، ان کی جماعت چھوڑی جو علماء ہیں، آج دنیا کو روشنی دے رہے ہیں تو خود علم حاصل کیا، کتابیں لکھیں، شاگرد پیدا کئے اور جام شہادت پی لیا۔ سینتالیس سال میں جسے اتنا کچھ مل جائے اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا۔ لیکن آقائے باقر الصدرؒ کی شہادت جو ہوئی ہے لاعلمی میں اس کے بارے میں جب ہم کو ایران میں تفاصیل معلوم ہوئی تو اس میں آقائے خمینیؒ سے دو غلطیاں بھی ہو گئیں۔ یہ میں کیوں سناتا ہوں یہ میں اس لئے سناتا ہوں کہ ہم غیر معمولی

عقیدت کے بغیر ایسا یقین، ایسا علمی مذہب رکھتے ہیں کہ اندھی تقلید کے بغیر بھی ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔

آقائے خمینیؒ کو جن ذرائع سے بھی اطلاع ملی ہوانھیں یہ اطلاع ملی کہ عراق کے حالات سے بددل ہوکے آقائے باقر الصدرؒ عراق چھوڑ رہے ہیں تو انھوں نے ٹیلی گرام یا کہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ آپ عراق میں قیام کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ ٹیلی گرام باقر الصدرؒ تک نہیں پہنچا۔ یہ حکومت کے ہاتھ میں آگیا اور جب حکومت کے ہاتھ میں آگیا تو حکومت چوکنا ہوگئی کہ باقر الصدرؒ سے اور خمینیؒ سے کوئی رابطہ ہے لہٰذا اسی دن سے ان کے گھر پر پہرہ سخت ہوگیا اور ٹھیک اس دن جس دن ہم اور ہمارے ساتھ کے تنظیم المکاتب میں کام کرنے والے مولانا کرار حسین صاحب، مولانا ذیشان حیدر صاحب، مولانا کلب صادق صاحب اور دوسرے حضرات۔ ہم نے کشمیر میں دینی تعلیمی کانفرنس کی تھی۔ جس میں کشمیر کے بچے دینی تعلیمی مظاہرے کے لئے آئے تھے اور پہاڑوں سے تقریباً ڈھائی سو بچے پیدل آئے تھے ایسے غریب بچے جن کے پاس مکمل لباس بھی نہیں تھا۔

یہ میں سُرنکوٹ کی بات بتا رہا ہوں تو وہاں ہم نے ۹؍اپریل کو ریڈیو پر تہران سے وہ تقریر سنی۔ جس میں آقائے خمینیؒ نے عراق کو للکارا، قبائل کو آواز دی، مومنین کو آواز دی، مختلف مقامات کے رہنے والوں کو آواز دی کہ انقلاب کے لئے اٹھ کھڑے ہو اس کے معنی ان کے ذرائع نے ان کو خبر دی تھی کہ عراق میں حالات ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ انقلاب آجانا چاہیئے۔ نتیجہ کیا ہوا کہ یہ ۹؍تاریخ کی آقائے خمینیؒ کی تقریر نے صدام کی ظالم حکومت کو اور متوجہ کردیا کہ معلوم ہوتا ہے حالات خراب ہوسکتے ہیں لہٰذا یہی وہ تاریخ تھی جب باقر الصدرؒ نجف سے بغداد لے جائے گئے۔ ۹؍تاریخ کی تقریر اور بارہ کو شہادت تو میں نے کہا یہ واقعے کیا ہیں۔ یہ بتاتے ہیں کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان نہیں ہیں۔ یہ ہماری

آپ کی طرح سے ایک معمولی انسان ہیں۔جنہوں نے علم حاصل کیا ہے۔فقہ کا علم حاصل کیا ہے ایسے ایسے علم وعمل میں کمال پیدا کیا ہے کہ ان کے پاس ایک سرمایہ ہے فقط ایک سرمایہ ہے اور وہ کیا ہے سرمایہ ہے کہ ہم خدا و رسولؐ اور اماؑم کے لئے کام کر رہے ہیں ۔اور ہماری تائید وہ کریں گے تو یہ سرمایہ تو ایسا ہے جو میں بھی حاصل کرسکتا ہوں،آپ بھی حاصل کر سکتے ہیں نہ خدا کے پاس تائید میں کمی ہے، نہ نبیؐ کے پاس تائید میں کمی ہے، نہ اماموںؑ کے پاس تائید میں کمی ہے۔ دل میں لو ادھر ہونا چاہیئے مدد ادھر موجود ہے ایک صلوات بھیجیں محمد وآل محمدؑ پر........نہیں مل جل کے ایک ایسی صلوات بھیجئے کہ کچھ ہماری بھی ہمت بڑھے۔

تو میری اتنی دیر کی ساری باتوں کا خلاصہ اور ماحصل دولفظ ہیں۔ پورے بیان کو سمٹیئے دولفظ ہیں چونکہ بگڑتے بگڑتے سماج ایسا بگڑ گیا ہے کہ دیندار کی توہین کی جاتی ہے، مذاق اڑایا جاتا ہے اور بے دین آپ کی کیا بات ہے۔ہم اپنی مثال سنائیں آپ پر حال خود بخود واضح ہو جائے گا۔ایک آدمی آیا۔لوگوں نے کہا مولوی صاحب یہ بڑے مومن ہیں، بڑے دیندار ہیں یہ رجب ،شعبان ،رمضان تینوں مہینوں کے مسلسل روزے رکھتے ہیں اور احادیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی آدمی رجب ،شعبان اور رمضان تینوں مہینوں کے مسلسل روزے رکھے تو اس کو اتنا ثواب ملتا ہے کہ جب سے زمانہ شروع ہوا ہے اور جب تک زمانہ ختم ہوگا اگر پورے زمانے بھر کوئی روزہ رکھے تو پورے زمانے بھر کا ثواب ہوگا یہ ثواب اسے ملے گا جو ان تین مہینوں کا روزہ رکھے گا۔

اسی لئے ان تین مہینوں کے روزے کا نام ہے ''صوم الدہر'' یعنی گویا کہ پورے زمانے کا روزہ لیکن ہم نے جو دیکھا ہم آپ کی بات نہیں کرتے ہیں اپنی بات کرتے ہیں ہم نے جو دیکھا تو کیا دیکھا ٹوپی پھٹی ہوئی، کپڑے کا جھولا لٹکا ہوا جس میں سے کچھ چیزیں کہیں کہیں سے جھانک رہی ہیں سوراخ کی بنا پر، پتلون دیکھا تو گھٹنے پر مرمت کیا

ہوا۔ہم نے کہا کہ ہاں ہاں اس زمانے میں ایسے مومن کہاں ہوتے ہیں۔ بڑے لائق ہیں، بڑے قابل قدر ہیں وہ ہمارے قریب آ رہے تھے۔ ہم نے کہا کہ بیٹھئے بیٹھئے بیٹھئے۔تعریف ہوگئی اب کیا ضرورت ہے آنے کی۔تھوڑی دیر میں ایک ستر سال کے سیٹھ صاحب تشریف لائے، منھ میں دانت نہیں اور پیٹ میں آنت نہیں مگر ڈاڑھی منڈائے ہوئے ایک صاحب ڈاڑھی منڈائے ہوئے تھے، دانت ٹوٹنے کی بنا پر ان کے گال میں گڈھے پڑ گئے تھے اب پتہ نہیں یہاں کیا لفظ کہتے ہیں۔ بہرحال اردو میں جب کوئی مکان گر جاتا ہے تو اسے کھنڈر کہتے ہیں تو ہمارے ایک پر مذاق دوست تھے انہوں نے کہا کہ اب آپ کا منھ کھنڈر ہو گیا ہے۔

اگر ڈاڑھی رکھ لیجئے تو کچھ عیب چھپ جائے گا تو منھ کھنڈر ہو گیا۔منھ میں دانت نہیں پیٹ میں آنت نہیں مگر ہمیں لکھ پتی سیٹھ، سیٹھ یعنی آسمان سے الگ اترے ہیں اور اپنے ساتھ ساٹھ سال کی بڑھیا بیوی ان کو بے پردہ لے کے آئے۔خود ڈاڑھی منڈوا کے آئے یعنی بے دینی کا اعلان کرتے آئے اور ساٹھ سال کی بیوی کو بے پردہ لے کے آئے یعنی بے دینی کا پرچم لہراتے ہوئے آئے۔ہم نے انھیں بھی دیکھا اور انھیں بھی دیکھا بس ایک صاحب نے کہا کہ یہ ہیں وہ لکھ پتی۔

آیئے آیئے آیئے تشریف لایئے۔اب آپ بتایئے کہ جب میرے ایسا آدمی یہ دستور اختیار کرے گا کہ وہ لکھ پتی ہے، وہ تین مہینے کا روزہ رکھنے والا جو صوم الدھر کا روزہ رکھتا ہے اسے ہم بیٹھا دیتے ہیں اور یہ بے دین ہے مگر ہم اس کا استقبال کرتے ہیں تو اس میں دین مشکل رہے گا آسان نہیں، ہوگا۔ یہ مزاج بدلنا پڑے گا یہ دیندار ہے ڈاڑھی نہیں رکھتا تھا آج رکھی ہے ڈاڑھی، یہ پردہ نہیں کرتی تھی آج کر رہی ہے پردہ تو ہمارے سماج میں خصوصی طور پر اس کو محترم جگہ بیٹھا کے عزت دی جائے۔ یہ ہے قابل احترام، یہ ہے قابل

محبت، یہ ہے قابل عزت بس جب اس رستے پر ہم آئیں گے تب وہ سوسائٹی بننے لگے گی جس میں دین پر عمل آسان ہو جائے گا اور اس زمانے میں، اس بیسویں صدی میں جب ایران میں ایسی سوسائٹی تیار ہو سکتی ہے تو ہم بھی اس سوسائٹی کو بنا سکتے ہیں۔ اب وہ بات کہنے جا رہا ہوں جو کہنے جا رہا تھا اور رک گیا۔ ایران کے شیعوں نے اپنے کو دیندار بنالیا، ایران کے شیعوں نے اپنے سماج کو دیندار بنالیا اور ہندوستان کے شیعہ جہاں تھے وہیں ہیں تو ٹھیک ہے دنیا کے اعتبار سے جو چاہے باتیں کر لیجئے لیکن وہ امام جو پردۂ غیبت میں بیٹھے ہیں وہ ہمیں بھی دیکھ رہے ہیں اور انھیں بھی دیکھ رہے ہیں بس اتنا اگر محسوس کر لیں میرے بھائیو! میری بہنو! کہ انھیں کس نگاہ محبت سے دیکھیں گے اور ہم کو کس نگاہ نفرت سے دیکھیں گے۔ فقط اگر ہم یہ تصور کر لیں تو ہمارے قلب و دماغ میں وہ حرارت پیدا ہو جائے کہ اپنے امامؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہم کو پابند دین ہونا چاہیئے اور دینی سماج بنانا چاہیئے۔ چھوٹے چھوٹے، معمولی معمولی انسانوں کی خوشنودی کے لئے ہم وہ کام کرتے ہیں کہ اگر کام ان سے اٹکا نہ ہو تو ہم کبھی ان کی طرف رخ بھی نہ کریں۔ ادھر پچھلے مئی کے مہینے میں ہم لوگوں نے ایک پندرہ روزہ اخبار بھی نکالنا شروع کیا ہے۔

ابھی تو اردو میں نکل رہا ہے۔ اللہ توفیق دے گا تو انشاء اللہ دوسری زبانوں میں نکالیں گے اور وہ پندرہ روزہ جو تنظیم المکاتب پرچہ نکالتا ہے اس کا مزاج یہ رکھا ہے کہ جس مسائل پر دوسرے ہمارے پرچے لکھتے رہتے ہیں ہم اس میں ان مسائل پر نہیں لکھتے بلکہ ہم نے ان مسائل کو لکھنا شروع کیا ہے جن سے سماج کی تعمیر ہوتی ہے اردو میں ہے اگر آپ پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا یعنی ہم نے شادی نمبر نکال دیا۔

شادی نمبر کیا نکالا یعنی شادی میں جہیز پر تبصرہ، مہر پر تبصرہ، رسموں پر تبصرہ کیسی شادی ہونا چاہیئے، کس سے شادی ہونا چاہیئے تو ہم نے جب اس موضوع پر پرچہ نکالنا

شروع کیا تو اب سوال یہ ہوا کہ اس کا ایڈیٹر کون ہو تو طے ہوا کہ ذیشان حیدر جوادیؒ ایڈیٹر ہو جائیں ان کے بعد ان کا اسسٹنٹ کون ہو۔ لوگوں نے کہا مولانا کرار حسین ہو جائیں۔ اب مسئلہ در پیش ہوا کہ اس کا پرنٹر پبلیشر کون ہو تو ہم نے کہا اس کے لئے ہم حاضر ہیں۔ لوگ ہمارے پاس آئے بھی کہ آپ کی شان کے خلاف ہے بھلا آپ اتنے بڑے ذاکر ہو کے پرنٹر پبلیشر بنئے گا۔ ہم نے کہا ہم بنیں گے اور اسی لئے بنیں گے کہ یہ جو شان کے خلاف والا ماحول ہے یہ ٹوٹ جائے تو اب پرنٹر پبلیشر بننے کے لئے ہمیں جانا پڑا۔ اب ظاہر ہے جب تک کہ ان حاکموں کے پاس نہ جائیں جو ڈکلیریشن دیتے ہیں تو کیسے ملے گا تو اب آپ چاہے کتنے بڑے مولوی ہوں جانا پڑے گا۔ تو ہم نے ایک وکیل صاحب کو پکڑا اور فوجداری کے بہت مشہور وکیل ہیں تو جب کچہری میں داخل ہوئے تو ان سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا مولوی صاحب آپ یہاں کہاں، ہم نے کہا وہ تو ہم بتائیں گے بعد میں آپ کہاں جا رہے ہیں۔

کہنے لگے ہمارا تو یہ گھر ہی ہے تو ہم نے کہا کہ بھائی ڈکلیریشن لینا ہے تو کہنے لگے کہ یوں جائیے اور یوں جائیے اور یوں جائیے اور وہ کمرہ ملے گا اس میں جائیے تو میں نے کہا کہ جائیے کیوں، آپ ساتھ چلئے، اسی دن کے لئے تو ہم آپ کے مولوی ہیں تو اتنے بڑے لائیر کو اس دن میں نے دیکھا کہ وہ جو ڈیلنگ کلرک تھا اس سے انھوں نے خطاب کیا ہمارا کیا تعارف کرایا۔ یہ ہمارے دھرم گرو ہیں، یہ ہیں اور وہ ہیں جو وہاں کی زبان ہوتی ہے اور اس کے بعد ہم سے کہا کہ مولوی صاحب آپ کے کام میں کوئی دیر نہیں لگے گی یہ تو دیکھئے ان کے چہرے پر نرمی کتنی ہے تو ہم نے سوچا کہ یہ آڈینری قسم کا کلرک اور اتنا بڑا لائیر اس کی تعریف کر رہا ہے زور سے کہا دی گریڈ مین ہمارے مولوی صاحب کا کام کر دیجئے گا۔

آپ یقین مانیئے۔ وکیل صاحب کے دو چار فقروں کے بعد انھوں نے دوسری

فائلیں بند کردیں۔ ہماری فائل ہاتھ میں لی مجسٹریٹ کے پاس پہنچے ڈکلیریشن دلوایا اور چلے گئے تو معلوم کیا ہوا کہ جہاں کام اٹک جاتا ہے۔ وہاں ہم معمولی کلرک کو خوش کرنے لگتے ہیں صاحب سے ملنا ہے صاحب سے ملنا ہے اور دفتر میں ملنا ہے تو چپراسی کی خوشامد کریئے۔ کیسی گذر ہو رہی ہے؟ کیسی طبعیت ہے۔ کچھ کام وام ہو تو بتایئے گا۔ کوئی کام ہو، طبعیت پانی ٹھیک۔ طبعیت پانی ان کا ٹھیک ہے ہماری نہیں ٹھیک ہے اور اگر گھر پہ ملنا ہے اب دستور ہے کہ نہیں۔ مگر انگریزوں کا زمانہ مجھے معلوم تھا کہ اگر گھر میں ملنا ہوتا تھا کسی افسر سے تو افسر کے بجائے ان کی میم صاحب سے۔ شاید اب بھی دستور یہی ہوگا۔ نہیں جانتا میں، تو اب خلاصہ میری بات کا یہ ہے کہ جہاں کام اٹک جاتا ہے ہم پیؤن کی خوشامد کرتے ہیں، ہم چپراسی کی خوشامد کرتے ہیں، ریسپشن کرنے والی جو معمولی لڑکیاں ہوتی ہیں ان کے سامنے ہم خوشامد کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ریزرویشن لینا ہوتا ہے تو معمولی سے کنڈیکٹر کی خوشامد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرے بھائیو! میری بہنو! کیا جنت لینے کے لئے امامؑ کی خوشامد نہیں کر سکتے۔ اس سماج کو دیندار بنانے کے لئے کیا ہمارے دل ودماغ میں یہ جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر کل تم پابند دین نہیں تھے تو آج پابند دین ہو جاؤ تا کہ پردۂ غیبت میں بیٹھنے والا امامؑ ہم سے خوش ہو جائے۔ ایک صلوات بھیجیں برمحمدؐ وآل محمدؐ۔

لیکن خالی تقریر پر ہم آپ کو چھوڑ نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ فلسفہ سنا کے مجمع کو چھوڑ دینا یہ میرا کام نہیں ہے۔ تو اب اتنی دیر کا خلاصہ کیا نکلا کہ یہ بے دین سماج جس میں دیندار بے عزت ہے اسے بدلنا ہوگا اور ایسا سماج بنانا ہوگا جس میں دیندار کی عزت کی جائے۔ دینداری کی بنا پر اور اس سماج کو بنانا ہوگا اس امامؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جو ہمارے زمانے کا امامؑ ہے ان تیرہ معصومینؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جو راہ دین میں شہید ہو چکے ہیں اور اس میں رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے

لئے جو آج بھی ہمیں روزی دے رہا ہے اور جس کے سامنے کل بھی ہم کو اپنی پوری زندگی کے حساب کے لئے حاضر ہونا ہے تو اصول تو طے ہو گیا۔

سمجھدار مجمع کی شان بتائیں آپ تو خیر بہت برداشت کرتے ہیں اس لئے کہ میں کچھ بھی کہہ جاؤں برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن یوپی والا مجمع بڑا داؤ باز ہوتا ہے۔ عمل ایک نہیں کرنا ہے، ہم نے نماز پہ پڑھ ڈالا، پردے پہ پڑھ ڈالا، خمس پہ پڑھ ڈالا سب پہ پڑھ ڈالا۔ نہ نماز پڑھتے تھے نہ پڑھتے ہیں، نہ پڑھیں گے آئے، آئے ہمارے پاس! مولوی صاحب! آپ نے جو بیان کیا ہے ان ہی چیزوں کی ضرورت ہے یعنی مولوی صاحب خوش ہو جائیں کہ ہماری تقریر کامیاب ہو گئی اور ہم نے دوسرا سمجھدار مجمع اور دیکھا۔ جتنا ہم نے بے دینی پہ ٹوکا اتنی انہوں نے تعریف کر دی۔ کیا کہنا مولوی صاحب، کیا کہنا مولوی صاحب۔ یعنی ہماری نصیحت کی تقریر، کیا کہنا میں بہہ گئی تو تھوڑے تھوڑے ہم بھی سمجھدار ہو گئے۔

تو اب دو باتیں سمجھ لیجئے کہ اگر اس فارمولے سے متفق ہو گئے کہ سہل دین کو سہل بنانے کیلئے پابند دین سماج ہمیں بنانا پڑے گا تو پہلی منزل میں ہمیں یہ کرنا پڑے گا کہ جو کھلے ہوئے گناہ ہیں، انھیں چھوڑنا ہوگا۔ اس لئے کہ جب تک کھلے ہوئے گناہوں کا سلسلہ جاری رہے گا تب تک بے دین سماج رہے گا، دیندار سماج نہیں رہے گا اور اب کھلے ہوئے گناہ کون ہیں اور چھپے ہوئے گناہ کون ہیں۔ ہوں۔ انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں عورت اور؟ معلوم ہوا ایک قسم رہ گئی ہے دوسری ہے نہیں۔ اماں کوئی ہوتا تو بولتا۔ ایک عورت اور ایک مرد۔ جب مرد ڈاڑھی منڈاتے نظر آئے اور عورت بغیر جسم چھپائے نظر آئے تو یہ دونوں کی زندگیاں اعلان کر رہی ہیں کہ ہم کھلا گناہ کر رہے ہیں، ہم ابھی ستمبر میں دس دن کے لئے کراچی بھی پہنچ گئے تھے اور پھر انشاء اللہ ارادہ ہے جانے کا تو کراچی جو پہنچے تو جو ملا دوست عزیز نیا پرانا۔

کہا مولوی صاحب اگر یہاں آپ کو مجلس پڑھنے کا موقع مل جائے اگر یہاں آپ کو مجلس پڑھنے کا چانس مل جائے۔ اگر یہاں آپ کو مجلس پڑھنے کے لئے دعوت دیدے تو وہ جو آپ بمبئی میں پڑھتے ہیں، جو آپ لکھنؤ میں پڑھتے ہیں وہ آپ یہاں نہ پڑھئے گا۔ ہم نے کہا۔ کیوں؟ کہا! یہاں کے سننے کا مزاج دوسرا ہے، یہاں تو یہ سنتے ہیں یہاں تو یہ سنتے ہیں یہاں تو یہ سنتے ہیں ہم سنتے رہے، سنتے رہے اور جو ہمیں پہلی تقریر کا موقع ملا تو ہم نے اس پہلی تقریر میں سوائے ڈاڑھی اور پردے کے کوئی تیسری چیز پڑھ کے دی ہی نہیں کیوں؟ اس لئے کہ مجھے مولائے کائنات امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے نے سہارا دیا کہ جس چیز سے ڈر لگتا ہے اس چیز کے اندر آ جاؤ ڈر مٹ جائے گا تو ہم نے کہا چار، چھ پڑھ کے تب ڈاڑھی، پردے پر آئیں گے تو دیکھنا پڑے گا کہ لوگ راضی ہیں کہ نہیں راضی ہیں تو یہیں سے شروع کرو اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں، میں نے سوا پانچ مجلسیں پڑھیں کراچی میں اور کہیں مجھے نا کامیابی نہیں ہوئی بلکہ میں نے محسوس کیا کہ جیسے دھوپ میں تپی ہوئی زمین پانی کے لئے بے چین ہوتی ہے ویسے ہی وہاں کا مجمع بے چین ہے کہ ہمیں کوئی دین کی باتیں بتائے۔ تو گذارش کیا کر رہا تھا۔ تو میں نے یہ آپ کی خدمت میں گذارش کی کہ اگر ہم کو دینی سماج بنانا ہے تو کھلے گناہ جو ہیں چھوڑنا ہوں گے۔

یہاں سے کام شروع کرنا ہوگا تو پہلا کام کیا ہوگا کہ ڈاڑھی رکھی جائے اور جسم چھپایا جائے۔ دیکھئے پہلے ہم پردہ پر بولتے تھے اب نہیں بولتے ہیں۔ اس لئے کہ جب تک خالی منھ کھلا تھا تب تک پردہ کہتے تھے۔ اب برہنگی، بے شرمی، بے حیائی لباس کی ان منزلوں میں آ گئی ہے کہ اب تو یہ کہنا ہی نہیں چاہیئے کہ منھ کھلا ہے، جسم کھلا ہے، جسم اور بے حیائی اس منزل پر ہے کہ شوہر صاحب سوٹ پہنے ہیں اور محترمہ ایک کپڑا ایک چیٹ

کندھے پر لٹکائے ہیں۔ آپ تو ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور دوسرا بے حیا منظر یہ دکھائی دیتا ہے کہ تیس سال اور چالیس سال، پچاس اور ساٹھ سال کی اماں ساری کے اندر اور سولہ سال کی لڑکی ایسے لباس میں کہ ہاتھ بھی کھلا ہے، پیر بھی کھلے ہیں۔ بقیہ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔

تو ہم نے کراچی میں تجربہ کیا اور آپ سے کہتے ہیں تو اسی طرح ایک جگہ ہم بیان کر رہے تھے پتہ نہیں آپ کو سنایا ہے اتنے دنوں میں کہ نہیں سنایا ہے۔ ہم نے وہاں یہ کہا کہ کچھ لوگوں کو شکار کا شوق ہوتا ہے۔ کوئی مچھلی کا شکار کرتا ہے، کوئی شیر کا شکار کرتا ہے اور کوئی ہرن کا شکار کرتا ہے اور کچھ لوگ شکاری ہوتے ہیں جنھیں مولوی کے شکار کا شوق ہوتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ مولوی کے شکاری کون ہیں۔ مجلس کے بعد آتے ہیں مجلس کے بعد آئیں گے۔ یہاں مل جائیں گے، گھر مل جائیں کہیں مل جائیں مثال ہم سنا رہے ہیں کوئی واقعہ نہیں سنا رہے ہیں۔ جناب آپ کے بیان میں ایک بات سمجھنا ہے، ہم سمجھ گئے ان کو تو ہم سمجھ گئے، ان کو بات سمجھنا ہے کہ نہیں سمجھنا ہے تو ویسے ہی ایک مرتبہ ہم نے ڈاڑھی کا تذکرہ کیا تو ایک مولوی کے شکاری آ گئے۔

یہ یوپی کی بات ہے ایک مولوی کے شکاری آ گئے تیوریوں پر بل ڈالے شخصیت بھی اچھی تھی۔ سوچا تھا کچھ مولوی دھونس کھا جائے گا۔ کہنے لگے کہ یہ جو اتنی دیر آپ ڈاڑھی کے اوپر تذکرہ کرتے رہے تو یہ تھوڑے سے بالوں میں کیا رکھا ہے۔ رکھیں چاہے نہ رکھیں۔ گھنٹہ بھر ہنگامہ کر دیا آپ نے ڈاڑھی رکھو ڈاڑھی رکھو، منڈانا حرام ہے ارے تھوڑے سے بال ہیں رکھیں چاہے نہ رکھیں تو جب انھوں نے کہا تو بڑے جھٹکے سے کہا کیوں رکھیں ان تھوڑے سے بالوں میں کیا رکھا ہے رکھیں کہ نہ رکھیں تو جب وہ چار چھ جھٹکے دے چکے تو ہم نے کہا جب نہیں رکھا ہے تو رکھ لو۔ اگر کوئی بہت بڑا وزن ہوتا ایک آدھ کوئنٹل کا تو مسئلہ بھی تھا جب کچھ نہیں رکھا ہے تو رکھ لو کہنے لگے کہ آپ منبر پر بھی مذاق

کرتے ہیں یہاں بھی مذاق کرتے ہیں تو ہم مذاق نہیں کرتے ہیں ہم تھکے ہوئے مجمع کو تازہ دم کرکے ناگوار باتوں کو خوشگواری کے ساتھ سننے کا موڈ پیدا کرتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ کوئی معقول بات بتایئے آپ نے تو ہمارا ہی جملہ ہمارے پاس واپس کردیا تو ہم نے کہا کہ معقول بات سن لیجئے کہ ہم نے سمجھ لیا ہے نہ کہ اب یہ ہمارا شکار بن گئے ہیں۔ ہمارا شکار اب نہیں کریں گے ٹھنڈے ہوگئے تھے۔ فیوز اڑ گیا تھا۔ ان میں اب کرنٹ نہیں تھا تو ہم نے کہا کہ دیکھو بات یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔ ڈاڑھی منڈانا حرام تو جو آدمی ڈاڑھی رکھے ہوئے ملتا ہے تو اس کے بارے میں پہلا خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آدمی دیندار ہے۔

اس کی نگاہ میں خدا و نبیؐ اور امامؑ کے حکم کا احترام ہے بعد میں چاہے پتہ لگے کہ بہت بڑا بے ایمان ہے اور جو ڈاڑھی مونڈائے ہوئے ملتا ہے اس کے بارے میں پہلا خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ میں نہ خدا کی عزت ہے، نہ نبیؐ کی عزت ہے، نہ امامؑ کی عزت ہے بعد میں چاہے بڑا ایماندار ثابت ہو تو اگر آپ پہلی ملاقات میں انٹروڈکشن کراتے ہوئے اپنے تعارف میں، اپنے بارے میں اچھا خیال قائم کرنا چاہتے ہیں تو میری بہنیں پردہ کریں، میرے بھائی ڈاڑھی رکھیں خود بخود حسن ظن پیدا ہو جائے گا۔

تو اب میں حدود وقت کے لحاظ سے بات نامکمل سہی مگر یہاں سے چھوڑ دینا چاہتا ہوں کہ اگر ہم اس بے دین سماج کو دیندار سماج سے بدلنے کے لئے ہمت کرنا چاہتے ہیں تا کہ سہل مذہب پر عمل کرنا آسان ہو جائے تو ہمیں پہلے کھلے گناہ چھوڑنا پڑیں گے۔ اب مثالیں بہت ہیں ایک ڈاڑھی، پردہ ہی نہیں ہے۔

چار آدمی بیٹھے ہیں، باتیں کیا ہو رہی ہیں اماں یہ پکچر اچھی نہیں ہے اور وہ پکچر اچھی ہے اور باتیں کہاں تک ہوئی ہیں ایک فلم پر دادا اور پوتی میں بحث ہوتی ہے اماں اور بیٹی میں بحث ہوتی ہے یہاں ہیرو کا کردار خراب تھا اور وہاں ہیروئن کا کردار خراب تھا آپ

مجھے جوفتویٰ چاہے دیں آپ کے فتوے سے میں دبنے والانہیں ہوں۔ ایک صاحب نے کہاایسی باتیں مت بیان کیا کرو ورنہ لوگ شبہ کریں گے کہ تم دیکھتے ہو۔ ہم نے کہا کہ لاکھ شبہ کریں ہم آپ کو دیکھتے ہیں آپ کواور آپ کو دیکھ کے ہمیں سب پتہ لگ جاتا ہے تو جب تک ہم اپنی سوسائٹی میں اس قسم کے تذکرے کریں گے کہ گانا بڑا اچھا ہے۔ آپ کو بتائیں اللہ تو بیچارہ نہیں واقعی بیچارہ ہے اس کو تو کوئی مانتا نہیں ہے۔

تھوڑے بہت یہ مولوی صاحب جو ہیں۔ ہم نے ایک مرتبہ گھنٹی بجائی، بیل، دروازہ کھلا۔ آیا جایا کرتے ہیں عادی ہیں ہم مثلاً تو جیسے ہی دروازہ کھلا ویسے ہی ہم داخل ہوگئے۔ جب داخل ہوگئے تو بھگدڑ۔ بھگدڑ سمجھے۔ کوئی پتے سمیٹ رہا ہے، کوئی باجے سمیٹ رہا ہے اس لئے کہ انھیں کیا خبر تھی کہ مولوی صاحب آجائیں گے اور ذرا سمیٹ سماٹ کے۔ کہئے مولوی صاحب! یعنی ہم تو بخیریت ہیں آپ بخیریت ہیں کہ نہیں تو اس مولوی کی عزت ہے اور خدا کی عزت نہیں ہے تو یہ دین نہیں ہے۔

ہماری کیا حیثیت ہے ہم تو منبر پراقرار کرتے ہیں آپ سے زیادہ گناہگار، آپ سے زیادہ بدتر یہ تو فقط آل محمدؐ کی نظر کرم ہے جو انھوں نے عزت دیدی، تو بس عزیزو! میرے عزیزو! آج کے پورے بیان کا ماحصل یہ ہے کہ پردۂ غیبت میں بیٹھنے والا مجھے بھی دیکھ رہا ہے، آپ کو بھی دیکھ رہا ہے، ہماری قوم کے ہر بوڑھے کو، ہر جوان کو، ہر نوجوان کو، ہر بچے کو، ہر عورت کو، ہر لڑکی کو دیکھ رہا ہے کہ تم دنیا کی طرف جاتے ہو یا تمہارا رخ ہماری طرف ہے۔ جایئے اس مجلس سے یہ خیال لے کے جایئے کہ ہم اپنے امامؑ کو ان کی آرزوں میں مایوس کریں گے یا مایوس نہیں کریں گے۔ اگر اپنے امام کو مایوس نہیں کرنا ہے تو آج سے ہمیں یہ نیت کرنا ہوگی کہ ہم ذہن بدلیں، سوچنے کا طریقہ بدلیں، گھر کا ڈیکوریشن بدلیں، اپنے گفتگو کا سبجکٹ بدلیں، موضوعات بدلیں، بے دینی گھٹاتے جائیں، بے دینی

ہٹاتے جائیں، بے دینی پیچھے ڈھکیلتے جائیں، دینداری لاتے جائیں انشاءاللہ وہ سماج تیار ہو جائے گا کہ جس کے ذریعہ اس سہل مذہب پر عمل کرنا سہل ہو جائے گا۔

ختم کردی بات میں نے لیکن مجھے اتنا کہنا ہے کہ فقط ایک پردۂ غیبت میں بیٹھنے والا نہیں دیکھ رہا ہے بلکہ حضورؐ سے لیکے حضرت تک چودہ معصومؑ دیکھ رہے ہیں۔

دنیا کی طرف جارہے ہو یا ہماری طرف آرہے ہو۔ میں آپ کی خدمت میں آج اتنا تذکرہ اور کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی کبھی ان بیکسوں کو یاد کرلیا کیجئے جو کبھی کوفے میں شہزادیاں کہلاتی تھیں اور اسی بے دین سماج کو مٹانے کے لئے وہ کبھی کوفے کے بازار میں اس طرح لائی گئیں کہ ان کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر باندھ دیئے گئے۔ اللہ تقریر آگے بڑھ گئی ہے مگر مجھے مصائب پڑھنا ہے مشکل سے دو منٹ پڑھوں گا لیکن اگر آپ توجہ دے دیں گے تو انشاءاللہ غم و ماتم کا حق ادا ہو جائے گا۔

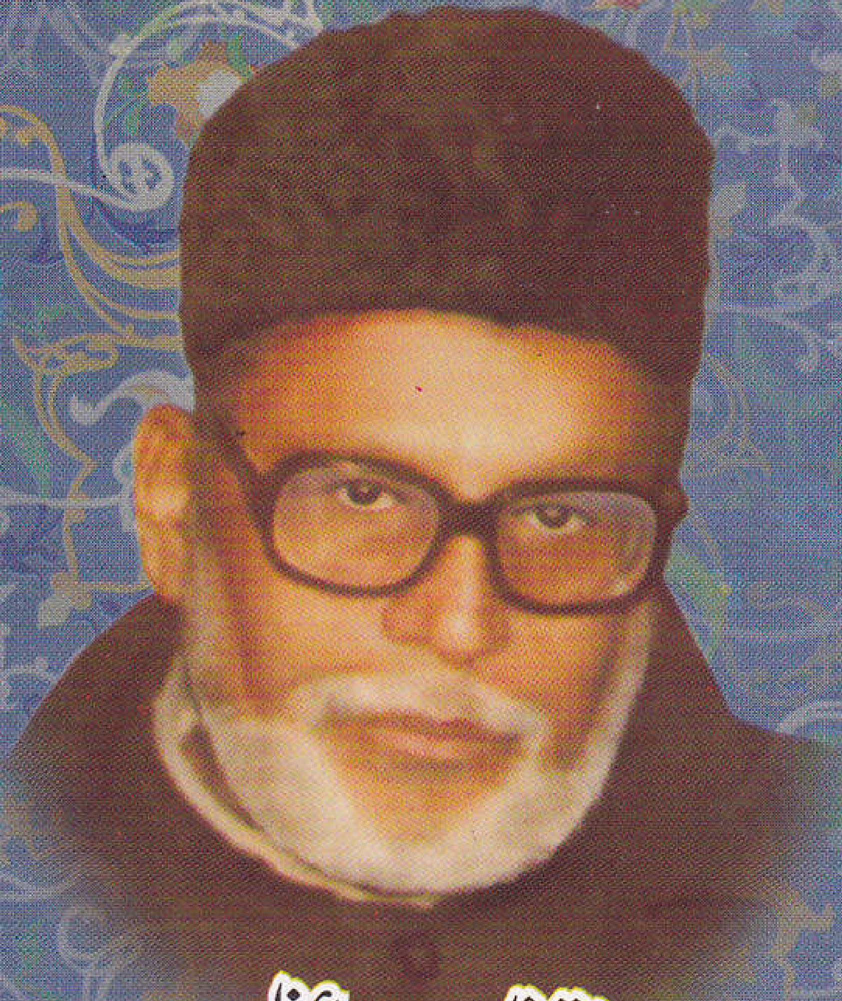
آپ نے بھی سنا ہے، میں نے بھی پڑھا ہے کہ لٹا ہوا قافلہ قید خانے سے رہا ہو کر جب مدینہ پہنچا تو پہلے تو سید سجادؑ نے یہ کہا کہ جاؤ جا کے خبر کردو کہ سید سجادؑ آگئے ہیں اور خبر کرنے والا یہ بتاتا ہے کہ میں جس مکان کی طرف سے گذرتا تھا جس گلی سے گذرتا تھا آواز دیتا تھا فرزند رسولؐ آئے ہیں، فرزند رسولؐ آئے ہیں، فرزند حسینؑ آئے ہیں، سید سجادؑ آئے ہیں تو جیسے شاخوں پر بیٹھی ہوئی چڑیا شاخوں کو ہلانے سے ایک دم اڑتی ہیں ویسے گھروں کے دروازے کھلتے تھے عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان سب چیخ مارتے ہوئے روتے ہوئے نکلتے تھے اے خبر دینے والے یہ تو بتا تا جا کہ سید سجادؑ کہاں ہیں۔ میں تفصیل سے نہیں پڑھوں گا آنے والوں میں سید سجادؑ کے پاس آپؑ کے چچا محمد حنفیہ آئے۔

واقعہ کربلا کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب بھتیجے کو چچا ملا اور جناب محمد حنفیہ نے کلیجے سے لگا کے کہا کہ لال میرا بھائی کیا ہوا اور یہ کہہ کے غش کھا کے محمد حنفیہ گر پڑے۔ جناب فاطمہ

کبریٰ آئیں۔ مادر عباسؑ ام البنینؑ آئیں اور اس کے بعد یہ قافلہ مدینے میں داخل ہوا۔ جب مدینے میں داخل ہوا تو سید سجادؑ بالکل چپ تھے کسی نے کبھی پوچھا بھی کبھی کسی نے پوچھا بھی کہ فرزند حسینؑ جب مدینے میں قافلہ داخل ہوا تو اتنا چپ ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا جتنا اس وقت دیکھا۔ کہا کہ میں کیا بولتا۔ مجھے یہی تو یاد آ رہا تھا کہ میں نانا کی قبر پر کیسے جاؤں گا میں اپنے گھر میں کیسے جاؤں، آپ دیکھیں کتابوں میں کوئی مرثیہ نہیں ملے گا کوئی فقرہ نہیں ملے گا جو سید سجادؑ نے اس وقت پڑھا ہو جب لٹا ہوا قافلہ مدینے میں داخل ہوا ہے سب چپ تھے بس آخری فقرہ سنئے جس کو پڑھنے کے لئے میں نے آپ کو تیار کیا ہے اپنے کو تیار کیا ہے سنانے کے لئے کہ جب قبر پیغمبرؐ پر لٹا ہوا قافلہ پہنچا۔ سید سجادؑ چپ، ربابؑ چپ، فاطمہؑ چپ، رقیہؑ چپ، زینبؑ چپ کہ ایک مرتبہ ہماری اور آپ کی چھوٹی شہزادی جناب ام کلثومؑ آگے بڑھیں اور کہا اے نانا کے مدینے ہم تو آ گئے مگر لٹ کے آئے ہیں آپ تیار ہیں میں نے بھی دل سنبھال لیا ہے سنانے کے۔ لئے فقرہ سنئے کہا کہ نانا کے مدینے ہم آ تو گئے ہیں مگر لٹ کے آئے ہیں اور اس طرح آئے ہیں کہ آج ہماری گود میں ایک بچہ بھی نہیں ہے۔

میں نے بارہا آپ کو سنایا ہے کہ جب جناب عباسؑ میدان کربلا میں گئے تھے تو اٹھائیس بچے موجود تھے یہ اٹھائیس بچے کیا ہوئے تو مولانا عبدالعلیٰ حری نے لکھا ہے کہ ان کی تاریخ یہ ہے۔ اس فقرہ کے آگے مجھے نہیں پڑھنا ہے انھوں نے یہ لکھا ہے کہ ان کی تاریخ یہ ہے کہ اونٹوں کا قافلہ ہنکایا جاتا تھا کوئی کوئی بچہ گر پڑتا تھا اور ان گر پڑنے والے بچوں میں کچھ بچے مر جاتے تھے روتے ہوئے قیدی آگے بڑھ جاتے تھے نہ قبر تیار ہوتی تھی نہ غسل ہوتا تھا نہ کفن ہوتا تھا۔ لٹا ہوا قافلہ، لٹا ہوا قافلہ جب مدینے پہنچا تو ام کلثوم یہ کہہ رہی تھیں کہ نانا کے مدینے ہم آ تو گئے ہیں مگر ہماری گود میں کوئی بچہ نہیں ہے نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی بیٹی ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون



بانیٔ تنظیم خطیبِ اعظم
مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ

TANZEEMUL MAKATIB
GOLAGANJ, LUCKNOW. 226018 UP (INDIA)
Phone : 91 522 2615115, Fax : 91 522 2628923
Email : makatib@makatib.net